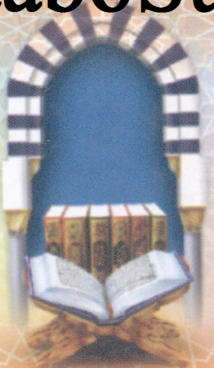
دینِ اسلام

وحی الٰہی کا نام





مؤلف

محمد طیب محمدی

ادارہ تحقیقات سلفیہ



دینِ اسلام وحی الٰہی کا نام

www.KitaboSunnat.com

مرتب
محمد طیب محمدی

Tayab Sb 13x7.25 1c

عرض ناشر

دین اسلام کے دلائل صرف وحی الٰہی ہیں...... قرآن مجید اور حدیث مصطفیٰ وحی الٰہی ہے۔...... نبی ﷺ بھی پابند تھے صرف وحی الٰہی کے۔...... کائنات کے ہر شخص کی بات کو ردّ کیا جا سکتا ہے سوائے وحی الٰہی کے۔...... حق اور باطل کو پرکھنے کا معیار صرف وحی الٰہی ہے۔...... اختلافات کے خاتمے کا حل صرف وحی الٰہی ہے۔

جب تک ہماری زندگی کا نصب العین وحی الٰہی کی پابندی کرنا اور وحی الٰہی کو فیصلہ کن اتھارٹی سمجھنا نہیں ہوگا تب تک ہم دنیا و آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی رہے گی۔ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے وحی الٰہی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں میں صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں، وحی کے ذریعے ہی حکم دیتا ہوں، فیصلہ کرتا ہوں، وحی کے ذریعے ہی بات کرتا ہوں۔ ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ﴾(یونس: ۱۵) ...... ﴿قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ﴾(اعراف: ۲۰۳)...... ﴿قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾(الانبیاء: ۴۵)...... ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ۴)

اس کتاب میں پندرہ مختلف عنوانات کے تحت مختلف اسلوب سے سینکڑوں واقعات و دلائل جمع کر دیے ہیں جو ہماری زندگی کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان واقعات کے ذریعے ہمیں بہترین راہنمائی ملے گی کہ صحابہ کرام نے کس طرح اپنی زندگیوں میں اللہ کی وحی کو نافذ کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا کیا انعامات عطا کیے۔

منطقی اور فلسفیانہ موشگافیوں سے قطعاً پرہیز کیا ہے تاکہ سادہ لوح عوام بھی بات کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ یہ کتاب جہاں عوام کے لیے دلچسپی کا باعث بنے گی وہاں خطباء اور علماء اور مدرسین، اور متعلمین کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہوگی۔ یہ کتاب علماء، خطباء، طلباء کے لیے مخزنِ علم و عرفان بھی ہے اور تلاش حق کے لیے سرگرداں لوگوں کے لیے مینارۂ نور بھی ہے۔

منہج اہلحدیث

اھل　الحدیث　عصابة　الحق
فازوا　بدعوة　سید　الخل

ما　اہلحدیثیم　دغا　را　نشناسیم
صد　شکر　که　در　مذهب　ما　حیله　و　فن　نیست

''مسلک'' کا لغوی معنی ہوتا ہے''راہ'' اور اصطلاحی معنی طریقہ ''نظریہ، اصول و قواعد وغیرہ جب کہ''اہل حدیث'' کے لغوی معنی'' حدیث والے'' اور اصطلاحی معانی وہ افراد جن کے لیل و نہار، شب و روز محض قرآن و سنت کے تعلق میں بسر ہوں اور جن کا کوئی بھی قول و فعل اور علم، طور طریقہ اور رسم و رواج قرآن و حدیث سے الگ نہ ہو اور جو ان دو عظیم الشان منبعوں اور سرچشموں کے علاوہ کہیں نگاہ التفات نہ ڈالیں، یعنی......

جو　ہوتے　ہوئے　مصطفیٰ　کی　گفتار
نہ　دیکھیں　کسی　کا　قول　و　کردار

گویا''مسلک اہل حدیث'' کا معنیٰ ہوا، وہ دستورِ حیات جو صرف قرآن و حدیث سے عبارت، جس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہو اور جس پر خیر القرون کا کردار گواہ ہو۔

اس وقت کتنے ہی مذاہب اسلام کے نام پر روئے عالم پر نظر آرہے ہیں اور ہر ایک کا زعم و دعویٰ یہی ہے کہ وہ ہی صحیح اور برحق ہے مگر درحقیقت وہ کسی نہ کسی طور اسلام میں ترمیم و اضافہ اور کمی بیشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تقریباً ہر مذہب میں شخصیت پرستی ہے یا خاص افراد کی تعلیمات و افکار پر دارو مدار ہے جب کہ مسلک اہل حدیث اشخاص و افراد کی عزت و توقیر کو ملحوظ تو رکھتا ہے مگر انھیں دین میں حجت نہیں سمجھتا، بلکہ اپنا ہر معاملہ، زندگی کا ہر مسئلہ صرف اور صرف قرآن وحدیث سے حل کرنا سکھاتا ہے اور''امرین صحیحین'' کے علاوہ کسی کو بھی قابل حجت نہیں مانتا اور لائق تعمیل نہیں جانتا۔

بزرگان دین کی عزت سکھاتا ہے مگر اس میں مبالغہ نہیں، آئمہ کو عظیم سمجھتا ہے مگر ان میں مقابلہ نہیں، فقہاء و مجتہدین کی جدو جہد ذہنی اور اجتہاد کو خراج تحسین پیش کرتا ہے مگر انہر

دارودار کی تلقین نہیں، کسی کے تدبر وتفکر پر کامل یقین نہیں رکھواتا، البتہ انھیں آیات و احادیث سے تزئین ضرور بخشتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بتقاضائے بشریت خطا و نسیان سے مبرا نہیں، اور ''مسلک اہل حدیث'' عصمت رسول ﷺ کی وجہ سے عیوب و نقائص سے مصفا ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' چند افراد کے ذہن کی اختراع، چند رسوم کے تحفظ اور چند وجوہ کی پیداوار کا نام نہیں بلکہ آقائے ذی وقار و ذیشان ﷺ پر اتاری ہوئی شریعت مطہرہ، منزل من اللہ دین مبین اسلام متین اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ مقدسہ کا نام ہے۔

آج بھی مسلک اہل حدیث، کسی ردو بدل، ترمیم و اضافہ اور کمی بیشی کے بغیر قرون اولیٰ ہی کی صورت میں جاری و ساری ہے۔ بقول صادق (علی لسان الکفار) و مصدق (فی الحقیقۃ والاقرار) ﷺ قیامت تک ہر فتنہ اوہام و شکوک سے محفوظ اور ''ذمۃ اللہ ورحمۃ'' سے محظوظ رہے گا۔

اسی کے سینے پر [لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مَنْصُوْرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ] کا تمغہ، اسی کے نصیب میں [مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِىْ] کا ثمرہ، اسی کے لیے [اِمَامُهُمُ النَّبِىُّ ﷺ] کا شرف، اسی کے حاملین کے لیے [اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ اِنْطَلِقُوْا اِلَى الْجَنَّةِ] کا فخر، کہ یہ احکام ربانی کی تعمیل، فرامین نبوی ﷺ کی تکمیل، طریق صحابہ یک روش، تابعین کی کشش، تبع تابعین کی راہ، محدثین کی جاہ، ائمہ کا گزر، فقہاء کا فخر، اسلام کی ترجمانی، حق کی فراوانی، توحید کی صدا (ہر طرف سدا) شرک و بدعت کی خلاف جہاد، قرآن و حدیث پر اعتماد ہے۔

تبلیغ و جہاد اس کا طرۂ امتیاز، تحقیق و تدقیق وجۂ اعجاز، خلوص و دیانت اک اعزاز، ہمت و غیرت کو اس سے نیاز، یہ امن و آشتی کا سبق، اصلاح قلو، تطہیر ارواح اور طہارت اذہان کا درس ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' نام ہے ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کی آواز کا [تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ] کی صدائے دلنواز کا...... ﴿مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ کی پکار کا ...... ﴿لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ کے فرمان کا ...... ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾ کے نشان کا...... ﴿مَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا﴾ میں اسلام متین کے...... ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ کا...... یعنی کامل قرآن کا...... فرمان آقائے ذیشان کا۔

''مسلک اہل حدیث'' نام ہے...... ! روایت کا درایت کا، ثقاہت کا، فقاہت کا، ودیعت کا، براعت کا، ذہانت کا، فطانت کا، دیانت کا، امانت کا، امامت کا، عدالت کا، ندرت کا، ہدایت کا، محبت کا، الفت کا، جرأت کا، شجاعت کا، شہادت کا، اقبالیت کا، یعنی آدمیت کا، کامل انسانیت کا۔

''مسلک اہل حدیث''......اذہان کو اعراف وعرفان ، ارواح کو سرور، وجدان، قلوب کو ایمان و ایقان اور زیست کو عروج اور شان کی دولت بخشتا ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کے مصداق ﴿وَ مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ کے محقاق کا، یہ نام ہے......رسول اللہ ﷺ کے اقوال کا ، آپ ﷺ کے احوال کا ذیشان افعال کا، معلیٰ اطوار کا ، مصفا اطراز کا، عظیم الشان گفتار کا، عظیم المرتبت کردار کا، رفیع المنزلت مقام کا ، آپ ﷺ کی شان وشوکت کے دوام کا ، اعلیٰ عصمت و رفعت کا، ختم نبوت کا، دین کے اکمال کا ، نعمت حقہ، کے اتمام بجمال کا، صرف آپ ﷺ ہی کی ذات بالاصفات کی ہر ہر بات کا، یعنی ......سادگی و بے باکی کا ، ایثار وحق گوئی کا، رحم وعزم کا ، علم وحلم کا، احسان وکرم کا ، نظر وفکر کا، عاجزی وشکر کا، یقین ومحبت کا ، وفا و الفت ، خشیت وللّٰہیت اور غیرت وحمیت کا، غرضیکہ آپ ﷺ کی رسالت کے ہوتے ہوئے اور کسی کا سکہ نہ چلنے کا، کسی اور کا دم نہ بھرنے کا۔

''رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ'' کی تفسیر اور ﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی تعمیر میں ''مسلک اہل حدیث'' نام ہے......!

حیات اصحاب رضی اللہ عنہم کا، زیست بہ آب و تاب کا ، ہر حال میں قربانی کا، خون میں لت پت ''لا الٰہ الا اللہ'' کی ترجمانی کا ،ابطال باطل اور تشہیر احقاق کا، عدم ریاء کا ، حصول رضا کا ، تحصیل اجر میں بے قراری کا ، خوش گفتاری و اعلیٰ کرداری کا ، نرم دم گفتگو کا، گرم دم جستجو کا ، رزم و بزم میں پاک دل و پاکبازی کا، اللہ کے لیے ہر شے سے بے نیازی کا......﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ﴾ کی تعمیل اور ﴿مَنْ يَّشْتَرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ کی تاثیر میں ''مسلک اہل حدیث'' نام ہے۔

عباد اللہ کے چلن کا، قرآن وسنت سے ملن کا ، امرین صحیحین سے رغبت کا، در دین مصطفیٰ ظن وقیاس سے نفرت کا، توحید وسنت کے پرچار کا، قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے اختیار کا، تحریر وتقریر میں انتہائی احتیاط کا، راہِ خدا میں تکالیف اٹھانے کے، ادائیگی فرائض میں سر کٹانے کا۔

مسلک ''اہل حدیث'' نام ہے: اسلامی طریقت کی اعلائی کا، منزل من اللہ شریعت کی بالائی کا، اشرف المخلوقات کی اشرفیت کا، احسن تقویٰ کی ارفعیت کا، جادہ عظیم کا، صراط مستقیم کا......!!

''مسلک اہل حدیث'' ﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ کی شہادت سے کسی انسان کی کاوش نہیں کہ انسانی جذبات وخواہشات کا اس میں کچھ دخل ہو، بلکہ

﴿نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ کی تصدیق سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا عطاء کردہ ہے، تبھی تفکرات و تدبرات، تخیلات و تصورات، ذہنیات و کیفیات کی تصحیح و تزئین کرتا ہے اور انھیں اصلاح و ہدایت بخش کر معزز و مشرف بناتا ہے۔

''مسلک اہل حدیث'' میں لالچ نہیں سخاوت ہے، مادیت نہیں روحانیت ہے، طلب ثروت نہیں آرزوئے مغفرت ہے، شاہی نہیں خدمت ہے، غرور تکبر نہیں محبت ہے، بدعت نہیں سنت ہے، شرک نہیں توحید ہے، تجسیم الٰہی نہیں تمجید ہے، اوتار نہیں کلمہ تہلیل وتحمید ہے، ریا نہیں طلب رضا ہے، تصنع نہیں استغنا ہے، تکلف نہیں اخلاص و وفا ہے اور ہر فعل باحضور و باخدا ہے۔

ربط و تعلق، تحقق و تعمق، تدقق، ترفق، تزئین و تحسین، تقرر و تحرر، تصور و تخیل، تدبر و تفکر، مساوات و مواخات، نصرت و اخوت، شرف و احترام، عزت و اکرام، فخر و احتشام...... حقیقی کامیابی، دونوں جہاں کی کامرانی، ایمان اور مسلمانی، غرضیکہ ہر خوبی، ہر عظمت کی نشانی ''مسلک اہل حدیث'' میں ہے۔

یہ نیکی طینتی کا اعلان، پاک طبیعت کا اعلام، قرآن و حدیث کا اثبات و التزام، تعلیوں کا نام، تجلیوں کا مقام اور تمام ترخوبیوں کا مقوام ہے۔ اس میں سیاست کے شیب وفراز اور شرعی ترنگ بھی ہے اور جہاد و شہادت کی امنگ بھی۔ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی، محض آدمیت و انسانیت کی بھلائی، انسانی زندگی کی تعمیر میں مرضات اللہ کا حصول اور حصول میں تکالیف ومصائب و آلائم وشدائد سب قبول۔

قد آور شخصیات کو محور بنانے کی بجائے وحی الٰہی (قرآن وحدیث) کو اپنا مرکز حیات و نصب العین جاننا ہی مسلک 'اہل حدیث'' ہے جیسے......

❁ حج تمتع کے مسئلہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ''امیر المومنین خلیفة المسلمین احد من الراشدین والمهديين'' مراد رسول فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فرزند اسلام اور صحابی رسول ﷺ کی پاک طینتی اور صاف طبعیتی سے نکلی وہ بات جو بتقاضائے بشریت سنت رسول ﷺ کے خلاف ہوگئی تھی، چھوڑ دینا اور [اِنَّ الشَّرِيْعَةَ نَزَلَتْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ مَا نَزَلَتْ عَلٰى اَبِیْ] کا اعلان فرمانا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹے کی اس بات پر جاہ و جلال، رعب و دبدبہ، شوکت وطنطنہ، ہیبت وحشمت کے باوجود سر جھکا لینا اپنی غلطی کا اعتراف کرنا اور سجدہ شکر بجالانا۔

❁ ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ کے سبب نزول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے مقابل اللہ کا فیصلہ لینے والے منافق کی گردن تن سے جدا کرکے

[هٰذَا قَضَاءُ لِمَنْ لَّا يَرْضٰى بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ] کا نعرہ بلند کرنا وغیرہ ان گنت تاریخ اسلام کی امثلہ دراصل مسلک اہل حدیث کا اظہار اور مسلک اہل حدیث کا اعلان ہیں۔

کہ ''آپ کے ہوتے ہوئے نہ کسی کی ذات چل سکتی ہے نہ کسی کی بات چل سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا نہ چلنا آپ ﷺ کی عصمت کی دلیل ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی آمد عظمت کی دلیل ہے، کتب اولیٰ کی نہ تصدیق نہ تکذیب ہے، بلکہ قرآن مجید کا اظہار تصحیح وتصویب ہے اور جو بھی کتاب وسنت کو چھوڑ دے وہ انسان کہلانے کا روادار اور زندہ رہنے کا حق دار نہیں۔ اسے چاہیے کہ اللہ کی زمین چھوڑ کر کہیں اور جا بسے۔ مختصراً جان لیجیے کہ مسلک ''اہل حدیث'' کا نام ہے...... توحید کی ترویج کا، عبادت الٰہی کی تعریج کا، سنت کے عروج کا، حدیث کے تموج کا، شرک کے قلع قمع کرنے کا، بدعت کے مٹانے کا، اسلام کی اشاعت، تبلیغ ودعت کا، بطلیت سے عداوت کا، لادینیت کے اختتام کا، اسلام کے التزام کا، اعتصام کتاب وسنت کے ارتقاء کا، جہاد کی انتہاء کا، محض طلب رضا کا۔

آج کے دور میں خصوصیت سے مسلک ''اہل حدیث'' یہ ہے کہ...... نفاذ اسلام کے شوق میں بے قرار رہا جائے اور کبھی چین سے نہ بیٹھا جائے، باطل کے خلاف ہمت کی کوہ تازی سے قدم جمائے جائیں، یعنی قرآن وحدیث کی اشاعت دعوت وبلیغ، علوم وعقائد کی تجدید واصلاح، اہل ملت کا ہر حال اور ہر شکل میں اتحاد، خیر القرون کے علم وعمل کی از سر نو تجدید، دین خالص و سنت خالصہ ومحسنہ کا اعتصام اور تمام تفرقوں اور بدعتی راہوں کے خلاف، قولاً، فعلاً اور عملاً دعوت الی اللہ کی صدا اس قوت ونفوذ کے ساتھ بلند کرنا کہ وقت کا کوئی شور وغوغا اس پر غالب نہ آسکے۔

اگر آج بھی مسلک ''اہل حدیث'' اپنی تمام تر ضوء افشانیوں، ضیاء پاشیوں اور رعنائیوں کے ساتھ اس دھرتی پر نافذ ہو جائے تو عجب نہیں کہ......

یہ بادہ کہن وقت کی خمار آلودگیوں کے علی الرغم، پھر جام و مینا کی گردش تک اور پارینہ رواداریٔ تازہ سے ترکیب پا کر ہنگامہ گزشتہ اور شورش رفتہ کی دست افشانیوں اور پاکوبیوں کا عالم پھر از سر نو تازہ کر دے۔

اہل دل، اہل نظر، اہل خبر اہل حدیث — کشور وحدانیت کے تاجور اہل حدیث
خضر منزل، رہروان جادہ صدق و صفا — حاملین سنت خیر البشر اہل حدیث
جس کا ہر پیغام، پیغام رب جہاں — ایسے پیغمبر کے پیغام بر اہل حدیث
راز دان گلستان کا یہی ہے فیصلہ — دین ہے اک نخل اور اس کا ثمر ''اہل حدیث''

فہرست مضامین

باب نمبر 2

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کے بغیر عمل نہیں کیا

باب نمبر 3

دین کامل ہے

باب نمبر 4

اتباع رسول ﷺ

باب نمبر 5

ترک سنت کی سزا

باب نمبر 6

اہمیت حدیث

باب نمبر 7

سنت کی مطابقت

باب نمبر 8

اطاعت رسول کے لیے خواہشات کی قربانی

باب نمبر 9

حدیث رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں

باب نمبر 10

مخالفین سنت سے بیزاری

باب نمبر 11

بدعت ...... بدترین عمل

باب نمبر 12

اسوۂ رسول اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرط

باب نمبر 13

ترک تقلید

باب نمبر 14

اختلافات کا حل

باب نمبر 1

انسانی حواس غلطی کھاتے رہتے ہیں

وحی کی ضرورت و اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس بھی دیے اور عقل بھی عطا فرمائی ہے لیکن ان کے ذریعے ایک مخصوص حد تک علم حاصل ہو سکتا ہے اور اس میں غلطیوں کے امکانات بھی ہیں مثلاً ہم دن رات مشاہدہ کرتے ہیں کہ نگاہ دیکھنے میں غلطی کرتی ہے چنانچہ چاندنی رات کو جب چاند بھی نکلا ہوا ہوتا ہے، بادل بھی آسمان پر ہوتے ہیں تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ گویا چاند دوڑ رہا ہے جبکہ حقیقت میں بادل دوڑ رہے ہوتے ہیں اسی طرح ایک گاڑی میں آپ سوار ہیں اور وہ رکی ہوئی ہے دوسری گاڑی برابر سے گزرتی ہے دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری گاڑی دوڑ رہی ہوتی ہے حالانکہ وہ کھڑی ہوتی ہے اسی طرح ریل میں بیٹھے ہوتے جب جنگل میں درخت نظر آتے ہیں تو محسوس ایسا ہوتا ہے کہ درخت دوڑ رہے ہیں حالانکہ درخت اپنی جگہ کھڑے ہوتے ہیں تو یہ نگاہ جو حواس ظاہرہ میں سے ہے دن رات غلطی کرتی ہے اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے قوت سامعہ عطا فرمائی ہے لیکن اس کا خوب تجربہ ہے کہ وہ سننے میں غلطی کرتی ہے کہنے والا کچھ کہتا ہے اور سننے والا اس کے برعکس سنتا ہے۔

قوتِ ذائقہ تو تبدیل ہوتی رہتی ہے ذرا سا صفراوی بخار ہو جائے تو میٹھی چیز بھی انسان کو کڑوی معلوم ہوتی ہے تو حواس کا یہ عالم ہے کہ اس میں غلطی کا بہت زیادہ امکان موجود ہے۔

جہاں تک عقل کا تعلق ہے سو آپ کو معلوم ہے کہ وہ نابالغ ہے خواہ وہ ترقی کرے

کہیں سے کہیں پہنچ جائے اس میں عدم بلوغ کی شان باقی اور برقرار رہتی ہے۔ چنانچہ ہم عقلاء کو دیکھتے ہیں کہ ہر چیز میں اختلاف کرتے ہیں شاذ و نادر ہی کسی مسئلے میں ان کا اتفاق ملے گا۔ ورنہ اختلاف ہی اختلاف ہوتا ہے عقلاء کا آپس میں اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ عقل کی رسائی منزل تک ضروری نہیں۔

معلوم ہوا کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لیے نہ تو حواس ظاہرہ پر کلی اعتماد و انحصار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انسانی عقل پر کیونکہ یہ تمام چیزیں حقیقت کے کما حقہ ادراک سے عاجز ہیں۔

ان کے مقابلے میں ایک ذریعہ ''وحی'' ہے جس کے دائرہ کار کی ابتداء عقل و حواس کی حدود کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور یہ ایک ایسا محفوظ ذریعہ ہے کہ قرآن کریم نے اعلان کیا ہے: ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (فصلت:۴۲) اس میں باطل کی آمیزش کا کوئی امکان نہیں۔

اللہ اور بندے کا تعلق وحی کے ذریعے:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں کا جو تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور بندے مخلوق، اللہ تعالیٰ مالک ہیں بندے مملوک، اللہ تعالیٰ معبود ہیں اور بندے عابد، یہ تعلق بذریعہ وحی ثابت ہوتا ہے۔

اس تعلق کے ثبوت کے بعد پھر بندوں سے ایمان، علم اور اعمال و عبادات کے مطالبے ہوتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے وحی کی بحث کو کیوں مقدم کیا:

امام بخاری رحمہ اللہ نے سب محدثین سے جدا راستہ اختیار کیا اور اپنی کتاب کا آغاز وحی کی بحث سے کیا اس لیے کہ بے شک ''سنت''، طہارت، صلوٰۃ، اوقات صلوٰۃ، اور اسناد کی اہمیت اپنی جگہ ضرور ہے لیکن ان تمام کا مدار تو وحی پر ہے چنانچہ نماز، سنت، طہارت، اوقات کا ثبوت وحی ہی سے ہوگا۔ اسی طرح اسناد پر زور سنت کی حفاظت کی خاطر ہے جبکہ سنت کا اثبات وحی سے ہوتا ہے تو چونکہ تمام شرائع کا منبع اور مدار وحی ہے، اس لیے امام بخاری نے وحی کی عظمت

اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ''وحی'' کی بحث سے اپنی عظیم کتاب کا افتتاح فرمایا۔

علامہ سندھی رحمہ اللہ کی رائے:

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کی ابتداء وحی سے کی ہے اور اسے ایمان پر مقدم کیا ہے اس لیے کہ اس ''صحیح'' میں جو کچھ وہ ذکر کرنے والے ہیں وہ سب اس بات پر موقوف ہے کہ آپ ﷺ موحیٰ الیہ نبی ہیں اس لیے پہلے یہ ثابت کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا عہدہ

آپ ﷺ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تھی کہ جو بات ہم آپ کو بتائیں آپ من وعن اسے امت تک پہنچا دیں۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کا اختیار آپ ﷺ کو نہیں۔ آپ ﷺ نے یہ ذمہ داری کما حقہ پہنچائی کسی قسم کی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ کی وحی سے نہ کچھ چھپایا اور نہ اس میں کچھ اضافہ کیا۔ آپ ﷺ ایک امین رسول ﷺ ہیں۔ یہ بہت بھاری ذمہ داری تھی جس کو ادا کر کے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجمع عام سے خطاب فرمایا اور آخر میں صحابہ کرام سے اس بات کی گواہی لی کیا میں اللہ کے پیغامات تمھیں پہنچا دیے ہیں؟ تو سارے مجمع نے بیک زبان کہا:[بَلَّغْتَ وَ اَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ] تو آپ نے ان کی بات سن کر کہا[اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ]

آپ ﷺ نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴾

''اور یہ (نبی) اپنی طرف سے نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔'' (النجم:۳،۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اپنی مرضی و خواہش سے نہیں بولتے تھے بلکہ آپ نے صرف وہی تعلیمات ارشاد فرمائیں جن کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم دیا اور اگر زندگی میں چند ایک بار بتقاضائے بشریت ایسی کوئی بات سامنے آئی بھی تو اللہ رب العالمین نے فوراً وضاحت کے لیے وحی نازل فرمائی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے شہد کے بارے میں فرمایا تھا کہ اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں کھاؤں گا۔" (صحیح بخاری، تفسیر، سورۃ التحریم، ح:۴۹۱۲)، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ (التحریم:۱)

"اے نبی ﷺ آپ کیوں (اپنے آپ پر) حرام فرماتے ہیں، جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔"

حالانکہ احادیث سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے امت پر اسے حرام قرار نہیں دیا تھا لیکن چونکہ آپ ﷺ کی زبان حق سے نکلا ہوا ایک ایک فقرہ اور جملہ ضابطہ حیات ہے، ہر عمل مشعل رشد و ہدایت ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہتی دنیا تک کے لیے امام، مقتدا و مطاع ہیں، آپ کی اطاعت و اتباع کا حکم ہے تو لوگ کہیں آپ کی پیروی میں ایک حلال چیز کو حرام نہ کر بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت نازل فرمادی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی خاص نگرانی میں تھے۔

آپ نے اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کی:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِينَ ۝ ﴾ (الحاقة: ٤٤ تا ٤٧)

"اور اگر (ہمارے نبی ﷺ) بعض باتیں گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر

دیتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم ان کی شہہ رگ کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس (کام) سے روکنے والا نہ ہوتا۔"

آج کوئی کوتاہ فہم نادان یہ ہرگز نہ سمجھے کہ یہ رب الکریم کی اپنے منتخب آخری رسول خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ (نعوذ باللہ من سوء الفهم) ہرگز نہیں یہ ڈانٹ ڈپٹ نہیں یہ تو رب الکریم کی اپنے رسول ﷺ کے حق وصدق کی نازل کردہ ٹھوس، واضح اور مضبوط برہان و دلیل ہے۔ آپ کے مخالفین کے الزام کا ایک دندان شکن جواب ہے جو بد بخت آپ پر بہتان طرازی کرتے تھے کہ آپ ﷺ یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لائے ہیں، ان کی ناپاک زبانیں بند کرنے کے لیے ایک مسکت و لا جواب دلیل ہے جس کے سامنے وہ بالکل عاجز و بے بس ہو چکے ہیں۔ للہ الحمد

آپ کی زبان سے ہر بات حق نکلتی ہے:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات سنا کرتا اسے، یاد کر لینے کے ارادے سے لکھ لیا کرتا تھا۔ قریش کے بعض لوگوں نے مجھے اس عمل سے روکا اور کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کرو جب کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں۔ (بتقاضائے بشریت) آپ کبھی خوشی میں ہوتے ہیں اور کبھی ناراضی یا غصے میں، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے اپنی بابرکت انگلی سے اپنے مبارک منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

[اُكْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ]

"لکھو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے منہ سے حق بات کے سوا کچھ نہیں نکلتا ہے۔"[1]

سبحان اللہ! یہ عظیم مرتبہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے کلام کا، آپ کے فرامین کا، کہ اللہ

---

[1] سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، رقم الحدیث: ٣٦٤٦، و رواه الحاكم فی المستدرك، كتاب العلم، الحدیث: ٣٥٧

رب العالمین نے نبی ﷺ کی زبان مبارک کو محفوظ فرما دیا تھا کہ آپ کی زبان سے حق بات ہی نکلتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ آپ رہتی دنیا تک کے امام و مطاع و مقتداء ہیں۔ آپ کی زندگی بہترین نمونہ ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو اپنی مبارک زبان سے نکلی ہوئی ہر ہر بات کے لکھنے کا حکم دیا، حالانکہ آپ ﷺ کے سامنے یہ اشکال رکھ دیا گیا تھا کہ لوگوں کے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مزاج گرامی پر بعض اوقات غصہ و ناراضی کے آثار ہوتے ہیں اور بسا اوقات خوشی کے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس اشکال کے باوجود اپنی ہر ہر بات لکھنے کی اجازت دے کر گویا یہ وضاحت فرما دی کہ غصہ یا ناراضی ہو یا خوشی میری زبان سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے ناحق بات کا تصور بھی نہ کرنا۔" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

"(اے رسول ﷺ) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے (تمام) باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو بھی فیصلہ آپ کریں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کرلیں۔" (النساء: ٦٥)

اور یہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہی خصوصیت ہے، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کی بات کا انکار کفر نہیں۔ دیوبندیوں کے موجودہ دور کے "امام اہل سنت" مولوی سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

- "جناب رسول اللہ ﷺ کی پہنچائی ہوئی اور بتائی ہوئی ہر ایک تعلیم خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت ہوتی ہے۔" (راہ سنت: ۲۳)
- "اور اس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہوتی ہے اور اس کی پیش کردہ تعلیم کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے رسول کے سوا کسی دوسرے شخص کو اور اس کی پیش کردہ تعلیم

کو ہرگز ہرگز یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔'' (راہ سنت،ص:۲۳، بیسواں ایڈیشن)

اس مقام پر سرفراز خان صاحب نے صاف اور صاف اور واضح الفاظ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی شخص کا یہ منصب نہیں کہ اس کی تعلیمات کا انکار کفر ہو۔ مثلاً اگر کوئی امام ابوحنیفہ کی رائے ، قیاس یا اجتہاد کا انکار کردیتا ہے تو وہ کافر نہیں ۔ اسی طرح اگر کوئی شخص امام مالک، امام شافعی، یا امام احمد بن حنبل یا کسی اور امام کی رائے و قیاس کا انکار کردیتا ہے تو وہ کافر نہیں ۔ کیونکہ لوگوں نے خود اپنی مرضی سے انھیں امام بنایا، مطاع بنایا، تقلید کے نام پر ان کی اطاعت کو اپنے آپ پر اپنی طرف سے فرض یا واجب بھی قرار دیا۔ لیکن ان کو امام ماننے والا کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ان کی رائے و قیاس کا انکار کفر ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقرر کردہ امام و مطاع محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مطیع بڑے ہی یقین اور وثوق سے ببانگ دہل یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات تو دور آپ کی کسی ایک بھی ثابت شدہ تعلیم، گفتار یا عمل کا انکار کرنے والا یقیناً کافر ہے۔ حق کی یہی شان ہوتی ہے کہ اس کا انکار کفر ہی ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا انکار اور آپ کی نافرمانی کفر ہے اور لوگوں کے مقرر کردہ امام کی پیروی وتقلید نہ کرنا کفر نہیں ۔ دوسرے لوگوں کا تو کیا ذکر خود ان کے مقلدین نے بھی ان کی کئی تعلیمات اور ان کے کئی فیصلوں کو تسلیم کرنے سے علانیہ طور پر انکار کردیا۔

نبی اور امتی میں فرق:

سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:'' کتاب اصول میں وہ صراحت سے یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ:[اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَ يُصِيبُ] [1]

مجتہد کی رائے خطا بھی ہوسکتی ہے اور درست بھی ہوسکتی ہے۔ وہ معصوم نہیں۔''

اسی طرح سرفراز خان صفدر صاحب اپنی ایک اور کتاب ''ازالۃ الریب'' میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی اور شیخ احمد، المدعو ملا جیون حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

[1] الکلام المفید:ص:۳۳۰،ص:۳۳۱

[وَ إِنْ كَانَ أَخْطَأَ الرَّأْيُ يَنْزِلُ الْوَحْيُ لِلتَّنْبِيْهِ عَلَى الْخَطَاءِ وَ مَا تَقَرَّرَ عَلَى الْخَطَاءِ قَطُّ بِخَلَافِ سَائِرِ الْمُجْتَهِدِيْنَ فَإِنَّهُمْ إِنْ أَخْطَأُوا أَبْقَى خَطَأُهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ❶

''اور اگر آپ (ﷺ) سے خطا سرزد ہوتی تھی تو خطا پر تنبیہ کے لیے وحی نازل ہوتی تھی اور آپ کو خطا پر ہرگز برقرار نہیں رکھا جاتا تھا، بخلاف دیگر سب مجتہدین کے کیونکہ اگر ان سے خطا سرزد ہو جائے تو قیامت تک ان کی خطا باقی رہتی ہے۔''

ابوحنیفہ کی رائے بدلتی رہی ہے:

[فَقَالَ يَوْمًا أَبُوْ حَنِيْفَةَ لِأَبِيْ يُوْسُفٍ: وَيْحَكَ يَا يَعْقُوْبُ، لَا تَكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّيْ فَإِنِّيْ قَدْ أَرَى الْيَوْمَ غَدًا وَ أَرَى غَدًا وَ أَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ] ❷

''ایک دن ابو حنیفہ نے ابو یوسف سے کہا تیرا برا ہو اے یعقوب، مجھ سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کر، اس لیے کہ میں تو آج ایک رائے رکھتا ہوں کل اسے ترک کر دیتا ہوں اور کل دوسری رائے رکھتا ہوں تو پرسوں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔''

نبوت کے مقام پر فائز ہونے کی ناکام کوشش:

بعض لوگوں نے اپنے لیے بھی اس بات کا دعویٰ کر دیا جیسا کہ دیوبندی ''قطب عالم'' رشید احمد گنگوہی صاحب کے متعلق لکھا گیا کہ: ''آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے، سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔'' ❸

❶ نور الانوار مع المنار: ٢١٨ ازالة الريب: ٨٦

❷ تاریخ ابن معین: ٣/ ٥٠٤، مطبوعة: احياء التراث الاسلامی

❸ تذکرۃ الرشید: ٢/ ١٧

کیا یہ منصب رسالت، پر ''ڈاکہ'' نہیں؟ کہ جو مقام رسول اللہ ﷺ کا تھا، یہ جناب رشید گنگوہی صاحب اپنے لیے ثابت کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''اور ان کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔''

قرآن مجید تو بتاتا ہے کہ ہدایت و نجات موقوف ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر۔ لیکن دیوبندیوں کے ''قطب عالم'' صاحب کا دعویٰ ہے کہ'' ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر'' کیا یہ قرآن مجید کی تعلیمات سے سراسر غفلت کا نتیجہ نہیں؟

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''اور ائمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے ہر اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہے۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ وحی کے بغیر مسئلہ نہیں بتاتے تھے

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب منعقد کیا ہے:

[مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْأَلُ مِمَّا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ أَوْ لَمْ يُجِبْ حَتّٰى يُنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ وَ لَمْ يَقُلْ بِرَأْيٍ وَ لَا بِقِيَاسٍ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ﴾](النساء:۱۰۵)

''نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا جاتا اگر اس کے متعلق وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو آپ کہتے میں نہیں جانتا یا آپ جواب ہی نہ دیتے حتی کہ وحی نازل کی جاتی اور آپ رائے اور قیاس سے کچھ نہ کہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰكَ اللّٰهُ ﴾

❶ تقلید کی شرعی حیثیت:۱۲۵

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے:

جب تک میراث کی آیت نہیں اتری سیدنا جابر کو کچھ نہیں بتایا:

[عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ مَرِضْتُ فَجَاءَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعُوْدُنِيْ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ هُمَا مَاشِيَانَ فَأَتَانِيْ وَ قَدْ اُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ صَبَّ وَضُوْئَهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ رُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقْضِي فِيْ مَالِيْ كَيْفَ أَصْنَعُ فِيْ مَالِيْ؟ قَالَ فَمَا أَجَابَنِيْ بِشَيْءٍ حَتّٰى نَزَلَ آيَةُ الْمِيْرَاثِ] [1]

”جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے میں بے ہوش تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، جس سے میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے عرض کیا:” یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں اپنے مال کا کیا فیصلہ کروں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کوئی جواب نہ دیا جب تک میراث کی آیت نہ اتری۔“

فائدہ= امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کردیا ہے کہ جس چیز کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو صاف کہہ دیتے ہیں مجھے علم نہیں حتی کہ اس کے متعلق وحی اترتی۔

جب تک وحی نہیں اتری روح کے متعلق کچھ نہیں بتایا:

[عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ حَرْثٍ وَ هُوَ مُتَّكِيٌّ عَلٰى عَسِيْبٍ اِذْ مَرَّ الْيَهُوْدُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

[1] صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب عیادۃ المریض، حدیث: ۵۶۵۱

سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ ، فَقَالَ: مَا رَأْيُكُمْ إِلَيْهِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ ، فَقَالُوْا : سَلُوْهُ فَسَأَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوْحَى إِلَيْهِ فَقُمْتُ مَقَامِيْ فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَ مَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾][1]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک باغ میں تھا، آپ ﷺ کھجور کی ایک چھڑی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ یہودی گزرے وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے ان (یعنی محمد ﷺ) سے روح کے بارہ میں سوال کرو۔ (ان میں سے) ایک نے کہا: '' محمد ﷺ کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں، جو تمہیں ناگوار گزرے۔ پھر انہوں نے (فیصلہ کرکے) کہا: '' اچھا چلو سوال کرو۔'' چنانچہ یہودیوں نے آپ سے پوچھا: ''روح کیا چیز ہے؟'' نبی اکرم ﷺ خاموش رہے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے چنانچہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَ مَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل ۱۷/۸۵)

''اے محمد ﷺ ! لوگ آپ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے روح میرے رب کا حکم ہے اور تم کو (اس بارہ میں) کم ہی علم دیا گیا ہے۔''

قرضہ معاف نہیں، یہ ابھی جبریل نے مجھے بتایا ہے:

ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر وعظ کیا آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر باب ﴿وَ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ رقم:۴۷۲۱)

[إِنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْإِيْمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ]

''جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ سب سے افضل اعمال ہیں۔''

ایک آدمی نے کھڑے ہو کر سوال کیا اے اللہ کے رسول اگر میں اللہ کے رستے میں قتل کر دیا جاؤں کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ!] جی ہاں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے مقابلہ کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا کہ تو اپنا سوال دوبارہ لٹا اس نے دوبارہ پھر وہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ہاں تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے ماسوائے قرض کے۔

[فَإِنَّ جِبْرَائِيْلَ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ]

''یہ بات مجھے جبرائیل نے بتائی ہے۔'' ❶

فائدہ = جب تک آپ کو جبرائیل نے نہیں بتایا تھا کہ قرضہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتا آپ ﷺ نے نہیں بتایا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

[فَمَحْمُوْلٌ عَلٰى أَنَّهٗ أُوْحِيَ إِلَيْهِ بِهٖ فِي الْحَالِ]

''یہ بات اس پر محمول ہے کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی۔''

جب وحی نازل ہوئی تو کہا جبہ اتار دے:

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ جعرانہ میں تھے۔ اس شخص نے جبہ پہنا تھا اور خوشبو کی مہک اس سے آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا میں عمرہ میں کیا کروں۔ نبی ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی

❶ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللّٰہ کفرت خطایاہٗ الا الدّین حدیث: ۱۸۸۵

نازل کردی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی بن امیہ کو کہا کیا تو خوش ہو گا کہ تو نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتا ہوا دیکھے۔ یعلی بن امیہ نے کہا میں بہت پسند کرتا ہوں کہ آپ پر وحی کا نزول دیکھوں۔

نبی ﷺ ایک پردے کی اوٹ میں تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پردہ اٹھایا، یعلی فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ پر وحی والی کیفیت دیکھی آپ خراٹے لے رہے تھے۔ جس طرح نوجوان شخص خراٹے لیتا ہے۔ جب آپ سے وحی والی کیفیت منکشف ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا: عمرۃ کے متعلق سوال کرنے والا کدھر ہے۔ آپ نے اسے فرمایا:

[اِخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخُلُوقِ عَنْكَ وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ]

"جبہ اتار دے خوشبو کا نشان ختم کردے اور عمرہ میں وہی کچھ کر جو تو حج میں کرتا ہے۔"❶

فائدہ = نبی ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ حالت احرام میں اگر کوئی خوشبو لگالے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ ﷺ نے اس سوال کا جواب اپنی طرف سے نہیں بتایا آپ خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل کی۔ پھر آپ ﷺ نے اسے جواب دیا۔

جو تلوار تم نے مانگی تھی اب لے لو:

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں: میرے متعلق چار آیات نازل ہوئیں ہیں۔ جب ام سعد نے حلف اٹھایا کہ میں کچھ کھاؤں پیوں گی نہیں حتی کہ تو کفر کرے اپنے دین کے ساتھ۔ تین دن اس نے کچھ نہ کھایا پیا تو اسے غشی طاری ہو گئی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ إِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا

❶ صحیح البخاری، کتاب الحج، بما یفعل فی العمرۃ ما یفعل فی الحج، حدیث: ۱۷۸۹

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ العنکبوت:۸)

دوسری آیت: بدر میں میرا بھائی عمیر قید ہو گیا مجھے بڑا غصہ تھا میں نے ایک کافر کو قتل کیا اور اس کی تلوار پکڑ لی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا یہ تلوار مجھے دے دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے مال غنیمت میں رکھ دو۔ میں نے رکھ تو دی لیکن مجھے یہی تمنا تھی کاش کہ یہ تلوار مجھے مل جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الانفال:۱)

جب میں بیمار ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا بھیجا۔ آپ میری عیادت کو آئے میں نے کہا نہیں میں نے تیسرا حصہ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور پھر کہا تیسرا بھی زائد ہے۔
میں انصار اور مہاجرین کی مجلس میں آیا آؤ ہم تمہیں شراب پلائیں۔ اس وقت ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ میں ان کے ساتھ ایک باغ میں گیا۔ وہاں اونٹ کی بھونی ہوئی سری تھی اور شراب کا مشکیزہ تھا۔ میں نے وہ کھایا اور پیا۔ پھر وہاں یہ گفتگو ہوئی کہ مہاجر افضل ہیں یا انصار؟ میں نے کہا مہاجرین انصار سے افضل و بہتر ہیں ایک آدمی نے اٹھ کر میرا جبڑا پکڑا اور میری ناک پر مارا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (صحیح مسلم:۱۷۴۸)

میں نے مال غنیمت سے ایک تلوار پکڑی اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہا یہ تلوار مجھے دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [ضَعه] اس کو رکھ دو۔

[ثُمَّ قَامَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ]

”پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور کہا جہاں سے اسے پکڑا ہے وہیں رکھ دو۔“

میں نے پھر کہا، آپ یہ مجھے عطا کر دیں آپ نے پھر وہی جواب دیا، جہاں سے پکڑی ہے وہیں رکھ دو۔ تین مرتبہ سعد رضی اللہ عنہ نے سوال کیا ہر مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا: اس کو وہیں رکھ دو۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾

"وہ آپ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجیے انفال اللہ کے لیے ہے رسول کے لیے ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو کہا:

[خُذْ سَيْفَكَ إِنَّكَ سَأَلْتَنِيهِ وَ لَيْسَ لِي وَ لَا لَكَ قَدْ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِي وَجَعَلْتُهُ لَكَ] ❷

"تم اپنی تلوار پکڑ لو جوتو نے مجھ سے مانگی تھی۔ اس وقت یہ نہ تیری تھی نہ میری، اب اللہ نے میرے لیے مقرر کر دی ہے اور میں تجھے عطا کرتا ہوں۔"

فائدہ= جب تک آسمان سے وحی نازل نہیں ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو تلوار نہیں دی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کا فیصلہ نازل کیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلوار عطا کی۔ حالانکہ اس سے پہلے سعد رضی اللہ عنہ بہت زیادہ اصرار بھی کر رہے تھے۔

اللہ کی قسم! تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا:

[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُمَا قَالَا إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ إِلَّا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ وَ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ أْذَنْ لِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [قُلْ] قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ وَ إِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى

❷ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الانفال، حديث: ١٧٤٨

اِبْنِی الرَّجْمَ فَافْتَدَیْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَ وَلِیْدَةٍ فَسَأَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُوْنِی اِنَّمَا عَلَى ابْنِی جَلْدُ مِائَةٌ وَ تَغْرِیْبُ عَامٍ وَ اَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَأَقْضِیَنَّ بَیْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ] اَلْوَلِیْدَةُ وَ الْغَنَمُ رَدٌّ وَ عَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَغْرِیْبُ عَامٍ وَاغْدُ یَا اُنَیْسُ اِلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَاِنْ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا] قَالَ فَغَدَا عَلَیْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَأَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرُجِمَتْ] [1]

”ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کیجئے۔“ مقدمے کا دوسرا فریق زیادہ سمجھ دار تھا اس نے عرض کیا: ”ہاں رسول اللہ ﷺ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ فرمایئے، لیکن مجھے بات کرنے کی اجازت دی جائے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا بات کرو۔“ اس نے عرض کیا: ”میرا بیٹا اس کے گھر نوکر تھا، اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا تیرے بیٹے کے لئے رجم کی سزا ہے۔ میں نے اس کے بدلے سو بکریاں صدقہ کیں اور ایک لونڈی آزاد کی۔ پھر میں نے علماء سے پوچھا، تو انہوں نے کہا تیرے بیٹے کے لئے سو کوڑوں کی سزا اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور فریق ثانی کی بیوی کے لئے سنگساری کی سزا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔“ فریق اول کو حکم دیا کہ ”اپنی بکریاں اور لونڈی واپس لے لو تمہارے بیٹے کے لئے سو کوڑے ہیں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے۔“ پھر ایک صحابی انیس کو حکم دیا کہ ”تم کل اس

[1] صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط ،رقم: ۲۷۲۵

عورت سے جا کر پوچھو، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کردو۔" حضرت انیس رضی اللہ عنہ اگلے روز گئے۔ عورت نے زنا کا اقرار کرلیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ سنگسار کر دی گئی۔"

فائدہ= فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَأَقْضِیَنَّ بَیْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ] ان الفاظ پر غور کرو۔

جب آیت نازل ہوئی تو کہا تیرا حج صحیح ہے:

ابو امامہ التیمی کہتے ہیں، میں حج میں مزدوری کرتا تھا، کچھ لوگوں نے مجھے کہا تیرا حج نہیں۔ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ملا تو میں نے کہا: اے ابو عبد الرحمان، میں حج میں مزدوری کرتا ہوں لوگوں نے مجھے کہا ہے تیرا حج نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تو نے احرام نہیں باندھا، تلبیہ نہیں کہا؟ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا عرفات سے افاضہ نہیں کیا، جمروں کو کنکریاں نہیں ماریں؟ میں نے کہا یہ سب کام کیے ہیں تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اسی طرح کا سوال ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا:

[فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ یُجِبْهُ حَتّٰی نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ ﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾](البقرۃ:۱۹۸)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی، تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور یہ آیت اسے پڑھ کر سنائی پھر کہا: [وَلَكَ حَجٌّ] "تیرا حج صحیح ہے۔"❶

اپنے گھر میں ہی عدت پوری کر:

[عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْفُرَیْعَةَ بِنْتَ مَالِكٍ

❶ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الکری، الحدیث ۱۷۳۳

بُنِ سِنَانٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا وَ هِیَ أُخْتُ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَاءَ تْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلٰی اَهْلِهَا فِیْ بَنِیْ خُدْرَةَ فَاِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِیْ طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهٗ اَبَقُوْا حَتّٰی اِذَا كَانُوْا بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوْهُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ اِلٰی اَهْلِیْ فَاِنِّیْ لَمْ يَتْرُكْنِیْ فِیْ مَسْكَنٍ يَمْلِكُهٗ وَ لَا نَفَقَةٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَتْ فَخَرَجْتُ حَتّٰی اِذَا كُنْتُ فِی الْحُجْرَةِ اَوْ فِی الْمَسْجِدِ دَعَانِیْ اَوْ اَمَرَ بِیْ فَدُعِيْتُ لَهٗ فَقَالَ كَيْفَ قُلْتِ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِیْ ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِیْ قَالَتْ فَقَالَ امْكُثِیْ فِیْ بَيْتِكَ حَتّٰی يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَرْسَلَ اِلَیَّ فَسَأَلَنِیْ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاتَّبَعَهٗ وَ قَضٰی بِهٖ] [1]

”زینب بنت کعب بنت عجرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور پوچھا:” کیا وہ بنی خدرہ میں اپنے گھر جاسکتی ہیں؟ کیونکہ میرے خاوند کے چند غلام بھاگ گئے تھے وہ انہیں ڈھونڈنے نکلے جب طرف قدوم (ایک مقام ہے مدینہ سے سات میل پر) پہنچے تو وہاں غلاموں کو پایا اور غلاموں نے میرے خاوند کو مار ڈالا چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں کیونکہ میرا خاوند میرے لئے کوئی مکان یا خرچ وغیرہ چھوڑ کر نہیں مرا؟“ فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:” چلی جاؤ۔“

[1] ابوداود، کتاب الطلاق، باب المتوفی عنہا... رقم ۲۳۰۰

فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں وہاں سے نکلی ابھی مسجد یا حجرہ میں ہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا یا کسی کو بلانے کا حکم دیا اور مجھے بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم نے کیا کہا تھا؟'' میں نے ساری بات دوبارہ بیان کی جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق کہی تھی۔ حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھر میں ٹھہری رہو حتی کہ عدت پوری ہو جائے۔'' چنانچہ میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن پورے کئے۔ حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پیغام بھیجا اور مسئلہ دریافت کیا تو میں نے انہیں یہی بتایا اور انہوں نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔''

فائدہ=فریعہ بنت مالک نے اپنی مجبوری بھی بیان کہ اکیلی ہوں، مکان بھی شوہر کی ملکیت نہیں، خرچ بھی پاس نہیں اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت نہیں دی۔

زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زید بن حارثہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ہم انھیں زید بن محمد سے پکارتے تھے۔ حتی کہ قرآن نازل ہوا: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ انھیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت زیادہ انصاف ہے۔ (1)

فائدہ= نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا اور یہ دورِ جاہلیت میں جائز تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے اس رسم کو نہیں بدلا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔

جب قرآن اترا تب طلاق کا مسئلہ بتایا:

دورِ جاہلیت میں عرب میں ایک دستور یہ تھا کہ مرد کو لا تعداد طلاقیں دینے کا حق حاصل تھا۔ اگر مرد چاہتا اپنی بیوی کو تنگ اور پریشان کرتا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ طلاق دی

(1) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ادعوھم لآبائھم، حدیث: ٤٧٨٢

اور عدت کے اندر رجوع کر لیا پھر طلاق دی پھر رجوع کر لیا اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا۔ نہ وہ عورت کو اچھی طرح اپنے پاس رکھتا اور نہ اسے آزاد کرتا کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرد اپنی عورت کو جتنی بھی طلاقیں دینا چاہتا۔ دیے جاتا اور عدت کے اندر رجوع کر لیتا۔ اگر چہ وہ مرد سو بار یا اس سے زیادہ طلاقیں دیتا جائے۔ یہاں تک ایک انصاری مرد نے اپنی بیوی سے کہا۔ اللہ کی قسم میں نہ تجھے طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو سکے اور نہ ہی تجھے بساؤں گا۔ اس عورت نے پوچھا وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا میں تجھے طلاق دوں گا اور جب تیری عدت گزرنے کے قریب ہو گی تو رجوع کر لوں گا یہ جواب سن کر وہ عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور اپنا یہ دکھڑا سنایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ ماجرا سنایا تو آپ بھی خاموش رہے۔

[حَتّٰی جَاءَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَتْهُ فَسَكَتَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی نَزَلَ الْقُرْاٰنُ ، ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾] ❶

فائدہ= قرآن نے بتایا کہ رجعی طلاقیں دو مرتبہ ہیں بار بار طلاق اور بار بار رجوع صرف دو مرتبہ تک ہے اس کے بعد طلاق بائنہ ہو گی عورت مرد کے پاس واپس نہیں آ سکتی سوائے ایک اتفاقی صورت کے کہ کسی اور مرد سے اس کا نکاح ہو اور وہاں بھی اس کا معاملہ نہ چل سکا اس نے طلاق دے دی یا وہ فوت ہو گیا تو عدت کے بعد پہلے شوہر کی طرف نئے نکاح سے آ سکتی ہے۔ جب تک طلاق کے متعلق آسمان سے وحی نازل نہیں ہوئی آپ نے اس پریشان الحال عورت کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی طرف سے کوئی قانون نہیں بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے۔ وحی الٰہی کے بغیر نہیں بولتے تھے۔

خولہ جھگڑتی رہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نزول تک خاموش رہے:

جاہلیت میں دستور ہوتا تھا کہ جب میاں بیوی میں لڑائی ہو جاتی تو خاوند غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو یوں کہہ دیتا [اَنْتِ عَلَیَّ كَظَهْرِ اُمِّیْ] یعنی تو مجھ پر میری ماں کی

❶ ترمذی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی طلاق المعتوہ، حدیث: ۱۱۹۲

پیٹھ کی طرح ہے۔ تو اسے دائمی طلاق سمجھا جاتا تھا یہ صرف معمولی طلاق ہی نہ تھی بلکہ شدید قسم کی طلاق سمجھی جاتی تھی۔ جس کے بعد ان دونوں میاں بیوی کے مل بیٹھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہتی تھی۔

ایک انصاری اوس بن صامت اور اس کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ میں لڑائی جھگڑا ہوا تو اوس بن صامت نے غصہ میں آ کر یہی الفاظ کہہ دیئے جس کا فریقین میں معروف مفہوم ابدی طلاق تھا بعد میں زوجین کو شدید ندامت ہوئی اور چونکہ اولاد بھی تھی۔ لہٰذا اولاد کے مستقبل نے کئی خطرات سامنے لا کھڑے کیے۔ خولہ بنت ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئی اور اس کا حکم پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی ہے چونکہ ابھی ظہار کا کوئی واضح حکم نازل نہیں ہوا تھا اس پر خولہ کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میرے خاوند نے طلاق کا لفظ تو نہیں بولا تھا۔ میں نے تو جوانی اس کے پاس گزار دی اب بڑھاپا کس کے پاس گزاروں گی۔ نیز میری اولاد بھی ہے اگر میں اس سے دستبردار ہو جاؤں تو اولاد بے توجہی کا شکار ہو جائے گی اور اگر اپنے پاس رکھوں تو اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وہ ساتھ ہی ساتھ روتی بھی جاتی تھی اور کہتی جاتی کہ مجھے کوئی بہتر صورت بتایئے اور یہ بھی کہ اللہ میرے حق میں بہتر فیصلہ نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی فریاد سن لی اور سورت مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل فرما دیں یہ اسی خستہ حالی میں واپس جا رہی تھی کہ آپ ﷺ نے اسے واپس بلا کر یہ آیتیں سنا دیں۔ جن میں صرف اسی مسئلے کا حل موجود نہ تھا، بلکہ اللہ نے اس عورت کی وجہ سے آئندہ کے لیے اس بد رسم کو مٹا کر تمام بنی نوع انسان پر رحمت فرما دی۔ چنانچہ اللہ نے صحابہ کرام کے دل میں اس عورت کی بہت قدر و منزلت پیدا فرما دی۔ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں کہیں جا رہے تھے کہ خولہ مذکورہ نے راستہ ہی میں آپ کو بلایا اور کچھ بات کہنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے غور سے بات سننے لگے کسی نے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ بڑی توجہ سے بات سن رہے ہیں اور اسے اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یہ

وہ عورت ہے جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سن لی تھی۔ عمر کی کیا مجال کہ زمین پر اس کی بات توجہ سے نہ سنے۔

خولہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ تھے:

[فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَشْكُوْا إِلَيْهِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُجَادِلُنِيْ فِيْهِ وَ يَقُوْلُ اِتَّقِي اللّٰهَ فَإِنَّهُ ابْنُ عَمِّكَ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ]

''میں آپ سے شکایت کر رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے جھگڑا کر رہے تھے آپ کہہ رہے، اللہ سے ڈر۔ خولہ کہتی ہیں میں مسلسل شکایت کرتی رہی حتی کہ قرآن نازل ہوا۔'' ❶

فائدہ = آپ ﷺ خولہ کو کوئی نئی بات نہیں بتا رہے تھے حالانکہ وہ بڑی پریشان تھی۔ اپنی بے بسی بیان کر رہی تھی پیغمبر سے جھگڑ رہی تھی لیکن جب تک وحی نازل نہیں ہوئی آپ ﷺ نے خولہ کو فیصلہ نہیں سنایا جب وحی نازل ہوئی تو اسے ظہار کا مکمل مسئلہ بتایا۔

اے ہلال ! کوڑے کھاؤ یا گواہ لاؤ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو (خولہ بنت عاصم) کو شریک بن سحماء سے متہم کیا۔ آپ ﷺ نے ہلال سے فرمایا کہ چار گواہ لاؤ ورنہ حد قذف پڑے گی اپنی کمر کو کوڑوں کے لیے تیار کرلو۔ ہلال نے جواب دیا یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو بدکاری کرتے دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے؟ (یہ بہت مشکل ہے) لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ ورنہ حد پڑے گی۔ ہلال بن امیہ کہنے لگے، اس پروردگار کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے متعلق ضرور ایسا حکم نازل کرے گا جس سے میری پشت کو سزا سے بچالیں گے۔ اس کے بعد جبرائیل اترے اور ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ ﴾ سے لے کر ﴿مِنَ

❶ سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظہار، ح ۲۲۱۴

الصَّادِقِيْنَ﴾ (سورۃ نور:٦) تک آیات نازل ہوئیں جب تک یہ آیات نازل نہیں ہوئی تھیں تب تک آپ ہلال کو تہمت کی سزا کے لیے تیار رہنے کا حکم دیتے رہے۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے ہلال کی بیوی کو بلایا۔ پہلے ہلال نے لعان کی گواہیاں دیں۔ جب کہ آپ ﷺ ساتھ ساتھ فرما رہے تھے۔ دیکھو تم میں ایک ضرور جھوٹا ہے اور جو جھوٹا ہے وہ توبہ کرتا ہے یا نہیں۔ ہلال کے بعد اس کی بیوی کھڑی ہوئی اس نے چار گواہیاں دیں جب پانچویں دینے لگی تو لوگوں نے اسے سمجھایا کہ پانچویں گواہی تمھیں عذاب میں مبتلا کر دگی۔ یہ بات سن کر وہ ذرا جھجکی اور رکی۔

صحابہ فرماتے ہیں: ہم سمجھے کہ وہ اقرار کر لے گی مگر وہ کہنے لگی میں تمام عمر کے لیے اپنی قوم کو رسوا نہیں کر سکتی اور پانچویں گواہی بھی دے دی آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھتے رہو اگر اس کا بچہ کالی آنکھوں موٹی سرین اور موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا نطفہ ہوگا۔ کیونکہ شریک بن سحماء اس طرح کا تھا تو اس عورت کا بچہ اسی صورت کا پیدا ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کا حکم (لعان) نہ نازل ہوتا تو میں اس عورت کو ٹھیک سزا دیتا۔ ❶

فائدہ= رسول اللہ ﷺ ہلال کو یہی کہتے رہے کہ تیری پشت پر تہمت کی وجہ سے اسی کوڑے لگیں گے، کیونکہ تہمت کی یہی سزا تھی اور لعان کے متعلق ابھی کوئی حکم نہیں اترا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ جب اللہ تعالیٰ نے لعان کی آیتیں اتاریں تب ہلال تہمت کی سزا سے بری ہوئے۔

اور دیکھو غور کرو! رسول اللہ ﷺ کو پتہ بھی چل گیا کہ یہ عورت بدکار ہے اس کا بچہ زانی کے ساتھ ملتا ہے اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے سنگسار نہیں کیا کیونکہ اللہ کے قرآن نے لعان والی عورت کے متعلق سنگسار کا حکم نہیں دیا۔ صرف لعان کو کافی سمجھا ہے اور معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے: اور آپ ﷺ یہ کہتے رہے:

---

❶ صحيح البخاري، كتاب التفسير، رقم: ٤٧٤٧

[لَو لَا مَضٰی مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِیُ وَ لَهَا شَأْنٌ]

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کتنے پابند تھے وحی کے۔ اپنی طرف سے کوئی حد نہ لگاتے تھے نہ کسی حد کو ٹالتے تھے۔

قرآن اترنے سے پہلے سوال کو ہی ناپسند سمجھا:

سہل بن سعد راوی ہیں کہ عویمر، عاصم بن عدی کے پاس آئے جو عویمر بنی عجلان کے سردار تھے۔ ان سے پوچھا، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی شخص کے ساتھ دیکھے تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم لوگ بھی اس کو (قصاص) میں مار ڈالو گے پھر وہ کیا کرے۔ عاصم رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے اس قسم کے سوالات کو برا سمجھا (خاموش رہے) عاصم واپس آ گئے پھر جب عویمر نے مسئلہ پوچھا تو کہنے لگے میں تو ایسا مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی نہ پوچھوں گا۔ آخر عویمر خود رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی شخص کے ساتھ دیکھے تو وہ اسے مار ڈالے تو کیا آپ ﷺ (بدلے میں) اس کو مار ڈالیں گے۔ پھر آخر کیا کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن نازل کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں کو لعان کا حکم دیا جیسا کہ قرآن میں حکم تھا۔ عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کرنے کے بعد فرمایا۔ یا رسول اللہ! اگر اس عورت کو رکھوں تو میں ظالم ہوں۔ چنانچہ عویمر نے بیوی کو طلاق دے دی اور بعد میں لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ جاری ہوگیا۔ لعان کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا دیکھتے رہو اس کا بچہ سانولہ کالی آنکھوں والا اور بڑے سرین اور موٹی پنڈلیوں والا ہوا تو میں سمجھوں گا عویمر نے اپنی بیوی کے بارے میں سچ کہا۔ اور اگر بچہ گرگٹ کی طرح سرخ رنگ کا ہوا تو میں سمجھوں گا کہ عویمر نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی پھر جب بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ کی بتائی ہوئی علامات کے

مطابق عویمر سچا نکلا چنانچہ اس بچے کا نسب اس کی ماں سے ملایا گیا۔ ❶ یہ لعان مسجد میں ہوا اور سہل بن سعد کہتے ہیں، میں وہاں موجود تھا۔ ❷

فائدہ= آپ ﷺ نے عاصم کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ آپ ﷺ نے اس سوال کو ہی برا سمجھا جب لعان کے متعلق وحی نازل ہوئی تب آپ ﷺ نے عویمر کو لعان کا مسئلہ بتایا اور لعان کروایا۔

جب قرآن اترا تب کہا: اے مرثد زانیہ سے نکاح نہ کر:

عمرو بن شعیب کے دادا نے کہا کہ مرثد رضی اللہ عنہ بن ابی مرثد قیدیوں کو مکے سے مدینے لے جایا کرتے تھے مکہ میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا۔ اور وہ مرثد کی (اسلام لانے سے پہلے) دوست تھی مرثد رضی اللہ عنہ نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک شخص سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ اسے مدینہ لے جائے گا، مرثد کہتے ہیں کہ میں چاندنی راتوں میں دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے چھپتے چھپاتے مکہ آیا۔ عناق آئی اس نے میرے سائے کو دیوار کے ساتھ سرکتے دیکھا۔ جب میرے قریب آئی تو کہنے لگی۔ مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں، اس نے کہا: خوش آمدید آؤ میرے ہاں یہ رات گزارو۔ میں نے کہا: عناق! اللہ نے زنا حرام کر دیا ہے۔ اس نے آواز لگائی خیمہ والوں یہ وہ شخص ہے جو تمہارے قیدی اٹھا کر لے جاتا ہے۔ چنانچہ آٹھ آدمی میرے پیچھے لگ گئے۔ میں خندمہ کی راہ میں چلنے لگا اور ایک غار میں جا گھسا وہ آئے اور میرے سر پر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے پیشاب کر دیا جو میرے سر پر پڑا۔ تاہم اللہ نے انھیں مجھے دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ پھر وہ چلے گئے اور میں مکہ اپنے رفیق کے پاس آیا وہ ایک بھاری بھرکم آدمی تھا میں نے اسے اٹھا لیا میں اسے اٹھا کر (اذخر) مقام تک پہنچا پھر میں نے اس کی مشکیں کھول دیں اور اسے اپنی پشت پر لاد لیا وہ مجھے تھکا تھکا دیتا تھا۔ حتی کہ میں مدینہ پہنچ گیا اور آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور

---

❶ صحیح البخاری، کتاب التفسیر

❷ صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب انقضاء واللعان فی المسجد

سارا واقعہ سنایا پھر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کرلوں آپ ﷺ چپ رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾(النور: ٢٤/٣)

”زانی مرد صرف زانیہ سے یا مشرکہ عورت سے نکاح کرتا ہے، اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے۔ اور مومنوں پر یہ حرام ہے۔“

تب آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اس عورت سے نکاح نہ کر۔ ❶

ہجرت کے لیے وحی کا انتظار:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسی بستی کی طرف حکم دیا گیا جو سب بستیوں پر غالب آجائے گی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور یہ مدینہ ہے لوگوں کو نکال دے گی جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو اتار دیتی ہے۔ ❷

نبی ﷺ نے ہجرت سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا آپ ابھی ہجرت نہ کریں ہوسکتا ہے اللہ مجھے بھی ہجرت کا حکم دے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کے ساتھ ہجرت کرنے کا حکم دیا اور مدینہ کی طرف کا بھی حکم اللہ نے ہی آپ کو دیا۔ یعنی آپ ﷺ ہجرت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کے منتظر تھے۔

اللہ کی مرضی سے قتال:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ......]

❶ ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورة النور، ٣١٧٧

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، حدیث: ١٨٧١

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتی کہ وہ لا إلہ الا اللہ کی گواہی دیں اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے مجھ سے اپنے خون اور مال بچا لیں گے مگر اسلام کے حق سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ ❶

فائدہ= نبی ﷺ اس حدیث میں فرمایا ہے: [أُمِرْتُ] مجھے حکم دیا گیا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں، نبی ﷺ کو حکم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔

[لِأَنَّهُ لَا آمِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَّا اللّٰه]

مجھے حکم دیا گیا ہے میں سات اعضاء پر سجدہ کروں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:

[أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ]

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں، پیشانی اور ناک پر، دو ہاتھوں، دو گھٹنوں اور قدموں کے اطراف پر۔ ❷

فائدہ=ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں، نبی ﷺ کو حکم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔[لِأَنَّهُ لَا آمِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَّا اللّٰه]

مجھے وضوء کا حکم نماز کے لیے دیا گیا ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی ﷺ بیت الخلاء سے نکلے تو آپ ﷺ کے پاس کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ نے کہا: ہم آپ کے وضوء کے لیے پانی لاتے ہیں تاکہ آپ ﷺ وضوء کر لیں آپ ﷺ نے فرمایا:

[اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلَاةِ]

❶ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، حدیث: ۲۵

❷ صحیح البخاری، کتاب الأذان باب سجود الأنف: ۸۱۲

”مجھے وضوء کا حکم اس وقت دیا گیا ہے جب میں نماز کی طرف کھڑا ہوں۔“ ❶

اللہ کے حکم کے مطابق مال کی تقسیم:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مَا أُعطِيكُم وَ لَا أَمنَعُكُم إِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيثُ اُمِرتُ]

”نہ میں تمھیں دیتا ہوں نہ روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ وہاں تقسیم کرتا ہوں جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔“ ❷

لہسن کو اللہ نے حلال کیا ہے میں اسے حرام نہیں کرسکتا:

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خیبر کی فتح کے وقت صحابہ بھوکے تھے اس لیے انھوں نے لہسن پیٹ بھر کر کھالیا پھر ہم مسجد میں گئے آپ کو اس کی بو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جس نے یہ خبیث پودا کھایا ہے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

اس سے لوگوں نے کہا [حُرِّمَتْ حُرِمَتْ] کہ لہسن حرام ہو چکا ہے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[يَآَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَيسَ بِیُ تَحرِيمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لِيُ وَلٰكِنَّهَا شَجَرَةٌ اَكرَهُ رِيحَهَا]

”اے لوگو! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے حلال بنا دیا ہے میں اسے حرام کیسے کرسکتا ہوں اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسا پودا ہے جس کی بو مجھے ناپسند لگتی ہے۔“ ❸

فائدہ= حلال و حرام کا مسئلہ بڑا سنگین مسئلہ ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کو حلال حرام کا

❶ ترمذی، کتاب الأطعمه، باب فی ترك الوضوء قبل الطعام، حدیث:۱۸٤۷

❷ صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، حدیث:۳۱۱۷)

❸ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی من اکل ثوما، رقم ٥٦٥

اختیارنہیں اسی لیے آپ نے اس موقع پر لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے میں اسے حرام نہیں کرسکتا۔

وحی آئی تو کہا اجازت مل گئی ہے:

[عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَ كَانَتِ امْرَأَةً جَسِيمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَاسَوْدَةُ أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ قَالَتْ فَانْكَفَأْتُ رَاجِعَةً وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَ إِنَّهُ لَيَتَعَشّٰى وَ فِي يَدِهِ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَ كَذَا قَالَتِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَ إِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ]

”ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پردے کا حکم اترنے کے بعد ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا (چادر وغیرہ اوڑھ کر) حاجت کے لیے باہر نکلیں، وہ بھاری جسامت کی عورت تھی، جو کوئی انھیں پہلے سے پہچانتا ہوتا وہ اب بھی پہچان لیتا تھا۔ خیر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا اور کہا کہ اے سودہ! (رضی اللہ عنہا) واللہ تم تو اب بھی ہم سے چھپی ہوئی نہیں ہو، ذرا دیکھ لو کیسی حالت میں تم باہر نکلی ہو۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے کہ ازواج مطہرات گھر سے بالکل باہر ہی نہ نکلیں) یہ سن کر وہ لوٹ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے اور ہاتھ میں ہڈی تھی۔ پس وہ اندر آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرورت سے باہر نکلی تھی لیکن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایسی ایسی گفتگو کی (ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کہتی ہیں کہ اسی وقت وحی آنا شروع ہوئی، پھر وحی کی حالت

موقوف ہوگئی اور ہڈی آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہی تھی آپ ﷺ نے اس کو ہاتھ سے رکھا نہیں تھا، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم (عورتوں) کو ضرورت سے (کام کاج کے لیے) باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔“

فائدہ= آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے سے عورتوں کو باہر نکلنے سے منع نہیں کیا یہاں تک آپ پر وحی نازل ہوئی، آپ نے وحی کے مطابق حکم دیا اور عورتوں کو باہر نکلنے کی ہی اجازت دی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ منع کرتے ہیں:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص نے آ کر کہا گدھے پکا کر کھائے جا رہے ہیں آپ یہ بات سن کر خاموش ہو گئے وہ دوبارہ پھر آیا آپ ﷺ پھر خاموش رہے وہ تیسری مرتبہ آیا اس نے کہا گدھے ختم ہو گئے ہیں آپ ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ ندا لگاؤ۔

[إِنَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ يَنْهِيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ] ❶

”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمھیں گھریلوں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔“

اسی وقت ہنڈیاں الٹا دیں گئیں۔

فائدہ= آپ ﷺ نے دو مرتبہ جواب نہ دیا کیونکہ گھریلو گدھوں کے متعلق ابھی کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور آپ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ اسی لیے آپ منادی کو حکم دیا کہ آواز یہ لگاؤ اللہ اور اس کے رسول یہ حکم دیتے ہیں یعنی آپ ﷺ نے یہ حکم اللہ کے حکم سے دیا۔

حج صرف ایک مرتبہ فرض ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر: ٤١٩٩

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا پس تم حج کرو ایک آدمی نے کہا:

[أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُولَ اللّٰهِ]

"اے اللہ کے رسول کیا ہر سال حج کریں؟"

آپ خاموش ہو گئے، اس نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا لیکن آپ ﷺ خاموش رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہہ دیتا جی ہاں تو تم پر واجب ہو جانا تھا اور تم سے اس کی طاقت نہیں ہونی تھی۔ پھر آپ نے کہا جن کاموں میں تم کو رخصت دیتا ہوں تم اس کو قبول کرو تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تم جتنی طاقت رکھتے ہو اس پر عمل کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز سے روکو تو تم بھی اس کو چھوڑ دو۔ ❶

فائدہ = اس شخص نے تین مرتبہ سوال دہرایا۔ آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا کیونکہ اس کے متعلق آپ ﷺ کو وحی نہیں آئی تھی جب وحی آئی تو آپ نے جواب دیا۔

مغیث رضی اللہ عنہ، بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے رو رہے تھے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بریرہ کا شوہر غلام تھا جس کا نام مغیث تھا (اس کی حالت یہ تھی) گویا کہ میں اب اسے دیکھ رہا ہوں وہ (بیچارہ) اس کے پیچھے روتا پھر رہا ہے اور اس کے آنسو داڑھی پر ٹپ ٹپ گر رہے ہیں تو رسول اللہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا آپ کو مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے عداوت پر تعجب نہیں آتا؟ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [لَوْ رَاجَعْتِيهِ] اے بریرہ! تو اس کے پاس چلی جا (تو اچھا ہے) اس نے کہا [يَارَسُولَ اللّٰهِ! تَأْمُرُنِي] یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔ تو اس پر (بریرہ) نے جواب دیا: [فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ] پھر مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ ❷

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: ١٣٣٧

❷ صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب شفاعة النبي ﷺ في زوج بريرة: ٥٢٨٣

فائدہ=شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ عورت اگر آزاد ہو اور اس کا شوہر غلام ہو تو اسے اختیار ہے اگر مرد کے پاس رہنا چاہتی ہے اگر غلام مرد سے آزاد ہونا چاہتی ہے تو آزاد ہو جائے نبی ﷺ نے بریرہ سے اس کا شرعی حق سلب نہیں کیا صرف مشورہ دیا ہے سختی نہیں کی زبردستی نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے ناراض نہیں ہوئے:

جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جبرائیل کچھ عرصہ نبی ﷺ کے پاس تشریف نہ لائے تو قریش کی ایک عورت نے کہا تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ﴾

"آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ناراض ہوا ہے۔"❶

وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ فوت ہوئے تو ام ایمن نے رونا شروع کر دیا۔ اسے کہا گیا کہ تو کیوں روتی ہے اس نے کہا اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں:

[وَ لٰكِنْ إِنَّمَا أَبْكِيْ عَلَى الْوَحْيِ الَّذِيْ انْقَطَعَ عَنَّا مِنَ السَّمَآءِ]

"لیکن میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہو گئی ہے۔"❷

❶ صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب ترك القيام للمريض، حديث: ١١٢٥

❷ مسند احمد: ١٣١٧٩

باب نمبر 2

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث کے بغیر عمل نہیں کیا

(تحقیق کے بغیر عمل نہ کرنا)

اہل حدیث کا منہج یہ ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرے اگر کسی مسئلے میں حدیث یا حدیث کا علم نہیں تو اس کے متعلق علم حاصل کرے پھر عمل کرے، یاد رکھنا پیش آمدہ مسئلے کے متعلق آیت یا حدیث تلاش کرنی ہے کسی کی بات اور عمل نہیں دیکھنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مزاج میں یہ تبدیلی اور انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنی مرضی، اپنے دل کی خواہش کو اختیار نہیں کرنا بلکہ اسلام پر عمل کرنا ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس مسئلہ کا علم ہوتا اسی کے مطابق عمل کرتے اور جس کا علم نہ ہوتا اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے پھر عمل کرتے، مسئلہ کی تحقیق کیے بغیر عمل نہیں کرتے تھے اور مسئلے کی تحقیق کے لیے ان کے پاس معیار اللہ کے قرآن کی آیت اور رسول اللہ کی حدیث ہوتی تھی۔ ذیل میں اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

طاعون زدہ علاقے میں جانے کے لیے حدیث نبوی کی تلاش:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام جا رہے تھے (آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار بھی تھے) جب آپ رضی اللہ عنہ مقام سرغ میں پہنچ گئے تو انھیں لشکروں کے امراء حضرت ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ آ کر ملے انھوں نے کہا امیر المومنین شام میں تو وباء (عمواس کی طاعون) پھیل چکی ہے (آپ شام نہ جائیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس مہاجرین اوّلین کو لے کر آؤ، وہ لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ لیا کہ شام میں وباء پھیل چکی ہے (ہمیں وہاں جانا چاہیے یا نہیں؟) بعض مہاجرین نے کہا کہ ہم کو چلے جانا چاہیے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ایک عظیم مقصد کے تحت نکلے ہیں اس لیے ہمیں آپ کی

واپسی اچھی نہیں لگتی لیکن اس کے برعکس بعض نے کہا امیر المومنین آپ کے ساتھ عظیم لوگوں میں باقی ماندہ لوگ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں آپ کا ان عظیم لوگوں کو وباء کے علاقے میں لے جانا اچھا نہیں لگتا۔

(جب کسی نے بھی اس سلسلے میں حدیث نبوی نہ سنائی تو) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم چلے جاؤ، وہ چلے گئے تو فرمایا میرے پاس انصار کو لے آؤ، میں انھیں بلا کر لایا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی مشورہ لیا انھوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا تو انھیں بھی واپس لے جانے کا کہا پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے ان بزرگوں کو لاؤ جو ہمارے ساتھ آئے ہوئے ہیں جنھوں نے فتح مکہ (کے سال) ہجرت کی تھی جب وہ آئے تو انھوں نے متفقہ طور پر کہا کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور انھیں وباء میں نہ جھونکیں۔

تب عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ کل میں واپس چلا جاؤں گا لہٰذا صبح کو واپسی کی تیاری کرو۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر المومنین! کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! یہ بات کوئی اور شخص کہتا لیکن آپ سے ایسی بات کی توقع نہیں تھی۔ سنو: [يَا اَبَا عُبَيْدَةَ نَعَم نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ]

"ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ کر جارہے ہیں۔" یہ بتاؤ! کہ اگر آپ کے اونٹ ہوں انھیں آپ چرانے کے لیے کسی ایسی وادی میں لے کر جائیں جس کا ایک حصہ بنجر اور دوسرا سرسبز ہو اگر آپ انھیں سرسبز حصے میں چرائیں گے تو یہ اللہ کی تقدیر سے ہوگا اگر انھیں بنجر زمین میں چرائیں گے تو یہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہوگا۔

اتنے میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے جو اپنے کسی کام سے گئے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا اس معاملے کے حل کے لیے میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

[اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَ اِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَ اَنْتُمْ

بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ]

”جب تم کسی علاقے میں وبا کا سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی علاقے میں وباء پھیل جائے اور تم اس علاقے میں موجود ہو تو پھر اس سے بھاگ کر نہ نکل جاؤ۔“

[فَحَمِدَ اللّٰهُ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ]

”عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی تو اللہ کی حمد کی اور واپس تشریف لے آئے۔“ [1]

فائدہ= حدیث رسول سن کر کتنے زیادہ خوش ہوئے ایک مسلمان کی یہی شان ہونی چاہیے۔

سب سے زیادہ سخت مسئلہ:

علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے انھوں نے کہا ہم میں سے ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کا حق مہر مقرر نہیں کیا اور نہ اس سے جماع کیا ہے اور وہ آدمی فوت ہو گیا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

[مَا سُئِلْتُ مُنْذُ فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ هٰذِهِ فَأْتُوا غَيْرِيْ]

”جب سے میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوا ہوں مجھ سے اس سے زیادہ سخت مسئلہ نہیں پوچھا گیا تم میرے علاوہ کسی اور سے پوچھ لو۔“

انھوں نے ایک ماہ تک اس میں اختلاف کیا بالآخر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے ہم اگر آپ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ نہ پوچھیں تو کس سے مسئلہ پوچھیں آپ ﷺ نبی اکرم ﷺ کے عظیم صحابہ میں سے ہیں اور اس شہر میں ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو جانتے بھی نہیں۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

[سَأَقُوْلُ فِيْهَا بِجَهْدِ رَأْيِيْ فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ إِنْ كَانَ خَطَأً فَمِنِّيْ وَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ بُرَآءُ]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، رقم: ٥٧٢٩

''میں مکمل غور وفکر کر کے آپ کو بتاتا ہوں اگر وہ درست ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اگر خطاء ہوئی تو میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہے۔''

میرا خیال ہے اس عورت کو دوسری عورتوں کے برابر حق مہر دیا جائے نہ زیادہ نہ کم اور اسے خاوند کی میراث سے حصہ بھی دیا جائے اور خاوند کی وفات پر چار مہینے دس دن عدت بھی گزارے۔

اشجع قبیلے کے کچھ لوگ بھی وہاں موجود تھے انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلے کی عورت کے متعلق فیصلہ کیا تھا اسے بروع بنت واشق کہا جاتا ہے۔ علقمہ کہتے ہیں:

[فَمَا رُئِیَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرِحَ فَرْحَةً یَوْمَئِذٍ اِلَّا بِإِسْلَامِه]

''عبد اللہ بن مسعود اپنے اسلام لانے کے بعد اتنے خوش کبھی نہیں ہوئے جتنے اس وقت خوش ہوئے۔''[1]

فائدہ= عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اس مسئلے میں حدیث نہیں تھی تو انھوں نے ایک ماہ تک فتویٰ نہیں دیا اور جب دینے لگے تو پہلے یہ کہا اگر درست ہوا تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہوئی تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔

تم بکریاں تقسیم نہ کرو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ جاؤ:

[عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتّٰی نَزَلُوْا عَلٰی حَيٍّ مِنْ أَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَأَبَوْا أَنْ یُضَیِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ ذَالِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ

[1] نسائی، کتاب النکاح، باب اباحة التزویج بغیر نکاح، رقم:۳۳۵۸، ترمذی، ۱۱۴۵، ابوداؤد: ۲۱۱۴، عربی

بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَ سَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْقِي وَ لَكِنْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوهُمْ عَلٰى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَ يَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَ مَا بِهِ قَلَبَةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوا فَقَالَ الَّذِي رَقٰى لَا تَفْعَلُوا حَتّٰى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ] [1]

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے کچھ اصحاب کسی سفر میں گئے یہاں تک کہ عرب کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں جا کر اترے اور ان سے دعوت (مہمان نوازی) طلب کی مگر انھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا پھر اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا تو لوگوں نے ہر قسم کی تدبیر کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر کسی نے کہا کہ تم ان لوگوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے پاس جاؤ شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے لوگو! ہمارے سردار کو سانپ نے کاٹ

[1] صحیح البخاری، کتاب الإمارۃ، باب ما یعطی فی الرقیۃ، رقم: ۲۲۷۶

لیا ہے ہم نے ہر قسم کی تدبیر کی مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ تو صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی نے (خود ابوسعید رضی اللہ عنہ نے) کہا ہاں اللہ کی قسم! میں دم کرتا ہوں مگر اللہ کی قسم ہم لوگوں نے تم سے دعوت طلب کی اور تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہ کی لہٰذا میں تمہارے لیے دم نہ کروں گا یہاں تک کہ تم ہمارے لیے کچھ اجرت مقرر کرو چنانچہ ان لوگوں نے کچھ بکریوں پر ان کو رضا مند کر لیا پھر ان میں سے ایک شخص (ابوسعید رضی اللہ عنہ) گئے اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ پڑھ کر پھونک دیا تو فوراً ہی وہ شخص تندرست ہو گیا گویا اس کے بندھن کھول دیے گئے اور وہ اٹھ کر چلنے لگا (ایسا معلوم ہوا کہ) اسے کوئی بیماری نہ تھی۔ (ابوسعید رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان کی وہ اجرت جس پر ان کو راضی کیا تھا دے دی، پھر بعض لوگوں نے کہا کہ اس کو بانٹ لو مگر جنھوں نے دم کیا تھا انھوں نے کہا کہ ایسا نہ کرو یہاں تک کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں اور اس واقعہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کریں پھر دیکھیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ چنانچہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ دم ہے؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا (اب جو کچھ ملا ہے اس کو) بانٹ لو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔"

فائدہ= صحابہ کرام مسافر تھے بھوکے بھی تھے کھانے کے لیے پاس کچھ بھی نہیں تھا پہلے ان سے کھانا طلب بھی کیا تھا۔ اب جب مل گیا تو کھایا نہیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لیا۔

میاں بیوی کی جدائی:

[عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ وَ قَدْ قِيلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَ نَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ] [1]

"سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو اہاب بن عزیز کی لڑکی سے نکاح کیا، اس کے بعد ایک عورت نے آ کر بیان کیا کہ میں نے عقبہ رضی اللہ عنہ کو اور اس لڑکی کو جس سے عقبہ نے نکاح کیا ہے، دودھ پلایا ہے (پس یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں ان میں نکاح درست نہیں) عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے (اس سے) پہلے کبھی مجھے (اس بات کی) کی اطلاع دی۔ پھر عقبہ (مکہ سے) سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ گئے اور آپ ﷺ سے (یہ مسئلہ) پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اب) کس طرح (تم اس سے ازدواجی تعلق قائم رکھو گے؟) جب کہ یہ (بات) کہہ دی گئی ہے پس عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔ (اور) اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔"

فائدہ: نبی ﷺ کے ایک ہی جملے [كَيْفَ وَ قَدْ قِيلَ] نے میاں بیوی میں جدائی پیدا کر دی۔ آپ ﷺ نے یہ بات اشارے میں کہی واضح الفاظ میں اسے جدائی کا حکم نہیں دیا لیکن عقبہ کا ایمان اس درجہ کا تھا کہ اشاروں پر ہی فوراً عمل کے لیے تیار ہو گئے۔ امام

[1] صحيح البخاری، كتاب العلم، باب الرحلة الى المسألة، رقم:٨٨

بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب منعقد کیا ہے:[الرحلة الى المسئلة]

کیا میں اپنی مشرکہ ماں سے حسن سلوک کروں؟

عروہ فرماتے ہیں: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میری ماں (قیلہ بنت عبدالعزیٰ) مشرکہ تھی اور وہ میرے پاس آئی وہ میرے اچھے سلوک کی طلبگار تھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہے اور وہ ہے کافرہ تو کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ (یا اسے اپنے سے دور رکھوں؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [صِلِي أُمَّكِ] ''اپنی ماں سے اچھا سلوک کرو۔'' [1]

فائدہ = ماں مشرکہ تھی، حسن سلوک کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا ضروری سمجھا۔

لونڈی کا ذبیحہ کوئی نہ کھائے، جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں:

[عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَأْكُلُوا حَتّٰى أَسْأَلَ النَّبِيَّ أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ مَنْ يَسْأَلُهُ وَ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَاكَ أَوْ أَرْسَلَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا] [2]

''سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس کچھ بکریاں تھیں جو سلع (نامی پہاڑ) پر چرا کرتی تھیں تو ہماری ایک لونڈی نے ہماری کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو اس نے ایک پتھر کو توڑ کر اس بکری کو اس پتھر سے ذبح کر دیا تو سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو نہ کھاؤ جب تک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں یا (یہ کہا کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی آدمی بھیجوں جو (اس بارے

[1] مسلم: كتاب الزكوٰة، باب فضل النفقة، رقم١٠٠٣

[2] بخاری، كتاب الوكالة، باب اذاابصر الراعی، رقم: ٢٣٠٤

میں پوچھ کر آئے) چنانچہ اس نے نبی ﷺ سے اس کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم فرما دیا۔"

فائدہ= جب تک نبی ﷺ سے تسلی و تشفی نہیں کی عورت کا ذبیحہ نہیں کھایا اور جب آپ نے فرما دیا تو اب کھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی۔

......آپ ﷺ نے کہا صدقہ واپس نہ لو:

[عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَا تَشْتَرِي وَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَ إِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ] [1]

"امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا سوار کے لیے دیا تو جس شخص کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اس کی کچھ قدر نہ کی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو خرید لوں (کیونکہ) میں نے یہ خیال کیا تھا کہ وہ اس کو ارزانی کے ساتھ فروخت کر دے گا لہٰذا میں نے نبی ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہ خریدو اگرچہ تمھیں وہ ایک درہم کا ہی کیوں نہ دے بے شک اپنے صدقہ کا واپس کر لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی قے کا کھانا والا۔"

فائدہ= عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صدقہ کو خریدنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھنا ضروری سمجھا، فقط اپنی رائے اور سوچ سے عمل نہیں کیا۔ ایک مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لے۔ یعنی ہم پہلے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو دیکھیں پھر عمل کریں۔

[1] صحيح البخاري، كتاب الزكاة باب هل يشترى الرجل صدقة، رقم: ١٤٩٠

جنین کے مسئلہ میں حدیث کی تلاش:

[عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ النَّاسَ فِي مَلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِئْتِنِي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ ،قَالَ: فَشَهِدَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] [1]

''مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ نے پیٹ کے بچے کی دیت کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا ،تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنے کا حکم دیا ہے ،عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' اپنی بات پر گواہ لاؤ۔'' چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصدیق کی۔ (اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔)

فائدہ= عمر رضی اللہ عنہ کو جس مسئلے کے متعلق علم نہیں ہوتا تھا اس کے متعلق علم حاصل کرتے لوگوں سے پوچھتے اور اس میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ یہی اہل حدیث کا منہج ہے۔

ماحول کے مطابق معاملات کی تحقیق:

[عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَ مَا هِيَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ مَا الْبِتْعُ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ] [2]

---

[1] مسلم كتاب القسامة،باب دية الجنين حديث:١٦٨٣

[2] صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب بعث ابى موسىٰ،رقم:٤٣٤٣

"سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کی طرف بھیجا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرابوں کے بارے میں دریافت کیا جو وہاں بنتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کون کون سی شرابیں ہیں؟ تو انھوں نے بتایا کہ شہد اور جو کی شرابیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ کرنے والی چیز حرام ہے۔"

فائدہ= ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے یمن جانے سے پہلے وہاں کے معاملات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل وضاحت طلب کر لی تا کہ شریعت کے مطابق عمل کیا جائے۔

طلب حدیث کے لیے دوسروں کی معاونت:

[عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوُضُوءُ] [1]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی تو میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کا حکم) پوچھیں۔ چنانچہ انھوں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (کے نکلنے) میں صرف وضوء ہے۔"

فائدہ= علی رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ خود اس لیے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کے نکاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی۔ حیاء ضرور تھی لیکن مسئلہ پوچھنے میں غفلت نہیں کی بلکہ کسی کو بھیج کر مسئلہ پوچھنا پڑا تب بھی پوچھا۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انصار مجھے ابو القاسم نہیں کہتے:

[عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَ لَا

[1] بخاری، کتاب العلم، باب من استحیا فأمر غیرہ، رقم: ۱۳۲

نُنعِمُكَ عَينًا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيَ غُلَامٌ فَسَمَّيتُهُ القَاسِمَ فَقَالَتِ الأَنصَارُ لَا نَكْنِيكَ أَبَا القَاسِمِ وَ لَا نُنعِمُكَ عَينًا فَقَالَ النَّبِيُّ أَحسَنَتِ الأَنصَارُ سَمُّوا بِاسمِي وَ لَا تَكَنَّوا بِكُنيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ] ❶

"سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا۔ انصار نے کہا کہ ہم تجھے ابو القاسم (کبھی) نہ کہیں گے اور (اس مبارک کنیت سے) تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کریں گے، تو وہ شخص نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں نے اس کا نام قاسم رکھا تو انصار کہتے ہیں ہم تجھ کو ابو القاسم نہ کہیں گے اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کریں گے، تو نبی ﷺ نے فرمایا انصار نے اچھا کیا۔ میرا نام رکھ لو مگر میری کنیت نہ رکھو کیونکہ قاسم تو میں ہی تو ہوں" (قاسم کا مطلب ہے تقسیم کرنے والا)

فائدہ= صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے بات سن کر غفلت نہیں کی، ضد بھی نہیں کی جیسا کہ ہمارا حال ہے بلکہ فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پھر جو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر عمل کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لیے جستجو:

[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ القِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَاأَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ

❶ صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ﴾ رقم: ۳۱۱۵

مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ] [1]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ بہرمند آپ کی شفاعت سے کون ہو گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے یقین تھا کہ اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہ پوچھے گا، اس وجہ سے کہ میں نے تمہاری حرص حدیث (کے دریافت کرنے) پر دیکھ لی ہے۔ (تو سن لو!) سب سے زیادہ بہرہ مند میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ شخص ہو گا جو اپنے خالص دل سے یا اپنے خالص جی سے " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ " کہہ دے۔"

فائدہ= جو بات ذہن میں آئے اس کے متعلق بھی مسئلہ فوراً پوچھ لینا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے ابو ہریرہ کی تعریف فرمائی۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جستجو:

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے خط میں لکھا کہ میرے پاس ایسی چیز لکھ بھیجو جو آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔

مغیرہ بن شعبہ نے ان کے پاس لکھ بھیجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

[لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَ لَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ]

اور یہ بھی لکھا:

[إِنَّهٗ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيْلَ وَ قَالَ وَ كَثْرَةِ السُّوَالِ وَ اِضَاعَةِ الْمَالِ وَ

[1] صحيح البخاری، كتاب العلم، باب الحرص على الحديث، رقم: ۹۹

كَانَ يَنْهى عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّهَاتِ وَ وَأْدِ الْبَنَاتِ وَ مَنْعٍ وَّ هَاتٍ] [1]

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ثبوت باتوں اور مال ضائع کرنے اور ماؤں کی نافرمانی کرنے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور مَنْعٍ وَهَاتٍ (یعنی خود کوئی چیز کسی کو نہ دے لیکن لینے کے لیے ہر وقت تیار رہے) سے منع فرمایا کرتے تھے۔

قتل سے پہلے پوچھ لو کیا جائز بھی ہے؟

[عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْیَمَنِ بِذَهَیْبَةٍ فِیْ أَدِیْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَیْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَیْنَ عُیَیْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَ أَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَ زَیْدِ الْخَیْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَ إِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَیْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقُّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَلَا تَأْمَنُوْنِیْ وَ أَنَا أَمِیْنُ مَنْ فِی السَّمَآءِ یَاتِیْنِیْ خَبَرُ السَّمَآءِ صَبَاحًا وَ مَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْیَةِ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ قَالَ وَیْلَكَ أَوَ لَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ یَتَّقِیَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّی الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ یَكُوْنَ یُصَلِّیْ فَقَالَ خَالِدٌ وَ كَمْ مِنْ مُصَلٍّ یَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَیْسَ فِیْ قَلْبِهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ! إِنِّیْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَ لَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَیْهِ وَ هُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ

[1] بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال، رقم: ۷۲۹۲

إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَأَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ] ❶

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمن سے سونے کا ایک ٹکڑا صاف کئے ہوئے چمڑے میں رکھ کر بھیجا ابھی وہ سونا مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں میں تقسیم کردیا، عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس اور زید (عرف) خیل اور چوتھا علقمہ یا عامر بن طفیل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس مال کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں اس کا امانتدار ہوں جو آسمانوں میں ہے اور میرے پاس آسمان کی خبر صبح و شام آتی ہے پھر کہتے ہیں کہ ایک شخص دھنسی ہوئی آنکھوں والا، جس کے رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھی، اونچی پیشانی، گھنی داڑھی، سر منڈا اور اونچی ازار باندھے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ! اللہ سے ڈرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تجھے ہلاک کرے کیا میں ساری زمین والوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہوں؟ پھر وہ شخص چلا گیا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔“ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بولے کہ بہت سے نمازی (منافق ہوتے ہیں) ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگا کر دیکھوں اور نہ یہ (حکم دیا) کہ میں ان کے پیٹ چیروں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب علی بن ابی طالب، رقم: ٤٣٥١)

اس کی طرف دیکھا جب کہ وہ پیٹھ موڑے جا رہا تھا، پھر کہا کہ اس شخص کی نسل سے وہ قوم نکلے گی جو قرآن کو مزے سے پڑھیں گے، حالانکہ وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے کہ تیر شکار (کے جسم) سے پار نکل جاتا ہے۔ (راوی کہتا ہے) میں گمان کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ قوم مجھے ملے تو میں انھیں قوم ثمود کی طرح قتل کر دوں۔"

فائدہ= خالد بن ولید کو اس کی گستاخانہ باتیں سن کر غصہ تو آیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے تک غصہ کو قابو میں رکھا۔

کیا خاوند کو صدقہ دوں؟

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو صدقہ کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے پاس گئے انھیں فرمایا:

[يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ]

"اے خواتین کی جماعت تم صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو پڑا ہوا دیکھا ہے (اس لیے صدقہ کر کے اپنے کو جہنم سے آزاد کراؤ۔"

خواتین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! ہمارے جہنم میں زیادہ جانے کا کیا سبب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَ تَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ] تم بددعائیں زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو (اور عورت میں یہ بات ہوتی ہے کہ) اس کا دین اور عقل ناقص ہوتا ہے لیکن ذہین و فطین مرد کے عقل و شعور کو مات دے جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔

جب آپ ﷺ اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے تو سیدہ زینب، جو کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگنے لگیں۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یارسول اللہ! زینب (آئی) ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون سی زینب؟ کیونکہ زینب نام کی کئی عورتیں تھیں، تو عرض کی گئی کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا ان کو اجازت دے دو ان کو اجازت دے دی گئی (جب وہ آئیں تو) انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ نے آج (ہم عورتوں کو) صدقہ دینے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس کچھ زیور ہیں میں چاہتی ہوں کہ اسے خیرات کردوں مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میری اولاد اس صدقے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْد زَوْجُكِ وَ وَلَدُكِ اَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهٖ عَلَيْهِم]

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے تمہارا شوہر اور تمہارے بچے تمہارے صدقے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اس لیے تم انہیں صدقہ دے سکتی ہو۔'' [1]

فائدہ = زینب رضی اللہ عنہا کو جب یہ مسئلہ درپیش آیا تو فوراً رسول اللہ ﷺ کی چوکھٹ پر حاضر ہوئی اور آج کے مسلمان کی بھی یہی شان ہونی چاہیے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ، علی الاقارب:١٤٦٢

باب نمبر 3

دین کامل ہے

اللہ عزوجل کی اپنے بندوں پر نعمتیں اس کثرت سے ہیں کہ نہ انھیں کسی دائرہ میں محدود کیا جا سکتا ہے اور نہ شمار کیا جا سکتا ہے اور سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے کے جن و انس پر فرمائی یہ ہے کہ ان میں اپنا معزز و محترم رسول سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ انھوں نے وہ پیغام اور وہ دین جسے دے کر انھیں بھیجا گیا تھا مکمل اور تام شکل میں لوگوں تک پہنچا دیا۔ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا قول ہے:

[مِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةِ وَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ الْبَلَاغُ وَ عَلَيْنَا التَّسْلِيْمِ]

”رسالت کا پیغام اللہ عزوجل کی طرف سے ہے، رسول اللہ ﷺ کے ذمہ اسے پہنچانا تھا اور اسے تسلیم کرنا ہمارا فریضہ ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ قول صحیح بخاری کی کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ کے آغاز میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کامل و مکمل نازل ہوا ہے:

انسان اپنے گھر بار اور زندگی میں جس چیز کا بھی ضرورت مند ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں (۱) نص (۲) اشارہ (۳) منطوق (۴) یا مفہوم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔

❁ ﴿وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾

”اور ہر چیز کی ہم نے تفصیل بیان کر دی ہے۔“

---

[1] ۱۳/ ۵۰۳، مع فتح الباری قبل ح: ۷۵۳۰

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل:٨٩)

”اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔“

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾

”آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہاری لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا۔“

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:٣٦)

”اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا تاکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے اجتناب کرو۔“

نیز فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آل عمران:١٦٤)

”اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انھیں میں سے ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔“

قرآن کریم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے اصول اور فروع بیان کردیے ہیں۔ توحید کی تمام اقسام بیان کی ہیں یہاں تک کہ مجلسوں کے آداب اور اجازت طلب کرنے کے احکام بھی بیان فرمادیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ (المجادلہ:۱۱)

”اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی پیدا کرو تو تم جگہ کشادہ کردو اللہ تمھیں کشادگی دے گا۔“

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ (النور:۲۷،۲۸)

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک تم اجازت لے لو، اوران کے رہنے والوں پر سلام کرلو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۝ سو اگران گھروں میں تم کسی کو نہ پاؤ تو مت داخل ہو یہاں تک تمھیں اجازت حاصل ہو جائے اور اگر تمھیں کہا جائے کہ تم واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے۔ جو تم عمل کرتے ہو۔“

حتیٰ کہ لباس کے آداب بھی بیان فرمائے:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ﴾ (النور:٦٠)

”اورعورتوں میں سے بیٹھ رہنے والیاں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں سو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ زینت کو نہ دکھاتے ہوئے اپنے کپڑے (پردے) کو

اتار دیں مراد یہ ہے کہ وہ اپنے چہرہ کا پردہ ختم کر دیں۔"

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر چادریں ڈالا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں پھر انھیں تنگ نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

(جلباب، اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے عورت اپنا سر، بدن، اور سینہ ڈھانکتی ہے۔)

﴿ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ﴾

(النور: ۳۱)

"اور وہ (چلتے وقت) اپنے پاؤں کو زمین پر (زور سے) نہ ماریں کہ (لوگوں کو) ان کے سنگار کی خبر ہو جس کو وہ چھپاتی ہیں۔"

﴿ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَ أْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ﴾ (البقرۃ: ۱۸۹)

"اور نیکی یہ نہیں ہے تم اپنے گھروں میں پیچھے سے آؤ لیکن نیکی اس کی ہے جو اللہ سے ڈرے اور تم اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔"

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دین (ہر چیز کو) شامل کرنے والا اور کامل ہے جس طرح اس میں زیادتی کی گنجائش نہیں ہے اس طرح اس میں کمی کرنا بھی جائز نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ (النحل: ۸۹)

"اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کی وضاحت کرنے والی ہے۔"

۲۔رسول اللہ ﷺ نے کامل و مکمل دین لوگوں تک پہنچایا:

اور جو کام رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تھا وہ بھی کامل ترین طریقہ سے انجام پا چکا جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَهَلْ عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾ (النحل: ۳۵)

''تو کیا پیغمبروں کے ذمہ احکام کی کھلی تبلیغ کے سوا کچھ اور بھی ہے؟''

نیز فرمایا:

﴿وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾ (النور: ۵۴)

''اور پیغمبر کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا پیغام ہی مبین ہے اور قرآن بھی مبین ہے:

﴿اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتة مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (الاعراف: ۱۸۴)

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدة: ۱۵)

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ○﴾ (الشعراء: ۱۹۰تا ۱۹۵)

آپ ﷺ نے نماز کے متعلق فرمایا:

[صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ] [1]

''نماز پڑھو جیسا مجھے نماز پڑھتے تم نے دیکھا ہے۔''

[1] صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا كانوا جماعة، رقم: ٦٣١

حج کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: [يَاَيُّهَا النَّاسُ خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ] ❶

”مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو۔“

اور مشرکین میں سے ایک آدمی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تمہارا نبی تمھیں ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے حتی کہ قضائے حاجت کے آداب کی بھی تعلیم دیتا ہے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[نَعَمْ ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْبَوْلٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ، أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ عَظْمٍ] ❷

”ہاں تحقیق آپ ﷺ نے پاخانہ اور پیشاب کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ہمیں منع کیا ہے اور تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء کرنے، دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء، ہڈی یا گوبر کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کیا ہے۔“

۳۔ آپ ﷺ نے کوئی چیز نہیں چھپائی:

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ : يَا اَبَا عَائِشَةَ! ثَلَاثٌ مَّنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ ؟ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَآى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ۔ قَالَ: وَ كُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَنْظِرِيْنِيْ وَ لَا تَعْجَلِيْنِيْ۔ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰى۔﴿وَلَقَدْ رَآهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ (التكوير=٨١:٢٣) ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم=٥٣:١٣) فَقَالَتْ اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَاَلَ عَنْ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّمَا هُوَ جِبْرَائِيْلُ لَمْ اَرَهُ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ

❶ نسائی، کتاب مناسك الحج، رقم:٣٠٦٢

❷ مسلم، كتاب الطهارة، باب الستطابة، رقم:٢٦٢

عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَاَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ۔ فَقَالَتْ: اَوَ لَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام=٦:١٠٣) اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا ......﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الشوریٰ=٤٢:٥١) قَالَتْ: وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَتَمَ شَيْئًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدة:٦٧) قَالت وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل=٢٧:٦٥) [1]

مسروق (تابعی) سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ مجھ سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اے ابو عائشہ! (ابوعائشہ مسروق کی کنیت تھی) تین باتیں ایسی ہیں کہ کوئی اگر ان میں سے ایک بات بھی کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولے گا۔ مسروق کہتے ہیں: میں نے کہا: وہ کونسی ہیں؟ انھوں نے کہا:

1. جس نے یہ سمجھا کہ محمد ﷺ نے پنے رب کو دیکھا ہے اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں (ٹیک لگائے ہوئے تھا کہ یہ سن کر

[1] مسلم، کتاب الایمان: باب معنی قول اللہ: ﴿ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم=٥٣:١٣) وَ هَلْ رَاَى النَّبِيُّ ﷺ رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ، رقم الحدیث:١٧٧

سیدھا ہو کر بیٹھ گیا) میں نے کہا: اے ام المومنین! مجھے بات کرنے کا موقعہ دیجیے اور جلدی نہ کیجیے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "محمد ﷺ نے اس کو آسمان کے صاف کھلے کنارے پر دیکھا۔" اور "البتہ تحقیق اس نے تو اس کو دوسری مرتبہ بھی دیکھ لیا ہے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس امت میں سب سے پہلے مجھے شرف حاصل ہے کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ سے سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ (یعنی ان آیتوں میں "ہ" ضمیر واحد غائب سے مراد) جبرائیل ہیں۔ میں نے ان کو ان کی اس صورت میں جس میں ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ (جن کا ذکر ان دو آیتوں میں ہے) میں نے اس کو دیکھا کہ آسمان سے اتر رہے تھے اور زمین و آسمان کے درمیان سارے خلا کو بھرے ہوئے تھے۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کیا تو نے (اے مسروق) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتی جب کہ وہ آنکھوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور وہ بڑا باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔" اور کیا تو نے یہ بھی فرمان نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کی آڑ سے یا فرشتے کو ارسال کرکے"...... آخر تک یعنی...... وہ بڑا بلند اور حکمت والا ہے" تک آیت پڑھی۔

۲ جس نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی چیز اللہ کی کتاب سے چھپائی ہے۔ اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے رسول (ﷺ) اس کو آگے پہنچا دو جو میں نے تیری طرف نازل فرمایا ہے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۳ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کل کی بات بتا دیتے ہیں۔ (آئندہ کے

حالات کی خبر دے دیتے ہیں) اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ''اے پیغمبر! کہہ دے کہ غیب کوئی نہیں جانتا۔ نہ کوئی آسمانوں میں رہنے والا اور نہ کوئی زمین پر رہنے والا۔ (بلکہ غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں[لَوْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَاتِمًا شَيْئًا لَكَتَمَ هٰذِهِ]

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے کوئی چیز چھپاتے تو آپ یہ آیت ضرور چھپاتے۔'' ﴿أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِي فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ ...... ﴾

لوگوں کے لیے راہِ عمل:

باقی رہا بندوں کا فریضہ، تو وہ تسلیم اطاعت ہے۔ اس بارے میں لوگ تقسیم ہوئے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو توفیق سے بہرمند ہو کر راہ حق کی اتباع کرنے والے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو توفیق سے محروم راہ حق سے بھٹک کر دوسرے راستوں پر چل نکلے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''اور یقیناً میرا سیدھا راستہ یہی ہے پس تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ یہ تمھیں اللہ کی راہ سے الگ کر دیں گے۔ اللہ تمھیں ان باتوں کا حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیز گار بنو۔'' (الانعام:۱۵۳)

شریعتِ اسلامیہ کے تین اوصاف ''بقاء، عموم، کمال'':

یہ شریعت جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز و محترم رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے تین صفات کی حامل ہے بقاء عموم اور کمال۔

[1] بقاء:

یہ شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب:٤٠)

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ہیں۔" (یعنی ان پر نبوت ختم)

(1) بخاری و مسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے نبی ﷺ کو سنا، فرمارہے تھے: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر لے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے، اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو اللہ ہے۔ اور یہ امت اللہ کے حکم پر قائم رہے گی ان کی مخالفت کرنے والا انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ (قیامت کا دن) آ جائے گا۔[1]

(2) نبی کا فرمان ہے:"نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (ہم آخری ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔)[2]

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا، ہم سب سے آخر میں ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ شریعت قیامت تک ہے اس کے بعد کوئی شریعت اور امت نہیں آئے گی۔

فائدہ = آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ نئے نبی کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب آسمانی ہدایت وقت کے تقاضاوں کو پورا نہ کرتی ہو۔ لیکن شریعت اسلامیہ قیامت تک ہر ضرورت کو پورا کرنے والی ہے اس لیے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں لہٰذا اب کوئی کذاب ہی ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے۔

---

[1] بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا، رقم: ۷۱، مسلم(۱۰۳۷)

[2] بخاری، کتاب الجمعة باب فریض الجمعة، حدیث:۲۳۸

۲ عموم:

آپ کی دعوت ثقلین یعنی جن و انس کے لیے عام ہے اور وہی آپ کی امت یعنی امتِ دعوت ہیں اس لیے ہر جن و انسان کو آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک اس دین حنیف میں داخل ہونے کی دعوت دے دی گئی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو معبوث فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

① ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾(یونس: ۲۵)

"اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"

فائدہ= اس آیت کریمہ میں امتِ دعوت کی طرف بھی اشارہ ہے اور امت اجابت (جو دعوت حق قبول کر چکے) کی طرف بھی﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِالسَّلٰمِ ﴾اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، میں امت دعوت مراد ہے یعنی وہ ہر ایک کو بلاتا ہے۔ یہاں مفعول اس لیے حذف کیا گیا ہے کہ جملہ عموم کا فائدہ دے اور فرمان الٰہی:

﴿ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

"اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے" میں امتِ اجابت مراد ہے۔ اس لیے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سیدھی راہ پر آنے کی توفیق مرحمت فرمائی انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی اور آپ کے دین حنیف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا اور مسلمان ہو گئے۔ امت اجابت کے لیے ہدائت کا حاصل ہونا محض اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہے اور اس طرح سیدھے راستے کی طرف آنا یہ ہدایت یافتگان کے لیے اللہ کی توفیق ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾

"(اے محمد ﷺ) آپ جسے چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔" (القصص:٥٦)

جہاں تک اس ہدایت کا تعلق ہے جس کا مطلب رہنمائی اور ارشاد ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اپنے فرمان الٰہی میں اس کا اثبات کیا ہے۔

﴿وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

"(اے محمد ﷺ) آپ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں"

اس کا معنی ہے کہ آپ رہنمائی کرتے ہیں راہ دکھاتے ہیں۔ آپ کی دعوت کے عموم و شمول کے دلائل میں سے عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے:

② ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف:١٥٧)

"(اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے! اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، لہٰذا تم اللہ پر اور اس کے رسول امی نبی پر ایمان لاؤ، جو (خودبھی) اللہ اور اس کے (تمام) کلمات پر ایمان لاتا ہے، اور تم اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

[وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَ لَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ

أَصْحَابِ النَّارِ]❶

''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان لوگوں میں سے کوئی بھی یہودی ہو یا نصرانی میرے متعلق سن لے اور پھر اس حالت میں مر جائے کہ مجھے جس دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمی ہوگا۔''

اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ﴾(ھود:۱۷)

''اور ان جماعتوں میں سے کوئی اس کا منکر ہو تو اس ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے۔''

③ ﴿ وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (السباء:۲۸)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

④ ﴿ وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور نہیں ہم نے بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت کرنے کے لیے۔''

⑤ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (التکویر:۲۷)

''یہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔''

⑥ ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ (الفرقان:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

---

❶ صحیح مسلم کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا، رقم:۱۵۳

آپ ﷺ کا فرمان ہے:[اُعْطِیتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِنْ قَبْلِی]
”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں:......

[نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ]

① ایک مہینہ کی مسافت سے میری مدد کی گئی ہے۔(دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر ہو تو اس پر آپ ﷺ کا رعب و دبدبہ، ہیبت کی دھاک بیٹھ جاتی ہے۔)

[وَ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا]

② میرے لیے ساری زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے جس کسی کو نماز کا وقت پالے وہ وہاں نماز پڑھ لے۔

[وَ اُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِي]

③ میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں تھیں۔

[وَ اُعْطِيتُ الشَّفَاعَةُ]

④ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

[وَ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ خَاصَّةً]

⑤ انبیاء خاص قوم کی طرف آتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ [1]

آپ ﷺ کی دعوت جنوں کو بھی شامل ہے:

﴿ وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا

[1] صحيح البخاری ، كتاب التيمم ، باب قول اللّٰه تعالٰی﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾، رقم: ٣٣٥

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَ إِلَىٰ طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْلَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءُ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (الاحقاف:۲۹۔۳۲)

"اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تمہاری طرف متوجہ کیا کہ قرآن سنیں تو جب وہ اس کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ جب قراءت تمام (پوری) ہوئی تو وہ اپنی برادری کے لوگوں کی طرف انھیں نصیحت کرنے کے لیے چلے گئے۔ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور سچا دین اور سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

﴿فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

"تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو۔"

اس میں بھی خطاب انسانوں اور جنوں کو ہے۔ ﴿رَبِّكُمَا﴾ میں "کما" تثنیہ کی ضمیر ثقلین جن وانس کی طرف ہے۔ یہ آیت اس سورت میں اکتیس (۳۱) مرتبہ ذکر ہوئی ہے

اور سنن ترمذی میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ان پر سورہ رحمٰن اول سے لے کر آخر تک پڑھی، ان لوگوں نے خاموشی سے سنی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنوں سے ملاقات کی۔ رات یہ سورت جنوں کے سامنے تلاوت کی تو ان کا جواب تمھارے جواب سے اچھا تھا میں جب بھی اس آیت پر پہنچتا۔

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

"تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو۔"

تو وہ کہتے:

[لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ]

"اے ہمارے رب! ہم تیری نعمت میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلاتے اور سب حمد تیرے لیے ہے۔" ❶

اسی طرح قرآن کی سورۃ الجن میں بھی اللہ تعالیٰ نے جنوں کے کچھ اقوال ذکر فرمائے ہیں:

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ ......﴾

۳ کامل و مکمل:

اس شریعت کا تیسرا وصف اس کی کاملیت ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا:

① ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

❶ الترمذی:۳۲۹۱، و هو حدیث حسن وللحدیث شواهد عند البزار کشف الاستار: ۳/۷۴، ح:۲۲۶۹، تفسیر الطبری:۲۷/۷۲، وغیرهما۔ تفسیر ابن جریر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس کا ایک شاہد بھی ہے اس کی تخریج کے لیے ملاحظہ ہو، محدث الالبانی رحمہ اللہ کا سلسلہ صحیحہ (۲۱۵۰)

”آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہاری لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

② [لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ] ❶

”یقیناً میں تمھیں ایسے صاف اور واضح رستے پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے، ہلاک ہونے والا ہی اس راستے سے ٹیڑھا ہو سکتا ہے۔“

③ مشرکین میں سے ایک آدمی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تمہارا نبی تمھیں ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے حتی کہ قضائے حاجت کے آداب کی بھی تعلیم دیتا ہے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[نَعَمْ ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْبَوْلٍ ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ، أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ] ❷

”ہاں تحقیق آپ ﷺ نے پاخانہ اور پیشاب کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ہمیں منع کیا ہے اور تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء کرنے، دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء، ہڈی یا گوبر کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کیا ہے۔“

یہ ثبوت ہے کہ شریعت مکمل ہے اور ایسے تمام امور کو شامل کیا ہے جن کی امت کو ضرورت ہوتی ہے حتی کہ قضائے حاجت کے آداب تک سکھا دیے گئے ہیں۔

④ صحیح مسلم ہی میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ ابن ابی عاصم: ٤٧-٤٩، سنن ابن ماجه، اتباع سنة الخلفاء راشدين، ح: ٤٣، صحيح

❷ مسلم، كتاب الطهارة، باب الاستطابة، رقم ٢٦٢

[إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ وَ يُنْذِرُهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ] ❶

"جو بھی نبی ہوا اس کے ذمہ تھا کہ جو بھلائی بھی وہ جانتا ہے اپنی امت کی اس کی طرف رہنمائی کرے اور جس جس برائی کو جانتا ہے اس سے انھیں ڈرائے۔(یعنی آپ ﷺ کوئی نیکی چھپا کر اس دنیا سے نہیں گئے دین کی سب باتیں امتیوں کو بتادیں۔)

⑤ صحیح بخاری میں ہے کہ ابو الجویریہ کہتے ہیں میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (مشروب) باذق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا محمد ﷺ اس سے پہلے فرما گئے: جو نشہ آور ہے وہ حرام ہے۔ نیز فرمایا: مشروب وہ ہے جو حلال اور طیب ہو اور حلال اور طیب کے بعد حرام اور خبیث کے سوا کچھ نہیں۔ ❷

باذق مشروب میں سے ایک نشہ آور قسم ہے مطلب یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے اس کا اور اس کے علاوہ تمام انواع کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور یہ آپ ﷺ کے فرمان: [مَا أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ] جو نشہ لائے وہ حرام ہے" کا عموم ہے اس حدیث کا عموم دلالت کرتا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خواہ وہ آپ ﷺ کے زمانہ میں تھی یا بعد میں بنی ہو مائع، جامد اور ٹھوس ہو حرام ہے جو نشہ آور نہ ہو وہ حلال ہے۔

سگریٹ جو بعد کے زمانہ میں ایجاد ہوا اس کے بارے میں بھی وہی کہا جائے گا جو بادہ کے بارے میں کہا جاچکا ہے کہ شریعت اپنے عمومات سے اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾

"اور آپ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتے ہیں۔" (الاعراف:۱۵۷)

❶ مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلفاء الاوّل، ح:۱۸٤٤

❷ صحیح بخاری کتاب الأشربة، باب الباذق وما نهی عن كل مسكرٍ حديث:۵۵۹۸

اور یہ طیبات میں سے نہیں بلکہ خبائث میں سے ہے اس لیے حرام ہی ہوگا، مزید برآں یہ ایسے امراض کا سبب بنتا ہے جو موت کے منہ میں لے جاتے ہیں اس میں مال کا ضیاع ہے اور اس کی بدبو لوگوں کی ایذا رسانی کا ذریعہ بنتی ہے یہ تمام امور اس کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔

⑥ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر گئے تو اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں ہمارے پاس علم نہ ہو۔[1]

⑦ حرام جاندار اور پرندوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

[نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَ عَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ] [2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے جانور اور پنجہ (سے شکار کرنے والے پرندوں) سے منع کیا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلیل ہے کہ ہر پرندہ جو پنجوں سے شکار کرتا ہے وہ حرام ہے اور یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے جو احکام میں سے ہیں۔

جانوروں اور پرندوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سنہری اصول ہمیں بتا دیا کہ ہر والا جانور اور پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ حرام ہے۔

ہر حرام جانور کا نام اگر آپ بتاتے تو پھر قیامت تک آنے والے ہر جانور کے نام کے لیے ایک بہت بڑی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی اور ہر حرام پرندے کے نام کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا کیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی اصول میں ہر حرام جانور اور ہر حرام پرندے کی وضاحت فرما دی۔

---

[1] ابن حبان رقم الحديث: ٦٥، موارد الظمان ١/١٤٧، ح: ٧١

[2] صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع: ١٩٣٤

اسی طرح آپ نے جو خبریں دیں ان میں بھی جامعیت ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد:

[لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَانًا] ❶

اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن کا ابن رجب نے اربعین نووی میں اضافہ کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے دو عموم:

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی تالیف ''اعلام الموقعین'' (۳۷۵/۴) میں شریعت کی کاملیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ قاعدہ اہم ترین اور مفید ترین ضابطہ ہے اور یہ ایک ہی بات پر مشتمل ہے اور وہ ہے بندوں کے لیے ضروری علوم، معارف اور اعمال پر آپ ﷺ کی رسالت کا عموم و اشتمال اور یہ کہ انھوں نے اپنی امت کو اپنے بعد کسی کا ضرورت مند نہیں رہنے دیا۔ ان کی ضرورت صرف یہ ہے کہ ان تک کوئی وہ شریعت پہنچائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت میں دو عموم پائے جاتے ہیں اور دونوں محفوظ ہیں یعنی ان میں کوئی تخصیص لاحق نہیں ہوتی۔ ① ایک عموم تو ان کے مخاطبین کے اعتبار سے ہے اور ② دوسرا عموم ان کی امت کی ضروریات کے اعتبار سے کہ اس میں دین کے اصول و فروع سب بیان کر دیے گئے ہیں۔ تو آپ کی رسالت کافی شافی اور عام ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور آپ پر ایمان اس وقت مکمل نہیں ہوتا جب تک ان دونوں اعتباروں سے آپ کی رسالت کے عموم پر ایمان نہ لائے۔ مکلفین میں سے کوئی آپ کے دائرہ رسالت سے باہر نہیں اور علوم و اعمال حقہ جن کی امت کو ضرورت ہو ان سب سے کوئی بھی آپ کی رسالت سے باہر نہیں ہے۔ آپ ﷺ فوت ہوئے تو آسمان کی

❶ ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللّٰہ :۲۳٤٤، و قال حسن صحیح، ابن حبان:۲٥٤٨، الحاکم: ۳۱۸/٤، و قال ھذا حدیث صحیح الإسناد

فضاء میں اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں امت کو علم نہ رہا ہو۔ اور انھیں ہر چیز سکھا دی حتی کہ قضائے حاجت، مباشرت کرنے، سونے جاگنے، نشست و برخواست کے لیے، سوار ہونے، سواری سے اترنے، سفر و حضر، خاموشی اور کلام، خلوت و میل جول، امیری و غریبی، صحت و بیماری کے آداب، زندگی اور موت سے متعلق تمام احکام بیان کیے، اس کے ساتھ ساتھ عرش فرشتوں، جنوں اور جنت جہنم کے اوصاف قیامت کے احوال اور اس میں ہونے والے واقعات اس طرح بیان کرتے کہ کوئی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور ان لوگوں کو ان کے معبود برحق کا تعارف مکمل طریقے سے کرایا کہ گویا وہ اسے اس کی صفات کمال و جلال کے ذریعے سے دیکھ رہے ہوں اور مشاہدہ کرتے ہوں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا تعارف اور ان کے مابین ہونے والے واقعات اس طرح بتائے کہ گویا یہ ان میں موجود ہوں۔ اور خیر وشر کے چھوٹے بڑے ایسے راستے بتائے جو آپ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائے، موت اور اس کے بعد پیش آنے والے برزخی احوال اور ان میں پیش آنے والے بدن اور روح کے لیے ثواب و عذاب کی ایسی تفصیل بیان فرمائی جو آپ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید، نبوت، آخرت کے دلائل اور اہل کفر و ضلال کے تمام فرقوں کی تردید اس تفصیل سے کی کہ انھیں جان لینے کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں انھیں صرف اس کی ضرورت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ان تک پہنچائے اور ان میں سے جو ان کے لیے واضح نہ ہو اس کی وضاحت کردے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جنگوں میں کی جانے والی تدابیر اور حکمت عملی سے بھی روشناس کرایا اور بتایا کہ دشمن کے سامنے کس طرح جانا چاہیے اور یہ کہ فتح وظفر تک پہنچنے کے راستے کون سے ہیں جنھیں سمجھ اور اچھی طرح جان کر ان کا کما حقہ خیال رکھا جائے تو کوئی دشمن ان کے سامنے ٹھہرنے کی سکت ہی نہ رکھے اسی طرح

آپ ﷺ نے اپنی امت کو ابلیس کی تمام چالبازیوں اور اس کے مکروفریب دہی کے طریقوں سے آگاہ کردیا جنھیں اختیار کرکے وہ ان پر حملہ آور ہوتا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس کے مکر و تدبیر سے محفوظ کس طرح رہا جا سکتا ہے اور اس کے شر کو دور رکھنے کے طریقے بتا دیے جن پر اضافہ ناممکن ہے۔

اسی طرح افراد امت کو ان کے اپنے باطن کے احوال و اوصاف اور اس کے پوشیدہ اسرار کے متعلق ایسی باتیں بتا دیں جن کے ہوتے انھیں مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں اسی طرح آپ ﷺ نے معاش سے متعلق ایسی باتیں بتا دیں جن کو سمجھ کر ان پر عمل کرلیں تو ان کی دنیا باعظمت طریقے سے ختم ہو جائے۔

غرضیکہ آپ دنیا و آخرت کی مکمل بھلائی کے ساتھ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کے سوا کسی کا محتاج نہیں رہنے دیا تو یہ کیسے گمان کیا جاتا ہے کہ آپ کی وہ شریعت جس سے اعلیٰ و اکمل شریعت دنیا میں کوئی بھی نہیں، ناقص ہے اور اسے کسی ایسی سیاست لانے کی ضرورت ہے جو اسکی تکمیل کر سکے، اس میں قیاس کی ضرورت ہے یا حقیقت یا معقولات کے نام پر کسی خارجی چیز کی ضرورت ہے جو پہلے سے اس میں نہیں ہے، جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گویا یہ گمان رکھتا ہے کہ لوگوں کو آپ کے بعد کسی اور رسول کی ضرورت ہے۔ اور اس کی کم نصیبی ہے کہ وہ اس فہم سے بے خبر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اصحاب کو بہرور فرمایا تھا۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر اکتفاء کیا، اسے کافی سمجھا اور اس کی بدولت اس کے سوا ہر چیز سے مستغنی ہوگئے اور انھوں نے اس کے ذریعے دلوں کو فتح کیا اور ملکوں کو بھی۔ اور آئندہ نسلوں کو یہ پیغام دے کر گئے یہ چیز ہمیں ہمارے رسول اللہ ﷺ سونپ کر گئے تھے اور ہم تمھیں سونپ رہے ہیں۔

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

فرماتے ہوئے سنا:

[لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ] ❶

"(لوگو!) میں تمھیں ایسے دین پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔ میرے بعد اس سے صرف وہ شخص گریز کرے گا جسے ہلاک ہونا ہے۔"

یہ حدیث وضاحت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسے دین پر چھوڑا جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ اس میں کہیں اندھیرا نہیں، روشنی ہی روشنی ہے۔ روشنی میں ہر چیز واضح نظر آتی ہے، کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی کہ جس کا دیکھنا مشکل ہو۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنی امت کو جس دین پر چھوڑا اس دین کی ہر ہر بات انتہائی روشن ہے، واضح ہے اس میں کہیں پیچیدگیاں، موشگافیاں اور الجھنیں نہیں ہیں، نہ ہی یہ بہت زیادہ مشکل اور کانٹوں بھری وادی ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں:

اس قدر روشن اور اتنے آسان دین سے وہی شخص دور ہوگا وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ہلاکت، بربادی اور تباہی چاہتا ہو۔

جس قدر ہو سکے نبی ﷺ کی اتباع کی جائے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھو تب تک تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (یعنی جب تک میں خود کچھ نہ کہوں تب تک تم مجھ سے سوال کرنے سے احتیاط کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء سے سوالات کی کثرت اور انبیاء سے اختلاف کے باعث ہلاک ہو گئے۔

« فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ

❶ سنن ابن ماجه، ح:٤٣، إسناده صحيح

مَا اسْتَطَعْتُمْ» ❶

''جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کردوں تو اس سے باز آجایا کرو اور جب کسی کام کا میں تمہیں حکم کردوں تو حتی الوسع اس پر عمل درآمد کیا کرو۔''

❶ صحیح البخاری ،کتاب الاعتصام بالکتاب السنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله، رقم: ٧٢٨٨)

باب نمبر 3

اتباع رسول ﷺ

اتباع کا لغوی معنی:

ابن منظور ''لسان العرب'' میں لکھتے ہیں:

[قَالَ الْفَرَاء= الإِتِّبَاعُ اَنْ يَّسِيْرَ الرَّجُلُ وَ اَنْتَ تَسِيْرُ وَرَاءَهٗ وَ إِذَا قُلْتَ اتَّبَعْتُهٗ فَكَأَنَّكَ قَفَوْتَهٗ]

''فراء (لغت ونحو کے امام) نے کہا کہ اتباع کے معنی یہ ہے کہ کوئی شخص آگے آگے چل رہا ہو اور آپ اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور آپ کہیں کہ میں نے اس کی اتباع کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے پیچھے پیچھے اور اس کے نقش قدم پر چلے۔''

امام ابو الحسن الآمدی بیان کرتے ہیں:

''متابعت کبھی کسی کے قول کی ہوتی ہے اور کبھی کسی کے فعل کی، کسی کے قول کے اتباع کا معنی تو یہ ہے کہ اپنے متبوع کی اس طرح فرمانبرداری کی جائے جس طرح اس کے قول کا تقاضا ہو اور کسی کے فعل کی اتباع کا معنی یہ ہے کہ اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیوں کہ وہ کرتا ہے۔ [1]

فائدہ= گائے کے بچے کو تبیعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے جب کھولا جاتا ہے تو وہ سیدھا دوڑتا ہوا اپنی ماں کے پاس جاتا ہے۔لہٰذا صحیح تابع وہی ہوتا ہے جو سیدھا متبوع کی طرف دوڑ کر جائے اور ادھر اُدھر کسی کی طرف توجہ نہ کرے۔

[1] احکام فی اصول الاحکام ۱/ ۱۶۰۔

اتباع اور اطاعت میں فرق:

اطاعت کا لفظ "طوع" سے ماخوذ ہے طوع کے معنی دل کی خوشی سے کسی کا حکم ماننے کے ہیں اس کا مقابل کرھا آتا ہے جس کے معنی ناگواری کے ہیں طوعاً و کرھاً (خوشی اور ناخوشی) اطاعت کا مفہوم ہوا دل کی خوشی اور قلبی پسندیدگی کے ساتھ کسی کا حکم ماننا اور اس کی پیروی کرنا۔

اتباع سے مراد ہے کسی کے نقش قدم پر چلنا پسند یا ناپسند کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ یعنی جو کام جس طرح کیا گیا ہے خواہ وہ آپ کو پسند ہو یا ناپسند اسے بالکل ویسے ہی کیا جائے، اس طرح اتباع کا معنی اطاعت سے وسیع تر ہے اس میں اطاعت بھی شامل ہے۔

سنت کا لغوی معنی:

سنت کا لغوی معنی راستہ ہے جس پر چلا جائے اور جو متواتر چلنے کی وجہ سے صاف اور واضح ہو گیا ہو یا اس سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر عمل کیا جائے خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔

[اَلطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ سَيِّئَةً]

یہ لغوی معنی ہے لیکن عرف اور شرع کے اندر اَلطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ الْمَحْمُوْدَةُ] ہوتا ہے۔ سنت کا لفظ تین مقامات پر بولا جاتا ہے۔

① احکام ② دلائل ③ بمقابلہ بدعت

① اُحکام:

احکام کے اندر اگر سنت کا لفظ ہو تو جمہور علماء کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ یہ چیز فرض اور واجب نہیں۔ مندوب اور مستحب ہے اگر اس کو اختیار کیا جائے تو ثواب ہے اس کے ترک سے گناہ نہیں۔ احناف نے سنت کی یہ تعریف کی ہے۔

[مَا وَاظَبَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ مَعَ تَرْكِهِ أَحْيَانًا]

سنت کا لفظ مستحب اور مندوب کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے یعنی وہ کام جس کے بارے میں حکم اس انداز سے دیا گیا ہے کہ اس کا کرنا پسندیدہ ہے۔ یہ استعمال فقہاء کے ہاں ہے اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ] ❶

''اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو انھیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔''

پس بے شک مسواک کے لیے استحبابی حکم تو موجود ہے، یہ حکم بطور ایجاب اس لیے نہیں دیا گیا کہ اس میں امت کی مشقت کا ڈر تھا۔

❷ اَدلہ:

ادلہ کے اندر جب سنت کا لفظ استعمال ہو تو تعریف یہ ہوگی۔

[مَا صَدَرَ عَنِ النَّبِيِّ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ]

''قرآن کے علاوہ جو کچھ بھی آپ سے صادر ہوا ہے قول، فعل، تقریر''

کتاب و سنت میں جو کچھ وارد ہے وہ آپ کی سنت ہے اور یہی آپ کا طریقہ ہے جس پر آپ ﷺ کاربند تھے۔ آپ کا فرمان ہے:

[فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ] ❷

''جو میری سنت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں۔''

علامہ محمد بن عبد الهادی سندھی سنن ابن ماجہ کے باب [اتباع السنۃ] کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

[يَحْتَمِلُ اَنّه اَرَادَ بِالسُّنَّةِ مَا هُوَ اَحَدُ الْاَدِلَّةِ الاَرْبَعَةِ الْمَذْكُوْرَة

❶ صحیح البخاری:۸۸۷، مسلم:۲۵۲، البخاری: قبل ح:۱۹۳٤، تعلیقاً واللفظ له

❷ صحیح البخاری:٥٠٦٣، مسلم:١٤٠١

فِی كُتُبِ الْاُصُوْلِ وَ هِیَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةِ وَ إِجْمَاعُ الْاُمَّةِ۔ والقياس والسنة بِهٰذَا الْمَعْنٰى تَشْتَمِلُ قَوْلَهٗ ﷺ فِعْلَهٗ وَ تَقْرِيْرَهٗ فَكُلُّ ذٰلِكَ مِنَ الْأَدِلَّةِ الَّتِیْ تَثْبُتُ بِهَا الأَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ وَ يَجِبُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعُهَا]

سنت حدیث کے معنی میں ہے جب اس لفظ کا عطف کتاب پر ہو۔ آپ کا یہ فرمان:

« يَآيُّهَا النَّاسُ إِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا ، كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّهٖ ﷺ » ❶

"لوگو! میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔"

نیز فرمایا:

[إِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِیْ] ❷

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑیں ان کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری سنت۔"

اور جب بعض علماء بعض مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مسائل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہیں تو اس وقت سنت کا لفظ اسی معنی میں ہوتا ہے۔

③ بدعت یا اہل بدعت کے مقابلہ میں ہو:

جب سنت یا اہل سنت کا لفظ بدعت یا اہل بدعت کے مقابلہ میں ہو تو معنی یہ ہو گا کہ وہ بدعت یا اہل بدعت نہیں۔

❶ المستدرك: ١/ ٩٣، ح: ٣١٨

❷ المستدرك: ١/ ٣٩، ح: ٣١٩

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

[فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ] [1]

’’تم میں سے جو میرے بعد زندگی گزارے گا وہ بہت اختلاف دیکھے اس لیے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے مضبوطی سے تھامنا اور دانتوں سے پکڑ لینا اور (دین میں) نو ایجاد کاموں سے بہت اجتناب کرنا کیونکہ (دین میں) ہر نو ایجاد کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔‘‘

اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ بعض محدثین کا عقیدہ کے موضوع پر اپنی تالیفات کا نام سنت رکھنا ہے۔ مثلاً: السنۃ: تالیف محمد بن نصر المروزی، السنۃ تالف ابن ابی عاصم، السنۃ: تالیف لا لکائی)

سنت بھی فرض:

مصطلحات سے قبل کے زمانہ میں فرض پر سنت کا لفظ بول لیتے تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مغرب کے دونفلوں کے لیے حکم دیا تو فرمایا:

[”صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ، صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ“ قال فی الثالثة ”لِمَنْ شَآءَ“]

’’مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو‘‘ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جو چاہتا ہے۔‘‘

آپ نے تیسری مرتبہ [لِمَنْ شَآءَ] اس لیے کہا کہ کہیں لوگ انہیں فرض ہی نہ سمجھ

[1] ابوداود: ٤٦٠٧ یہ الفاظ اسی کے ہیں، ترمذی: ٢٦٧٦، ابن ماجہ: ٤٣-٤٤، اورترمذی نے کہا: ”حسن صحیح“

لیں۔ یہاں سنت فرض کے معنی میں ہے، کیونکہ [لِمَنْ شَآءَ] کہنے کے باوجود سنت ہی ہیں۔

انور شاہ کشمیری نے "العرف الشذی" جس کو مولانا چراغ دین صاحب نے لکھا ہے میں فرماتے ہیں:[وَ رُبَمَا نَجِدُ لَفظَ السُّنَّةِ فِی حَقِّ الْفَرَائِضِ أَيُضًا وَ نَظَائِرُهَا كَثِيُرَةٌ لَا تُحُصٰی] ❶

اور راوی نے وضاحت فرمائی:[كَرَاهِيَةَ أَنُ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً]

اصول کی طرح فروع میں بھی سنت کی اتباع لازم ہے:

کتاب و سنت کے دلائل کے مطابق جس طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع عقیدے سے متعلقہ امور میں واجب ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[فَإِنَّهٗ مَنُ يَعِشُ مِنكُمُ فَسَيَرٰی اخُتِلَافًا كَثِيُرًا فَعَلَيُكُمُ بِسُنَّتِیُ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهُدِيِّينَ الرَّاشِدِيُنَ] ❷

"تم میں سے جو میرے بعد زندگی گزارے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا اس صورت میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑے رکھنا۔"

بعینہ اسی طرح فروعی مسائل جن میں اجتہاد جائز ہے دلیل ظاہر ہوجانے پر ان میں بھی سنت کی اتباع لازم ہے اس امت کے سلف نے اسی طرح کی نصیحت کی جن میں ائمہ اربعہ یعنی ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور امام احمد شامل ہیں، ان کی نصیحت ہے کہ دلیل سے ثابت شدہ موقف کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث وارد ہو تو اس کے خلاف ہونے کی صورت میں ان کے اقوال ترک کردیے جائیں۔

---

❶ العرف الشذی:۹/۲

❷ سنن ابی داود کتاب ا[illegible]ة، باب فی لزوم السنة :٤٦٠٧، مسند أحمد:١٢٧/٤، ح: ١٧١٤٥، الموسوعة الحديثية ٣٨٥/٢٨، الموارد، ح، ١٠٢ ،مسند دارمی: ٤٥/١، ح:٩٦

اتباع رسول ﷺ کی اہمیت

اللہ کی محبت اور مغفرت کی ضمانت:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾(آل عمران: ٣٢)

"اے نبی (ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔"

کس قدر فضیلت ہے، اتباع رسول ﷺ کی کہ آپ کی اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔ اس دعویٰ کے صدق کے لیے جس دلیل کی ضرورت ہے وہ دلیل رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔

اللہ کی محبت آپ ﷺ کی اطاعت سے مقید ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرة: ١٦٥)

"جو لوگ ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے رکھتے ہیں۔"

اور اللہ کی محبت مشروط ہے، مقید ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت کے ساتھ، آپ ﷺ کی پیروی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی محبت کا لازمی تقاضا ہے اور لازمی شرط ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں اور جب ہم اتباع کریں گے تو خالق کائنات مالک

ارض وسموات بذات خود ہم سے محبت کرے گا اور ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور پھر جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کی کیا شان ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰی الْعَبْدَ نَادَی جِبْرَائِیلَ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَیُحِبُّهُ جِبْرِیْلُ فَیُنَادِیْ فِی أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ یُحِبُّه أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ]

”جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے تو جرائیل کو بلاتا ہے۔ (اور بتاتا ہے) کہ اللہ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ پس تو بھی اس بندے سے محبت کر پھر جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبریل (علیہ السلام) آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی (اعلان) کراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کرو۔ آسمان والے (فرشتے) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس شخص کے لیے زمین میں بھی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔“ (صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: ” إِنِّیْ أُحِبُّ فُلَانًا“ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں) [1]

یہ عظیم مرتبہ و مقام کیسے حاصل ہوتا ہے؟ [فَاتَّبِعُوْنِیْ] یعنی رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے۔ یہ فضیلت ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت کی۔

اطاعت سے جنت، معصیت سے جہنم:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[کُلُّ أُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا مَنْ أَبٰی قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَنْ یَأْبٰی؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ أَبٰی]

[1] صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ: ۳۲۰۹، و صحیح مسلم: ۲۶۳۷

"میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) کون انکار کرے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔"[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ أَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ یَعْصِنِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ][2]

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔"

اطاعت کے بغیر تقویٰ کیسے؟:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر:۷)

"اور جو تمھیں رسول (ﷺ) دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہو اور تم اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اس آیت مبارکہ کا حکم عام ہے کہ جو حکم بھی رسول اللہ ﷺ دیں اس پر عمل کرنا ہے اور جس چیز سے بھی منع فرمائیں اس سے رک جانا ہے۔ اس تسلسل میں تقویٰ کا حکم دینا ظاہر کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرنا اور آپ کی نافرمانی نہ کرنا تقویٰ کا لازمی تقاضا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنا، آپ کے حکم کو قبول نہ کرنا اور آپ ﷺ کی نہی اور ممنوعہ امور کی خلاف ورزی کرنا اللہ رب العزت کے عذاب کا موجب

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله: ۷۲۸۰

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فی وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیته، ح: ۱۸۳۵

ہے۔ جیسا کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ المختصر قرآن مجید کی اس آیت اور دیگر آیات سے ہمیں یہی حکم ملتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کریں زندگی کے تمام امور میں خواہ ان کا تعلق اعتقادیات سے ہو، فروعات سے ہو، معیشت و تجارت سے ہو، سیاسیات سے ہو، عائلی و خانگی امور سے ہو، ہر معاملے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مکمل پیروی کرنی ہے۔ ہمیں یہ اختیار قطعاً نہیں کہ ہم کہیں فلاں فلاں کے فرامین یا فیصلوں پر عمل کرنا ہے ہرگز نہیں اس کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

[مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ] [1]

''جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور ٦٣)

پس (رسول اللہ ﷺ) کے امر کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء: ٦٥)

'' (اے رسول ﷺ) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے (تمام) باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو بھی فیصلہ آپ کریں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ح:٧٠٦٣

بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔"

اور یہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہی خصوصیت ہے، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کی بات کا انکار کفر نہیں۔ دیوبندیوں کے موجودہ دور کے "امام اہل سنت" مولوی سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

" جناب رسول اللہ ﷺ کی پہنچائی ہوئی اور بتائی ہوئی ہر ایک تعلیم خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت ہوتی ہے۔" (راہ سنت: ۲۳)

"اور اس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہوتی ہے اور اس کی پیش کردہ تعلیم کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے رسول کے سوا کسی دوسرے شخص کو اور اس کی پیش کردہ تعلیم کو ہرگز ہرگز یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔" (راہ سنت، ص: ۲۳، بیسواں ایڈیشن)

جو دعوت قبول کرے گا وہی کھائے گا:

[عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: جَآءَ تِ الْمَلَائِكَةُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانٌ۔ فَقَالُوْا: اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا، فَاضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّهٗ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانٌ۔ فَقَالُوْا: مَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَّبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ۔

فَقَالُوْا: اَوِّلُوْهَا لَهٗ يَفْقَهُهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّهٗ نَائِمٌ۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانٌ۔ فَقَالُوْا: اَلدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى

مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ۔ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ] ❶

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس کچھ فرشتے آئے۔ آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک کہنے لگا: آپ سو رہے ہیں۔ دوسرا کہنے لگا (پھر کیا ہوا) آپ کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے۔ وہ کہنے لگے: اس نبی کی ایک مثال ہے' ان کے لئے وہ مثال بیان کر دو۔ پھر ایک کہنے لگا وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ تو دوسرے نے کہا: بلاشبہ آپ کی صرف آنکھیں سوئی ہیں جب کہ دل جاگ رہا ہے۔ (لہٰذا وہ آپ کی بات سنیں گے' آپ بیان کریں) انہوں نے کہا: اس نبی کی مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جو ایک گھر تعمیر کرتا ہے' اس میں ایک دعوت (طعام) کا بندوبست کرتا ہے' پھر ایک آدمی کو بھیجتا ہے (کہ لوگوں کو اس کھانے کی دعوت دے)۔ اب جو آدمی اس دعوت دینے والے کی بات مان لیتا ہے وہ تو گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور کھانا تناول کر لیتا ہے' جو اس دعوت دینے والے کی بات نہیں مانتا وہ نہ تو گھر میں داخل ہو پاتا ہے نہ کھانا کھا سکتا ہے۔''

وہ پھر کہنے لگے: اب اس کی تشریح بھی کرو تاکہ وہ اس مثال کو سمجھ سکیں ایک کہنے لگا وہ تو سوئے ہوئے ہیں تو دوسرا بولا کہ آپ کی محض آنکھیں سوئی ہوئی دل بیدار ہے۔ وہ کہنے لگے: گھر سے مراد جنت ہے۔ دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں۔ (گھر بنانے والے اور کھانے کا بندوبست کرنے والے سے مراد اللہ تعالیٰ ہے) لہٰذا جو کوئی محمد کی بات مانے گا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی بات مانی۔ جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے تحقیق اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

❶ صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة: باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ رقم الحديث: ٦٨٥٢

کی۔ محمد ﷺ تو (اچھے اور برے، مسلمان اور کافر، جنتی اور جہنمی کے درمیان) فرق کرنے والے ہیں۔"

لشکر سے بچ جاؤ:

[عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِهٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ یَا قَوْمِ! اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ۔ فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَدْلَجُوْا وَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَیْشُ فَاَهْلَکَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ] [1]

"سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری مثال اور جو چیز مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی قوم کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: اے میری قوم! میں نے (دشمن کے) لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے' بے شک میں ننگا (واضح، کھلم کھلا) ڈرانے والا ہوں۔ لہٰذا (اپنا بندوبست کر لو اور) اپنا بچاؤ کر لو۔ کچھ لوگ تو اس کی بات مان لیتے ہیں اور راتوں رات ہی اپنا بندوبست کر کے اطمینان سے اس جگہ سے چل پڑتے ہیں، وہ تو نجات پا جاتے ہیں۔ (جب کہ) کچھ لوگوں نے اس کی بات نہ مانی وہ اپنی جگہ پر ہی رہے۔ (دشمن

[1] صحیح البخاری= کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة۔ باب الإقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث: ۶۸۵۴' وصحیح مسلم، کتاب الفضائل: باب شفقته ﷺ علٰی امته رقم الحدیث: ۲۲۸۳

کے) لشکر نے صبح صبح ان کو آلیا۔ انہیں ہلاک کر دیا اور ان کو تہس نہس کر ڈالا۔ یہ اس کی مثال ہے کہ جس نے میری بات مانی اور جو چیز میں لے کر آیا ہوں اس کو تسلیم کیا۔ اور یہی مثال ہے اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق چیز میں لے کر آیا ہوں اس کو جھوٹ جانا۔

اطاعت نبوی کا بے مثال ثمرہ:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے:

[اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ وَ اَخْلِفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهَا]

''ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ مجھے میری اس مصیبت کا اجر عطا فرما اور (اس نقصان کے) عوض اس سے اچھی چیز عطا فرما۔''

جب (میرے خاوند) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں نے (دل میں) کہا کہ (بطور خاوند) ابوسلمہ سے کونسا مسلمان بہتر ہو گا (ابوسلمہ کا گھرانہ وہ) گھرانہ ہے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کی تھی۔ میں نے یہ دعا پڑھی تو (اس کے نتیجے میں) اللہ تعالیٰ نے میرا خاوند اللہ کے رسول ﷺ کو بنا دیا۔

[فَأَخْلَفَ اللّٰهُ لِىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟]

(ایک روایت میں ہے پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ) بھلا محمد ﷺ سے بھی کوئی بہتر ہوسکتا ہے؟ [1]

[1] مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبۃ رقم:۹۱۸

اتباع رسول ﷺ سے درست فیصلے:

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بھیج رہے ہیں میں نوعمر ہوں قضا کا مجھے علم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے دل کو راہ راست پر رکھیں گے اور تیری زبان کو استقامت بخشیں گے۔ جب تو فیصلہ کرے تو ایک فریق کی بات سن کر کبھی فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جس طرح پہلی کی بات سنی ہے۔

[فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتّٰى تَسْمَعَ مِنَ الْآخِرِ] [1]

اس سے تیرے سامنے صحیح فیصلہ آ جائے گا۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح فیصلہ کرتا رہا۔ مجھے قضا میں پھر کبھی شک نہیں پڑا۔

حدیث کی موجودگی میں اگر مگر نہیں چلتی:

ایک آدمی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے متعلق سوال کیا تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کہا :[رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَسْتَلِمُهٗ وَ يُقَبِّلُهٗ] میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے آپ اسے چھوتے تھے اور بوسہ دیتے تھے۔ اس شخص نے کہا اگر بھیڑ زیادہ ہو۔ اگر میں مغلوب ہو جاؤں تو پھر؟ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:

[إِجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمِيْنِ] اپنی اگر مگر یمن میں رکھ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے اور چھوتے ہوئے دیکھا ہے بس۔ [2]

فائدہ = ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ جواب اس لیے دیا تھا کہ وہ اپنی رائے کو حدیث کے خلاف پیش کر رہا تھا تو اس کو بتا دیا جب حدیث رسول آ جائے تو اسی کو قبول کرو اور رائے سے بچ جاؤ اور اگر مگر کی باتیں نہ کرو۔

---

1. سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیه، باب کیف القضاء، حدیث:۳۵۸۲
2. صحیح البخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر: حدیث:۱۶۱۱

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل یہ تھا وہ حجر اسود کو ضرور چھوتے تھے اگرچہ خون آلود ہو جاتے۔ (فتح الباری) سبحان اللہ۔ عمل بالحدیث کا کمال نمونہ ہے۔

مال فئی میں برابری:

ابو الجویرۃ الجرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں روم کی زمین میں ایک سرخ رنگ کا مٹکا پایا اس میں دینار تھے۔ ہمارے قافلے کے امیر نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی تھے جو بنی سلیم قبیلہ سے تھے۔ ان کا نام معن بن یزید رضی اللہ عنہ تھا۔ میں وہ مٹکا ان کے پاس لے آیا انھوں نے وہ مٹکا قافلے والوں کے درمیان برابر تقسیم کردیا اور مجھے بھی اتنا ہی دیا جتنا دوسرے آدمی کو دیا۔ پھر مجھے کہا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا کہ آپ ﷺ نے فرمایا زائد حصہ خمس نکالنے کے بعد دیا جائے گا تو میں تجھے ضرور دیتا۔ پھر انھوں نے اپنے حصے سے مجھے دینا چاہا تو میں نے انکار کردیا۔ [1]

یہ مال مالِ فئی تھا اس لیے اس سے خمس نہیں نکلتا تھا لہٰذا سب کو برابر دیا۔ عمل بالحدیث سے صحابہ کرام کو کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی النفل من الذهب والفضة، حدیث: ۲۷۵۲

اتباع رسول ﷺ کے عملی نمونے

مصوّر کھینچ وہ نقشہ جس میں جس میں اتنی صفائی ہو
ادھر فرمان محمد ﷺ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

جب سے سنا، عمل نہیں چھوڑا

صحابہ کرام جب رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان سن لیتے تو پھر ساری زندگی اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتے۔ آیئے !اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

دن رات میں بارہ رکعتیں:

ام حبیبہ فرماتی ہیں میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا:

[مَنْ صَلّٰی اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ رَکْعَةً فِیْ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ بُنِیَ لَهٗ بِهِنَّ بَیْتٌ فِی الْجَنَّةِ]

’’جو ایک دن اور رات میں بارہ رکعتیں (چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے پہلے) ادا کرے گا تو اس کے لیے جنت میں ایک محل بنا دیا جائے گا۔‘‘

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[فَمَا تَرَکْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ]

’’جب سے میں نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی تب سے اب تک میں نے (یہ سنتیں) نہیں چھوڑیں۔‘‘

عملی تسلسل:

اس حدیث کی سند اس طرح ہے:

[حدثنا محمد بن عبد اللّٰہ بن نمیر حدثنا ابو خالد یعنی سلیمان بن حیان عن داؤد بن ابی ھند عن النعمان بن سالم عن عمرو بن أوسٍ قال حدثنی عنبسة بن ابی سفیان]

اس سند میں کمال یہ ہے کہ اس کے تمام راوی اس پر عمل کرتے رہے ہیں جب سے اس نے سنا ہے:

[قَالَ عَنبَسَةُ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ أُمِّ حَبِيبَةَ وَ قَالَ عَمْرُو بْنُ اَوسٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَنبَسَةَ۔ وَ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَمْرِ بْنِ اَوسٍ]

(حدیث کے راوی) حضرت عنبسہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ حدیث ام حبیبہ سے سنی تب سے اب تک میں نے بھی یہ سنتیں نہیں چھوڑیں۔ عمرو بن اوس کہتے ہیں جب سے میں نے عنبسہ سے یہ حدیث سنی ہے اب تک میں نے بھی یہ رکعتیں نہیں چھوڑیں۔ نعمان بن سالم کہتے ہیں جب سے ہم نے عمرو بن اوس سے سنا ہے اب تک میں نے بھی یہ سنتیں نہیں چھوڑیں۔ [1]

آسمان کے دروازے کھول دیے گئے:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص نے (نماز شروع کی اور) یہ دعا پڑھی:

[اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا]

(جب آپ ﷺ نے نماز ختم کر لی تو) پوچھا کہ یہ دعا کس نے پڑھی تھی؟

[1] مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل السنن الراتبة، رقم: ۷۲۸

ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[عَجِبْتُ لَهَا فُتِحَتْ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ]

"اس دعا کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے (کہ یہ دعا سیدھی عرش معلیٰ پر پہنچی) مجھے اس پر تعجب ہوا۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ يَقُوْلُ ذٰلِكَ]

"جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا تھا تب سے اب تک اس دعا کو میں نے کبھی بھی نہیں چھوڑا۔" ❶

آپ ﷺ کی پسندیدہ دعا:

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کون سی دعا سب سے زیادہ پڑھا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ دعا سب سے زیادہ پڑھتے تھے:

[اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ]

"یا اللہ! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی سے نواز، اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

قتادہ فرماتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کا ارادہ کرتے یہی دعا پڑھتے اور اگر کوئی اور دعا کرنا چاہتے تو تب بھی اس دعا کو اس میں شامل کر لیتے۔ ❷

کبھی گالی نہیں دی:

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

❶ مسلم، کتاب المساجد، باب ما یقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ، رقم: ٤٠١

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فضل الدعاء باللھم آتنا فی الدنیا......، رقم: ٢٦٩٠

"میں نے ایک آدمی دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتا ہے، لوگ اسے قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ چنانچہ میں نے دو مرتبہ کہا: [یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! عَلَیْكَ السَّلَامُ] "اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔" آپ ﷺ نے فرمایا: [عَلَیْكَ السَّلَامُ] نہ کہو کیونکہ یہ مُردوں کے لیے سلام ہے، لہٰذا تم [السَّلَامُ عَلَیْكَ] کہو۔ میں نے کہا: کیا واقعی آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں میں اسی اللہ کا رسول ﷺ ہوں کہ جسے تم اپنی مصیبت میں پکارتے ہو اور وہی تمہاری مصیبت دور کرتا ہے۔ اگر تمہارے ہاں قحط سالی ہو، تو تم اسے پکارتے ہو اور وہی تمہارے لیے سبزہ اگاتا ہے اور جب تم کسی صحرا اور جنگل میں اپنی اونٹنی گم کر بیٹھتے ہو اور اس اللہ کو پکارتے ہو اور وہ تمہاری سواری تمہیں واپس لوٹا دیتا ہے۔"

میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا: [لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا] "کسی کو گالی نہ دینا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

[فَمَا سَبَبْتُ بَعْدُ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِیْرًا وَلَا شَاۃً] [1]

"اس کے بعد سے آج تک میں نے کسی آزاد، غلام، اونٹ، بکری وغیرہ کو بھی کبھی گالی نہیں دی۔"

جب سے سنا، زکاۃ وصول کرنے والے کو راضی کر کے بھیجا:

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین ہم پر زیادتی کرتے ہیں (کہ زیادہ زکوٰۃ

[1] ابو داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی السبیل الازار، رقم: ٤٠٥٠

لیتے ہیں) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ]

"تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کر کے بھیجا کرو۔"

جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[مَا صَدَرَ عَنِّيْ مُصَدِّقٌ مُنْذُ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا هُوَ عَنِّيْ رَاضٍ] ❶

"جب سے میں نے آپ ﷺ سے یہ فرمان سنا تب سے مجھ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آنے والا عامل ناراض ہو کر نہیں پلٹا۔"

سرکہ سے محبت:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن کے متعلق پوچھا تو گھر والوں نے کہا، ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ نے سرکہ منگوا کر کھانا شروع کر دیا۔ اور فرمایا:[نِعْمَ الْأَدَامُ الْخَلُّ] سرکہ بہترین سالن ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:[فَمَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ منذ سَمِعْتُهَا مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ] جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سرکہ کے متعلق سنا ہے میں ہمیشہ اس سے محبت کرتا رہا ہوں۔ طلحہ فرماتے ہیں، جب سے میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے، ہمیشہ سرکہ سے محبت کرتا ہوں۔ ❷

کدّو سے محبت:

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے ایک درزی غلام کے پاس گیا۔ اس نے ایک بڑے تھال میں ثرید ڈال کر پیش کیا اور اپنے کسی کام کے

❶ مسلم، كتاب الزكوة باب إِرْضَاءِ السُّعَاةِ، رقم: ٩٨٩

❷ مسلم، كتاب الخل باب فضيلة الخل: ٢٠٥١

لیے چلا گیا۔

[فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ سَبَّعُ الدَّبَّاءَ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَمَا زِلْتُ لَهٰذَامْتُ الدَّبَّاءَ] ❶

نبی ﷺ نے اس برتن سے کدّو تلاش کر کر کے کھانا شروع کیے تو میں نے بھی کدّو ڈھونڈ کر آپ کے سامنے رکھنے شروع کر دیے پھر اس کے بعد میں ہمیشہ کدّو سے محبت کرتا رہا ہوں۔

ازار بند نصف پنڈلی تک:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور تہ بند لٹک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَبْدَ اللّٰهِ ارْفَعْ إِزَارَكَ] اے عبد اللہ! اپنے تہ بند کو لو پر کر۔" عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: [فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُّ] "میں نے اوپر کیا نبی ﷺ نے فرمایا اور اوپر کر میں نے اور اوپر کیا۔" [فَمَا زِلْتُ أحمراها بَعْدُ] اس کے بعد میں ہمیشہ اپنے تہ بند کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھتا۔ ❷

سبحان اللہ کیسی اطاعت شعاری ہے۔

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہے
اِدھر فرمان مصطفیٰ ہو اِدھر گردن جھکائی ہو

تحریری وصیت ہمیشہ موجود رہی:

اسلامی عقیدہ کے مطابق موت لازمی ہے، موت کب آئے گی؟ کہاں آئے گی؟ اور کس حال میں آئے گی، کسی کو معلوم نہیں اس لیے کتاب وسنت میں حقوق العباد کے سلسلہ میں بطور خاص تاکید کی گئی ہے کہ ان کو فی الفور ادا کر دیا جائے۔ لین دین اور قرض وغیرہ

❶ صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب الثريد، : ٥٤٢٠

❷ مسلم، كتاب اللباس، والزينة، حديث: ٢٠٨٦

کی ادائیگی میں عجلت سے کام لیا جائے، کیوں کہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ کہیں اچانک موت آجائے اور ایک بندۂ مومن اپنے کسی فرض کی ادائیگی کا موقع نہ پا سکے اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کا ایک تاکیدی حکم یہ ہے:

[مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِي فِيْهِ يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ] ❶

"کوئی مسلمان اگر کسی چیز کی وصیت کرنا چاہتا ہے تو وصیت کو تحریری شکل میں لائے بغیر اس کے لیے تین راتیں گزارنا جائز نہیں۔"

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ اِلَّا وَ عِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ] ❷

"رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث پاک کے سننے کے بعد مجھ پر کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ میرے پاس تحریری وصیت موجود نہ ہو۔"

آج حقوق ومعاملات کے کتنے جھگڑے ہیں، جو محض اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ مرنے والے نے اپنے پیچھے کوئی ایسی تحریر نہیں چھوڑی جس سے اس کے وارثین اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرسکیں، نبی اکرم ﷺ کا ہر فرمان خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے متعلق ہو ہمارے لیے اس کی اطاعت و اتباع ضروری ہے ایک جلیل القدر صحابی نے اپنے اسوۂ سے ہمیں بتایا کہ احادیث رسول پر کس طرح سے عمل کیا جاتا ہے؟

حدیث سنتے ہی غلام آزاد کردیا:

سعید بن مرجانہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ

❶ صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، مسلم، کتاب الوصیة، ۲۷۳۸

❷ مسلم، کتاب الوصیة، ٦٢٧٦

اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنِ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ إِرْبٍ مِنْهُمَا اَرْبًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ]

''جو مسلمان کسی غلام کو آزاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرما دیں گے۔''

سعید بن مرجانہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے میں نے یہ حدیث سنی تو سننے کے بعد میں علی بن حسین رحمہ اللہ (زین العابدین) کے پاس گیا اور ان سے یہی حدیث بیان کی تو انہوں نے فوراً اپنا ایک غلام آزاد کر دیا جب کہ وہ غلام انھوں نے ابن جعفر رحمہ اللہ سے دس ہزار درہم کا خریدا تھا۔''[1]

......پھر کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی:

[عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعَنِي النَّبِيَّ ﷺ أَحْلِفُ بِأَبِي فَقَالَ يَا عُمَرُ ! لَا تَحْلِفْ بِأَبِيكَ إِحْلِفْ بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ قَالَ فَمَا حَلَفْتُ بَعْدَهَا إِلَّا بِاللّٰهِ۔ قَالَ وَرَآنِيْ أَبُوْلُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا عُمَرُ! (لَا) تَبُلْ قَائِمًا! فَمَا بُلْتُ بَعْدَ قَائِمًا]

''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی نے عمر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ اپنے باپ کی قسم اٹھا رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا اے عمر! اپنے باپ کی قسم نہ اٹھا۔ اللہ کی قسم اٹھا۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پس اس کے بعد میں نے صرف اللہ کی قسم اٹھائی۔ اور آپ نے مجھے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا اے عمر کھڑے ہوکر پیشاب نہ کر۔ پس اس کے بعد میں کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔''

[1] صحيح مسلم: كتاب العتق، باب فضل العتق، رقم: ١٥٠٩

لاٹھی بھی گرتی تو خود پکڑتے:

عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم سات یا آٹھ یا نو صحابہ نبی ﷺ کے ہاں حاضر خدمت تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ کیونکہ ہم تھوڑا عرصہ پہلے بیعت کر چکے تھے اس لیے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے پھر دوبارہ فرمایا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ہو؟ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں آپ نے پھر فرمایا کہ تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے؟ چنانچہ ہم نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیے اور ساتھ عرض کیا کہ ہم تو یا رسول اللہ پہلے بیعت کر چکے ہیں اب کس بات پر بیعت کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

[اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّالصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ وَ تُطِيْعُوا اللّٰه......]

''اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچوں نمازیں ادا کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے۔''

(راوی کہتا ہے[وَ أَسَرَّ حِكْمَةً خَفِيَّةً] پھر آپ ﷺ نے آہستہ سے کہا:

[وَلَا تَسْأَلُوْنَ النَّاسَ شَيْئًا]

''لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔''

راوی کہتا ہے:

[فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ سَقُطَ سَوْطَ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ اَحَدٌ يُنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ]

اس بیعت میں شریک) کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا تھا کہ اگر ان کی لاٹھی (سواری

وغیرہ سے) گر جاتی تھی تو وہ کسی کو یہ نہ کہتے تھے کہ لاٹھی اٹھا کر پکڑا دو۔ ❶

ابوہریرہ، نبی ﷺ کی وصیتوں پر کاربند رہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے نبی ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی میں جب تک زندہ رہوں گا انھیں نہیں چھوڑوں گا۔

① [صِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ] (ہر مہینے تین روزے رکھوں گا۔)

② [وَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى] ''چاشت کی نماز پڑھتا رہوں گا۔''

③ [أَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ] وتر پڑھنے سے پہلے نہ سوؤں گا۔ ❷

فائدہ= شیطان بڑا ہی بے ایمان ہے وہ انسان ایک نیکی دکھا کر دوسری نیکی سے پھیر دیتا ہے وہ کہتا ہے رات کو تہجد پڑھنی ہے اس وقت وتر پڑھ لینا پھر جب رات کا وقت ہوتا ہے تھپکی لگا کر سلا دیتا ہے تہجد سے بھی گیا اور وتر سے بھی محروم کر دیا لہٰذا ایسے افراد جن کے لیے رات کو بیدار ہونا مشکل ہو وہ وتر اوّل رات ہی پڑھ لیا کریں۔

صحابہ نے سونے کی انگوٹھیاں پھینک دیں:

[عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ وَ قَالَ إِنِّي لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ] ❸

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی،

---

❶ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النهي عن المسئلة، رقم١٠٤٣

❷ صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب صيام ايام البيض، حديث:١٩٨١، مسلم، كتاب صلاة المسافرين، وقصرها، رقم٧٢١

❸ صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بانعال النبي، رقم:٧٢٩٨

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی (دیکھا دیکھی) انگوٹھیاں بنوالیں، آپ ﷺ نے فرمایا:" میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔"(تم نے بھی بنوالیں)چنانچہ آپ ﷺ نے انگوٹھی اتار کر پھینکی اور فرمایا:" اب میں کبھی استعمال نہیں کروں گا۔" (آپ کی اتباع میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔"

فائدہ= نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے منگنی پر سونے کی انگوٹھی پہن کر بڑا فخر اور غرور کرتے ہیں۔ یہ منگنی کی انگوٹھی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے لیے سونا حرام کردیا ہے حرام کا ارتکاب کرکے فخر کس بات پر۔

فرمانبرداری کا بے مثال نمونہ:

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی تحفہ دینا چاہتے تو وہ عرض کرتے یا رسول اللہ! یہ تحفہ اس کو دیں جو مجھ سے زیادہ اس کا ضرورت مند ہو حتی کہ ایک دن آپ ﷺ، عمر رضی اللہ عنہ کو مال دینے لگے تو انھوں نے فرمایا: یارسول اللہ! مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں تب آپ ﷺ نے فرمایا"۔ یہ مال لے لو اور اسے اپنے پاس رکھو یا پھر صدقہ کردو جو مال آپ کو ملے اور آپ کو اس کی لالچ نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے وہ مانگ کرلیا ہو اسے لے لیا کرو اور جو آپ کو نہ ملے تو اس کی لالچ نہ رکھا کرو۔

سالم ﷺ فرماتے ہیں:

[كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَسْأَلُ اَحَدًا شَيْئًا وَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهٗ]

"آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی سے کوئی چیز مانگتے نہیں تھے اگر کوئی چیز (خود بخود بغیر لالچ کے) مل جایا کرتی تھی تو اسے واپس نہیں کرتے تھے۔"[1]

[1] مسلم، کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الأخذ لمن أعطی من غیر مسألۃ، حدیث: ۱۰۴۵

اسی وقت عمل

اتباع سنت کا عظیم الشان مظاہرہ:

[عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدرِیِّ رَضِیَ اللّٰهِ عَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَیْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ یَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَی ذٰلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْ نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاتَهُ ، قَالَ [مَا حَمَلَكُمْ عَلٰی إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ؟] قَالُوْا رَأَیْنَاكَ أَلْقَیْتَ نَعْلَیْكَ فَأَلْقَیْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [إِنَّ جِبْرِیْلَ أَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ أَنَّ فِیْهَا قَذَرًا] اَوْ قَالَ [أَذًی] وَ قَالَ [إِذَا جَاءَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلْیَنْظُرْ فَاِنْ رَأٰی فِیْ نَعْلَیْهِ قَذَرًا اَوْ أَذًی فَلْیَمْسَحْهُ وَلْیُصَلِّ فِیْهِمَا] [1]

”ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز آپ ﷺ نے جوتے اتار کر بائیں جانب رکھ دیئے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ رسول اکرم ﷺ نے نماز ختم کی ، انہوں نے دریافت فرمایا، تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟“ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: ”ہم نے چونکہ آپ ﷺ کو جوتے اتارتے دیکھا، لہٰذا ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے جبرائیل علیہ السلام نے آ کر بتایا: ”میرے جوتوں میں غلاظت ہے۔“ یا کہا: ”تکلیف دہ چیز ہے۔“ (لہٰذا میں نے جوتے اتار دیئے) پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیحت فرمائی: ”جب مسجد میں

[1] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعل، حدیث: ٦٥٥

نماز پڑھنے آؤ تو پہلے اپنے جوتوں کو اچھی طرح دیکھ لیا کرو، اگر ان میں غلاظت ہو تو اسے صاف کرلو، پھر ان میں نماز پڑھو۔“

فائدہ=صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت اور تزکیہ نفس اس کمال کو پہنچ چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل دیکھ کر کسی حکمت اور مصلحت کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا علم نہیں تھا کہ آپ ﷺ نے جوتے کیوں اتارے بس یہ علم ہوا کہ آپ ﷺ نے اتار دیے ہیں انھوں نے بھی اتار دیے۔

سونے کی انگوٹھی:

[عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى خَاتِمًا مِنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَ قَالَ [يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهِ] فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَ قَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ] [1]

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ (کی انگلی) میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: ”تم سے کوئی سونے کی انگوٹھی پہن کر گویا آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا انگوٹھی اٹھالو اور اس سے کوئی (دوسرا) فائدہ حاصل کرلو (یعنی اپنی بیوی یا بہن کو دے دو یا فروخت کردو) صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اللہ کی قسم! جس انگوٹھی کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے اسے کبھی نہ اٹھاؤں گا۔“

[1] مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجال، حدیث: ٢٠٩٥

فرمان مصطفیٰ ﷺ سنتے ہی بالوں اور لباس کی حالت بدل لی:

عَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمُ الأَسَدِيُّ لَوْ لَا طُوْلُ جُمَّتِهِ وَ إِسْبَالُ إِزَارِهِ] فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ وَ رَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ] ❶

''صحابی رسول ﷺ ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکرم ﷺ نے فرمایا:'' اگر خریم اسدی کے بال لمبے نہ ہوتے اور تہ بند نیچے لٹکا نہ ہوتا تو بہت اچھا آدمی تھا۔'' رسول اللہ ﷺ کی یہ بات خریم اسدی تک پہنچی ، تو خود ہی چھری لے کر کانوں تک اپنے بال کاٹ دیئے اور تہبند نصف پنڈلیوں تک اونچا کرلیا۔''

فرض نماز کے متصل بعد نوافل کی ادائیگی:

سائب بن اخت نُمیر فرماتے ہیں کہ میں نے مقصورہ کے مقام پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی جب سلام پھیرا تو میں اسی جگہ پر (جہاں میں نے فرض پڑھے تھے) نفل پڑھنے شروع کردیے جب معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنی منزل میں) داخل ہوئے تو مجھے بلوا بھیجا میں گیا تو فرمایا پھر ایسا نہ کرنا جب تو جمعہ کی نماز پڑھ لے تو جب تک کوئی بات نہ کرلے یا جگہ کو بدل نہ لے تب تک کوئی دوسری نماز نہ ملانا:

[فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَّا نُوْصِلَ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ] ❷

''کیونکہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا تھا کہ جب تک ہم (دو قسم کی نمازوں

---

❶ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ما جآء فی البال الإزار، حدیث: ٤٠٨٩

❷ مسلم، کتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، رقم: ٨٨٣

کے درمیان) کوئی بات نہ کرلیں یا جگہ نہ بدل لیں تب تک دوسری نماز نہ ملائیں۔“

فائدہ= کسی مصلحت کے لحاظ کیے بغیر خلافِ سنت کام سے فوراً روک دیا۔

حکم رسول ﷺ سن کر ایک قدم بھی نہیں اٹھایا:

[عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ: [إِجْلِسُوْا] فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ [تَعَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ] [1]

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ (خطبہ دینے کے لئے) منبر پر تشریف لائے تو فرمایا: ”لوگو! بیٹھ جاؤ۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا تو مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ”عبداللہ! مسجد کے اندر آ کر بیٹھو۔“

فائدہ= صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی بات سن کر فوراً عمل کے لیے تیار ہو جاتے تھے، کسی قسم کی مصلحت، حکمت ان کے رستے میں رکاوٹ نہیں بنی تھی وہ فرمان رسول کے مقابلے میں عقل کو ایک سائیڈ پر کر دیتے تھے۔

قباء والوں نے نماز میں قبلہ بدل لیا:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (جب ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے تو پہلے اپنے ننھیال میں، جو انصار سے تھے ان کے ہاں رہائش اختیار کی اور آپ ﷺ نے (مدینہ آنے کے بعد) سولہ مہینے یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی مگر آپ ﷺ کو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ ہو جائے۔ (جب قبلہ تبدیل ہو گیا) سب سے پہلی نماز جو آپ ﷺ نے (کعبہ کی طرف منہ کر کے)

[1] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ، رقم: ۱۰۹۱

پڑھی وہ عصر کی نماز تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ لوگ نماز میں شریک تھے۔ ان میں سے ایک شخص چلا گیا اور کسی مسجد کے قریب سے گزرا تو دیکھا کہ وہ لوگ (بیت المقدس کی طرف منہ کر کے) نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے کہا:

[اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ]

''میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی ہے۔''[1]

(یہ سنتے ہی) وہ لوگ جس حالت میں تھے اسی حالت میں کعبہ کی طرف پھر گئے اور جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے تو یہود اور (جملہ) اہل کتاب بہت خوش ہوتے تھے مگر جب آپ ﷺ نے اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیا تو یہ انہیں بہت ناگوار گزرا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کے دور میں وفات پائی یا کچھ لوگ اس دوران شہید ہو گئے تو صحابہ نے قبلہ تبدیل ہونے کے بعد کہا کہ ان لوگوں کا کیا بنے گا جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے وفات پا گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ﴾ (البقرة:١٤٣)

''اللہ تمہارے ایمان (یعنی نماز) کو ضائع نہیں کرے گا۔''[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف سب سے پہلی نماز آپ ﷺ نے ظہر کی پڑھی ہے بنو سلمۃ کے قبیلے میں جب بشر بن براء بن معرور فوت ہوتے ہیں اور مسجد نبوی میں سب سے پہلی نماز عصر کی پڑھی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم:٤٠١

[2] صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب الصلاة من الايمان، رقم:٤٠

دوران نماز رسول ﷺ کی آواز:

ابوسعید رضی اللہ عنہ بن معلیٰ فرماتے ہیں: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا میں نے آپ کو جواب نہ دیا (بلکہ نماز مکمل کرنے کے بعد گیا) میں نے کہا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا (اسی وجہ سے دیر ہوگئی) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا۔

﴿ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾ (الانفال: ٢٤)

جب بھی رسول تمہیں زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں تو جواب دو (نبی ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اگر تم نماز بھی پڑھ رہے ہو اور رسول ﷺ بلائیں تو نماز کو توڑ کر جواب دینا ہوگا)

پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے میں آپ کو ایک ایسی سورت سکھانا چاہتا ہوں جو قرآن کی سورتوں میں سے (اجر کے لحاظ سے) بڑی ہے پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور جب باہر نکلنے ہی والے تھے میں نے کہا کہ آپ نے مجھ سے سورت سکھانے کا وعدہ نہیں فرمایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا (وہ سورت) الحمد للہ رب العالمین ہے یہ سورت سبع مثانی ہے (بار بار پڑھی جانے والی ہے) اور قرآن عظیم ہے۔ [1]

فائدہ= یہ واقعہ دو صحابیوں رضی اللہ عنہما سے پیش آیا ہے، بخاری شریف میں ابوسعید بن معلّٰی کا ذکر ہے ور ترمذی میں ابی بن کعب کا ذکر ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی، فتح الباری)

عمر رضی اللہ عنہ نے اطاعت رسول میں دو لونڈیوں کو آزاد کر دیا:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ حنین میں دو لونڈیاں ملیں ان کو مکہ کے کسی گھر میں رکھا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے حنین کے قیدیوں کو احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا لوگ گلیوں میں دوڑ رہے تھے جس کی وجہ سے شور ہوا عمر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب اولو سمیت ام الکتاب ،رقم: ٤٤٧٤

فرمایا کہ دیکھو یہ شور کیسا ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو رہا کر دیا ہے ان کا شور ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[اِذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ]

''جاؤ میرے حصے کی دو لونڈیوں کو بھی آزاد کر دو۔'' ❶

چاندی کا پیالہ پھینک دیا:

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں، حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں رہتے تھے۔ (وہاں کے امیر تھے) انھوں نے پانی مانگا۔ اس بستی کے بڑے آدمی نے چاندی کے پیالے میں پانی پیش کیا، حذیفہ نے اس پیالے کو پھینک دیا اور کہا: [إِنِّيْ لَمْ اَرْمِهِ اِلَّا نَهَيْتُهُ فَلَمْ] میں نے اسے منع بھی کیا ہے اس میں پانی نہ دیا کر۔ نبی ﷺ نے ہم کو ریشم پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع کیا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے یہ برتن کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔ ❷

مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم کا ثواب:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے اردگرد کچھ پلاٹ خالی ہو گئے تو (قبیلہ) بنوسلمہ نے (مدینے کی بیرونی آبادی سے) مسجد کے پاس خالی پلاٹوں میں منتقل ہونا چاہا لیکن جب نبی ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم مسجد کے قریب آنا چاہتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ!

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[يَا بَنِيْ سَلَمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ]

---

❶ صحيح البخاری، کتاب فرض الخمس ، باب ما كان النبي يعطى المؤلفة ،رقم: ٣١٤٤ باب الجهاد باب ٩٣

❷ صحيح البخاری، کتاب الأشربة ،باب الشرب في انية الفضة، حديث: ٥٦٣٢

"اے بنوسلمہ! اپنے (موجود) گھروں میں ہی رہو (جب تم مسجد میں نماز کے لیے چل کر آتے ہو) تو تمھارے قدموں (کا ثواب) لکھا جاتا ہے اے بنوسلمہ اپنے گھروں میں ہی رہو تمھارے قدموں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بنوسلمہ نے کہا:

[مَا كَانَ يَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا]

"اب ہمیں مسجد کے پاس منتقل ہو جانا اچھا نہیں لگتا۔"[1]

نماز میں صف بندی:

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[اَقِيْمُوا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِىْ]

"تم صفوں کو درست کرلیا کرو کیونکہ میں تمھیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔"

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَ قَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ][2]

"(فرمان نبوی ﷺ سن کر ہماری یہ حالت ہوگئی) کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کے کندھے سے اپنا کندھا اور اس کے قدم کے ساتھ قدم ملا دیتا تھا۔"

فائدہ= آج لوگ یہ تو بہت کہتے ہیں کہ نبی ﷺ آگے سے بھی پیچھے دیکھتے تھے لیکن اس بات کی طرف ان کی بالکل توجہ نہیں کہ اس کی وجہ اور سبب کیا ہے۔ آپ ﷺ تو اس وجہ سے دیکھتے کہ کیا پیچھے والوں نے صف بندی صحیح اور درست کر لی ہے۔ آج ہم صف بندی کو درست نہیں کرتے اور معجزے کا شور مچاتے رہتے ہیں۔

---

1. مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلوة المكتوبة فى جماعة، رقم ٦٦٥
2. صحيح البخارى، كتاب الاذان باب الزاق المنكب، رقم: ٧٢٥

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے قسم توڑ دی:

تمیم بن طرفہ کہتے ہیں ایک سائل نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے خادم خریدنے کے لیے کچھ خرچہ مانگا، عدی بن حاتم نے کہا میرے پاس سوائے ذرع اور خود کے کچھ بھی نہیں۔ میں تجھے لکھ دیتا ہوں میرے گھر والوں سے وہ لے لے۔ وہ سائل اس سے ناراض ہو گیا کہ (میں نے اتنا کم نہیں لینا) اس سے عدی بن حاتم غصے میں آ گئے اور کہا: [وَاللّٰهِ مَا أُعْطِيْكَ شَيْئًا] اللہ کی قسم! میں تجھے کچھ بھی نہیں دوں گا۔ کچھ دیر کے بعد وہ آدمی ذرع اور خود پر ہی راضی ہو گیا تو پھر عدی نے کہا:

[اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ لَا أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ ثُمَّ رَأٰى اَتقٰى لِلّٰهِ مِنْهَا فَلْيَأْتِ التَّقْوٰى مَا حَنَثْتُ يَمِيْنِيْ] ❶

”اللہ کی قسم! اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا کہ آپ نے فرمایا جو شخص کوئی قسم اٹھائے پھر اس سے زیادہ اللہ کے تقویٰ والی چیز دیکھے تو وہ تقویٰ والا کام کرے تو میں کبھی بھی قسم نہ توڑتا۔“

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھایا ہوا کھانا قے کر دیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر کا ایک غلام تھا جو روزانہ مقرر کردہ خراج ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ادا کیا کرتا تھا اور آپ اس کے لائے ہوئے خراج سے کھایا کرتے تھے ایک دن وہ کھانے کی کوئی چیز لایا آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تب غلام نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں میں نے ایک شخص کی کہانت کی (یعنی نجومیوں کی طرح بتایا کہ تیری قسمت میں کیا ہوگا) میں کہانت جانتا تو نہیں تھا لیکن میں نے تکا لگایا تھا (لیکن اس کا

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمیناً فرای غیرھا خیراً منھا، حدیث: ١٦٥١

وہ کام اس طرح ہو گیا جیسے میں نے بتایا تھا) آج وہ مجھے ملا اور اس نے میری کہانت کا انعام دیا تو یہ کھانا اس میں سے لایا ہوں جسے آپ نے کھالیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور الٹی کر ڈالی۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پست آواز سے کلام کرتے تھے:

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ جب بنوتمیم کا ایک قافلہ آیا، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے اقرع بن حابس کا نام پیش کیا تو دوسرے نے کسی دوسرے شخص کا نام (امارت وغیرہ کے لیے) پیش کیا، حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تمہارا مقصد میری مخالفت ہے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں ہے، اس سلسلے میں دونوں کی آوازیں اللہ کے رسول کے سامنے بلند ہونے لگیں تو اللہ احکم الحاکمین نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ...... ﴾ (الحجرات:۲)

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کیا کرو...... کہیں تمہارے اعمال تباہ نہ ہو جائیں۔"

راوی کہتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی پست آواز سے بات کیا کرتے تھے نبی کریم ﷺ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا (عمر! کیا کہہ رہے ہو؟) ❷

قرآنی آیت پر عمل کرنے کا عجیب وغریب نمونہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آئے اور حضرت حر بن قیس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرب لوگوں میں سے (اور حضرت عمر کی

❶ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ایام الجاهلية، رقم: ٣٨٤٢

❷ صحیح البخاری، کتاب التفسير، باب لا ترفعوا اصواتكم، رقم ٤٨٤٥

مجلس شوریٰ کے ممبر تھے) عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے لوگ کچھ نوجوان اور کچھ ادھیڑ عمر تھے لیکن تھے سب قرآن کے حافظ اور قاری۔عیینہ نے حضرت حر سے کہا کہ کیا آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میرے لیے ملاقات کی اجازت لے سکتے ہو؟

انھوں نے کہا ہاں میں آپ کے لیے اجازت لوں گا پھر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی ،عیینہ نے جاتے ہی حضرت عمر سے کہا اے خطاب کے بیٹے! آپ ہمیں نہ کچھ دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے فیصلے انصاف سے کرتے ہو۔(وہ ابھی اتنا کہہ پایا تھا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور سزا دینے کے لیے تیار ہو گئے۔لیکن حضرت حر بن قیس نے عرض کی امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (نبی کائنات ﷺ) کو حکم فرمایا ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾

''آپ معاف کردیا کریں اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں (کی باتوں) کی پرواہ نہ کیا کریں۔'' (الاعراف:۱۹۹)

امیر المومنین یہ بھی جاہل ہی تو ہے۔

راوی کہتا ہے اللہ کی قسم ! جب حضرت حر نے یہ آیت تلاوت کی تو ان کا غصہ کافور ہو گیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ قرآنی آیات پر فوراً عمل کیا کرتے تھے۔ ❶

محبوب جیسا عمل

شیطانی آلہ کی آواز :

[عَنْ نَافِعٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِزْمَارًا قَالَ فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ عَلٰى اُذُنَيْهِ وَ نَأَىٰ عَنِ الطَّرِيْقِ وَ قَالَ لِيَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ

❶ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء، بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم:۷۲۸۶

شَيْئًا قَالَ فَقُلْتُ لَا، قَالَ: فَخَرَجَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ وَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا ـ قَالَ نَافِعٌ: فَكُنْتُ اِذَا ذَاكَ صَغِيرًا] ❶

''نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے اور مجھ سے پوچھا: ''اے نافع! کیا کچھ سن رہے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں!'' تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، رسول اللہ ﷺ کی بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا (جیسے میں نے اب کیا ہے) حضرت نافع نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔''

جس چیز سے محبوب علیہ السلام نے کراہت کی:

[عَنْ اَبِیْ اَيُّوبِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ اَكَلَ مِنْهُ وَ بَعَثَ بِفَضْلِهِ إِلَيَّ وَ اَنَّهُ بَعَثَ إِلَيَّ يَوْمًا بِفَضْلِهِ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا لِاَنَّ فِيهَا ثُوْمًا فَسَأَلْتُهُ أَحَرَامٌ هُوَ؟ قَالَ [لَا وَلٰكِنِّیْ اَكْرَهُهُ مِنْ اَجْلِ رِيْحِهِ] قَالَ فَإِنِّیْ اَكْرَهُ مَا كَرِهْتَ] ❷

''ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ اس سے تناول فرمانے کے بعد میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپ ﷺ نے برتن جوں کا توں کھائے بغیر میری طرف بھیج دیا کیونکہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''کیا لہسن حرام ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! لیکن میں اس کی بو کی وجہ سے

❶ ابوداود، كتاب الأدب، باب كراهية الغناء والزمر، حديث: ٤٩٢٤

❷ مسلم، كتاب الاشربة، باب اباحة أكل الثوم، حديث: ٢٠٥٣

اسے پسند نہیں کرتا۔'' ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: '' پھر جو چیز آپ ﷺ ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی اسے ناپسند فرماتا ہوں۔''

مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں رستے سے دور ہو گئے:

[عَنْ مُجَاهِدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي سَفَرٍ فَمَرَّ بِمَكَانٍ فَحَادَ عَنْهُ فَسُئِلَ لِمَ فَعَلْتَ ؟ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ هٰذَا فَفَعَلْتُ] [1]

''مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے ایک جگہ سے گزرے، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راستے سے دور ہٹ گئے۔ ان سے پوچھا گیا: '' آپ نے ایسا کیوں کیا؟'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: '' میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے، اس لئے میں نے ایسا کیا ہے۔''

مسجد قباء میں دو رکعت نماز:

عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ نبی ﷺ ہر ہفتے مسجد قباء میں سوار ہو کر اور کبھی پیدل جایا کرتے تھے (اور اس میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے) عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے تھے (اس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر ہفتے جایا کرتے تھے اور وہاں جا کر دو رکعت ادا کیا کرتے تھے) [2]

جو رسول اللہ ﷺ کا محبوب وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا محبوب.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے بنو تمیم کے متعلق تین فضیلتیں سنیں ہیں میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں، آپ نے ان کے متعلق فرمایا تھا:

1. [هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ] یہ لوگ میری امت میں دجال پر سب سے زیادہ

---

[1] احمد مسند عبد الله بن عمر، حديث: ٤٨٥٥

[2] صحيح البخاري، كتاب فضل الصلاة في مسجد... باب مسجد قباء، رقم ١١٩١

سخت ہیں۔“

۲ جب ان کے صدقات مدینے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا] یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔

۳ ان کے قبیلے کی ایک عورت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لونڈی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: [أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ] عائشہ! اسے آزاد کردے، یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔[1]

فائدہ= دورِ جاہلیت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوم اور بنوتمیم کے درمیان بڑی عداوت تھی۔ لیکن اطاعت اور فرمانبرداری کا تقاضا یہی ہے کہ جاہلیت کی عداوتوں اور نفرتوں کو ختم کرکے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر دل و جان سے محبت کی جائے۔ سبحان اللہ کیا شان تھی۔ صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔

محبوب کی ہر ادا محبوب:

[عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا كَانَ حِيْنَ رَاحَ رُحْتُ مَعَهُ حَتّٰى أَتَى الْإِمَامَ فَصَلّٰى مَعَهُ الْأُولٰى وَالْعَصْرَ ثُمَّ وَقَفَ مَعَهُ وَ أَنَا وَ أَصْحَابٌ لِيْ حَتّٰى أَفَاضَ الْإِمَامُ فَأَفَضْنَا مَعَهُ حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلَى الْمُضِيْقِ دُوْنَ الْمَأْزِمَيْنِ فَأَنَاخَ وَأَنَخْنَا وَ نَحْنُ نَحْسَبُ أَنَّهُ يُرِيْدُ اَنْ يُصَلِّيَ فَقَالَ غُلَامُهُ الَّذِيْ يُمْسِكُ رَاحِلَتَهُ اِنَّهُ لَيْسَ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ وَ لٰكِنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا انْتَهٰى اِلٰى هٰذَا الْمَكَانِ قَضٰى حَاجَتَهُ فَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ][2]

---

[1] صحيح البخارى، كتاب العتق ،رقم:٢٥٤٣

[2] احمد، مسند عبد الله بن عمر، حديث:٦١٦١

''انس بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عرفات میں تھا جب وہ کہیں جاتے تو میں بھی ان کے ساتھ جاتا۔ یہاں تک کہ ہم امام کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ نماز ظہر و عصر (جمع کر کے) ادا کیں۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وقوف فرمایا، تو میں اور میرے ساتھیوں نے بھی ان کے ساتھ وقوف کیا۔ یہاں تک کہ امام (عرفات سے) واپس لوٹے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس لوٹے یہاں تک کہ اسی تنگ راستے پر پہنچے جو مازمین (جگہ کا نام) سے پہلے ہے۔ وہاں پہنچ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے سواری بٹھا دی اور ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ اب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھیں گے لیکن جو ملازم ان کی سواری پر متعین تھا، اس نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ نبی اکرم ﷺ یہاں پہنچ کر حاجت ضروریہ سے فارغ ہوئے تھے، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی جگہ حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا پسند کرتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ والے چار کام:

عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، ابوعبدالرحمان آپ چار کام ایسے کرتے ہیں میں نے وہ کسی اور کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا وہ کون سے کام ہیں۔ ابن جریج نے کہا:

[رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ اِلا الْيَمَانِيَيْنَ]

① آپ بیت اللہ کے صرف دو کونوں کو چھوتے ہیں۔

[رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ]

② اور آپ سبتی جوتے پہنتے ہیں۔

[رَأَيْتُكَ تَصْبَغُ بِلصُّفْرَةِ]

③ آپ بالوں کو زرد رنگ سے رنگتے ہیں۔

④ لوگ ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنا شروع کردیتے ہیں [وَ كَمْ تَهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةَ] اور آپ یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو تلبیہ کہتے ہیں۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا یہ چاروں کام میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ آپ ایسا کرتے تھے اس لیے میں ایسا کرتا ہوں۔ ❶

[سبتية] چمڑے کا وہ جوتا جس پر بال نہ ہو۔

دس عدد نیکیوں کی طلب اور تمنا:

ہمیشہ باوضو رہنے اور دوسری نماز کے وقت از سر نو وضو کرنے کی فضیلت متعدد احادیث میں بیان ہوئی ہے، ابوغطیف ہذلی کا بیان ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب ظہر کی اذان ہوئی تو آپ نے وضو کر کے نماز ادا فرمائی، پھر عصر کی اذان ہوئی دوبارہ وضوء فرمایا، یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

[كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاءَ عَلٰى طُهرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ] ❷

"رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی نے باوضوء ہونے کے باوجود وضوء کیا تو اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔"

اسی طرح اسماء بنت زید بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حکم عام دیا کہ ہر نماز کے لیے وضوء کیا کریں، خواہ باوضوء ہوں یا وضوء ٹوٹ چکا ہو، پھر جب لوگوں کے لیے امر دشوار ہوا تو آپ ﷺ نے ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیا، حضرت اسماء آگے فرماتی ہیں:

❶ صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین فی النعلین، حدیث: ١٦٦

❷ ابوداود، کتاب الطھارة، باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدث

[فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى اَنَّ بِهٖ قُوَّةً فَكَانَ لَا يَدَعُ الْوُضُوْءَ لِكُلِّ صَلٰوةٍ] [1]

”عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اندر طاقت پاتے تھے اسی لیے وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے۔“

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کتب احادیث میں بہت سے واقعات منقول ہیں جن سے ان کے جذبہ اتباع سنت کا پتہ چلتا ہے۔ محبت رسول اور اتباع رسول کا اسلامی مزاج کیا ہے؟ اسے معلوم کرنے کے لیے ہمیں خاص طور پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مغرب کی نماز سے پہلے دوسنتیں:

مغرب کی فرض نماز سے پہلے دوسنتوں کا تذکرہ صحیح احادیث میں موجود ہے، نبی اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر تینوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ [2]

مغرب کی نماز فرض سے پہلے دوسنتیں بعض حلقوں میں بسا اوقات موضوع کا بحث بن جاتی ہیں، بہت سے لوگ اسے جانتے بھی نہیں۔ اردو میں نماز کے احکام و مسائل پر جو کتابیں عوام کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں، بیشتر میں ان کا تذکرہ تک نہیں ملتا۔ آیئے دیکھیں اس سنت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتنا عمل تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

[لَقَدْ اَدْرَكْتُ كُبَّارًا اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ يبتدرون السواری عِنْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ]

”میں نے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونوں کی طرف نماز کے لیے دوڑتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ نفل اس وقت تک پڑھتے

---

[1] ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب السواك

[2] بلوغ المرام مع اتحاف الکرام

تھے جب تک رسول اللہ ﷺ امامت کے لیے نکل نہ آئیں۔"

غزوہ ذات الرقاع:

ابوموسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے ہم چھ آدمیوں کے پاس صرف ایک اونٹ تھا جو ہم باری باری اس پر سوار ہوتے ہمارے قدم پھٹ گئے میرے قدم بھی پھٹ گئے اور میرے ناخن بھی گر گئے اور ہم نے اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھی تھیں اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا (یعنی پٹیوں دھجیوں والی جنگ) کیونکہ نبی ﷺ کا حکم تھا اس لئے صحابہ نے اتنا سخت سفر کیا۔ ❶

میرے لیے لحد بنانا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ سے حد درجہ محبت رکھتے تھے، آپ کے حکم پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کے سفیر نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذات نبوی سے قلبی لگاؤ دیکھ کر کہا تھا کہ میں نے آج تک کسی عظیم شخصیت کے اتنے مخلص جانثار نہیں دیکھا۔ نبی اکرم ﷺ جب تک حیات رہے آپ کے ہر فرمان پر قربان ہو جاتے اور آپ ﷺ کی زندگی کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوشش کی ہے کہ آپ کی سیرت سے تجاوز نہ کریں، اس سلسلے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وصیت ہیں کتب احادیث میں ملتی ہے، جو ان کی محبت رسول کی زندہ و جاوید مثال ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت فرمائی:

[اِلْحَدُوْا لِيَ اللَّحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ] ❷

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، رقم: ٤١٢٨

❷ صحیح مسلم، کتاب الجنائز

”میرے لیے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لانا جیسے رسول اللہ ﷺ کے لیے بنائی گئی۔“

آج قبر پرستی کا جو طوفان برپا ہے اور جگہ جگہ صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی پختہ قبریں اور ان پر قبے بنے ہوئے ہیں، ان کو دیکھئے اور اندازہ کیجیے کہ وہ امت جسے توحید کا علم بردار بنایا گیا تھا، شرک اور بدعت کی کن تاریکیوں یں بھٹک رہی ہے، پختہ قبر بنانے کی صریح ممانعت کے باوجود مسلمانوں کے قبرستان پختہ قبروں سے بھرے پڑے ہیں، بزرگان دین کے مزارات کے بارے میں بعض ثقہ مصنفین کی جب اس قسم کی تحریریں ہم پڑھتے ہیں تو حد درجہ افسوس ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ بڑے اللہ والے تھے، فلاں مقام پر آج بھی ان کی قبر مرجع خلائق بنی ہوئی ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس وصیت سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ جس معاشرہ میں شرک و بدعت کے مظاہر عام ہو چکے ہوں، مرنے والا اپنے وارثین کو وصیت کرے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد خلاف سنت کوئی کام نہیں کریں گے۔

آپ کی خواہش کا احترام اور صحابہ کی زندگی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ] وَ فِيْ رِوَايَةٍ [عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ] [1]

”اگر میں مومنوں پر مشقت نہ سمجھتا، ایک روایت میں ہے: امت پر مشقت نہ سمجھتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت یہ ہے کہ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو مسواک کرتے ہوئے تشریف لاتے یا گھر میں داخل ہو کر پہلا کام مسواک کی صورت میں انجام دیتے، اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی آپ کے بکثرت مسواک کرنے کا تذکرہ کیا ہے، بہرحال

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب السواك

آپ ﷺ نے نماز یا وضو کے لیے مسواک کو ضروری قرار نہیں دیا لیکن نبی اکرم ﷺ کے طرز عمل، آپ کے اسوہ اور آپ کی خواہش کا احترام ہمیں صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ جو خود اس حدیث کے راوی ہیں، ان کے بارے میں ان کے شاگرد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی شہادت یہ ہے۔

[فَرَاَيْتُ زَيْدًا يَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ وَ اَنَّ السِّوَاكَ مِنْ اُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْكَاتِبِ فَكُلَّمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ اسْتَاكَ] [1]

”میں نے زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور کان پر، جہاں کاتب اپنا قلم رکھتا ہے، مسواک رکھتے تھے، جب نماز کے لیے اٹھتے تو مسواک کر لیتے۔“

محبوب جیسی ادا:

[عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيْ مَحْلُوْلًا أَزْرَارُهٗ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُهٗ]

”زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھلے بٹنوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو میں نے ان سے پوچھا: ”آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟“ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔“ (ابن خزیمۃ)

فائدہ= دنیا سے محبت کرنے والا شخص جب کسی کو اپنا ہیرو سمجھ لیتا ہے پھر اس کی ہر ادا اچھی ہو یا بری ہو اس کے لیے ایک فیشن کی حیثیت رکھتی ہے وہ اسے ایک فیشن اور سٹائل سمجھ کر اپناتا ہے خواہ وہ پاگل اور بے وقوف ہی لگتا ہو۔ قربان جایئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نداز سے جنھوں نے اپنا ہیرو امام الانبیاء کو بنایا پھر انھوں نے ان کی ہر ادا کو اپنے لیے

[1] ابوداود، كتاب الهارة، باب السواك، رقم: ٤٧

کامیابی کا زینہ سمجھا۔ سبحان اللہ

رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ستون کے پیچھے نماز:

یزید بن ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) آتا تو آپ مصحف والے ستون کے پاس جا کر نماز ادا کرتے تھے میں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

[رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا] ❶

"میں نے نبی ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ یہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذوق عبادت:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ (نے چٹائی کا ایک حجرہ بنایا اس) حجرے میں نماز پڑھتے حجرے کی دیوار چھوٹی تھی لوگوں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھا تو وہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے پھر صبح کو دوسرے صحابہ کو علم ہوا تو جب آپ ﷺ نے دوسری رات قیام کیا تو (پہلی رات سے زیادہ تعداد میں) صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، دو یا تین راتیں ایسا ہوا پھر آپ ﷺ (گھر میں) بیٹھے رہے آپ نماز پڑھانے کے لیے نہ آئے صبح کو صحابہ نے آپ ﷺ سے ذکر کیا (کہ ہم تو نماز کے لیے آئے تھے لیکن آپ آئے ہی نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ]

"(اگر میں نماز پڑھاتا رہوں اور تم شوق سے آتے رہے تو) مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر تہجد فرض نہ کردی جائے۔" ❷

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح البخاری، الصلاۃ، ابواب سترۃ المصلی، باب الصلاۃ الی الاسطوانۃ، رقم:٥٠٢

❷ صحیح البخاری، کتاب الاذان باب اذا کان بین الامام و بین القوم، رقم:٧٢٩

[فَصَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ] ❶

''اے صحابہ (تہجد کی) نماز اپنے گھروں میں ہی پڑھ لیا کرو کیونکہ انسان کی افضل نماز وہ ہوتی ہے جو گھر میں پڑھی جائے سوائے فرض نماز کے۔''

محبوب ﷺ کی ادائے دلنواز:

ثمامہ بن عبد اللہ بن انس فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (اونٹ پر کجاوہ ڈالے بغیر) پالان پر بیٹھ کر (سفر) حج کیا تھا یہ انھوں نے بخل سے کام لیتے ہوئے نہیں کیا تھا بلکہ وہ بیان فرمایا کرتے تھے:

[اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَ كَانَتْ رَاحِلَتَهٗ] ❷

نبی کریم ﷺ نے پالان پر (سفر) حج فرمایا تھا (انس رضی اللہ عنہ نے اتباع نبوی میں ایسا کیا تھا) اور سامان سفر بھی اس اونٹ پر لدا ہوا تھا (یعنی سامان کے لیے علیحدہ اونٹ نہیں تھا)

❶ صحیح البخاری، کتاب الاذان، صلٰوۃ اللیل، رقم ۷۲۱

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الحج علی الرحل، رقم ۱۵۱۷

باب نمبر 5

ترک سنت کی سزا

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾(النور ٦٣)

(رسول اللہ ﷺ) کے امر کی خلاف ورزی کرنے والے ڈریں کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔“

احد کی فتح شکست میں بدل گئی:

[عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ وَ اَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَ أَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَ قَالَ لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا وَ إِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا فَلَمَّا لَقِينَا هَرَبُوا حَتّٰى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوا يَقُولُونَ الْغَنِيمَةَ الْغَنِيمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ لَا تَبْرَحُوا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوهُهُمْ فَأُصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا] [1]

”سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے روز مشرکوں سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے تیراندازوں کی ایک جماعت (پہاڑ کی چوٹی پر) بٹھا دی اور عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کرتے ہوئے فرمایا: ”تم ہمیں (میدان

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، حدیث:٤٠٤٢)

جنگ میں) خواہ غالب ہوتے دیکھو یا مغلوب ہوتے، اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا اور نہ ہی ہماری مدد کو آنا۔" چنانچہ کافروں سے مقابلہ ہوا، تو کافر بھاگ نکلے۔ حتی کہ میں نے دیکھا کہ مشرکوں کی عورتیں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے پہاڑ پر بھاگی جارہی ہیں۔ ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں۔ درّے والوں نے کہا، مال غنیمت، مال غنیمت، مال غنیمت۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاکید کر گئے ہیں کہ اس جگہ سے نہ ہلنا، لہٰذا یہاں سے مت ہلو۔ تیر انداز نہ مانے (اپنی مرضی سے وہ جگہ چھوڑ دی چنانچہ) مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے۔"

فائدہ= بظاہر معمولی سی غلطی لگتی ہے لیکن اس کا نقصان غیر معمولی ہوا۔ ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ دندان مبارک شہید ہوئے میدان جنگ کی صورت حال بدل گئی۔ ہم میں اس سے کہیں زیادہ غلطیاں کوتاہیاں موجود ہیں۔ ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیے ورنہ اللہ کے عذاب کے منتظر رہیں۔

بائیں ہاتھ سے کھانے والے کی سزا:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ اَكْوَعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ [كُلْ بِيَمِيْنِكَ] قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ ، قَالَ [لَا اسْتَطَعْتَ] مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ ، قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ] [1]

"سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔" اس آدمی نے جواب دیا "میں ایسا نہیں

[1] مسلم، كتاب الاشربة، باب آداب الطعام، رقم: ۲۰۲۱

کر سکتا۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(اچھا اللہ کرے) تجھ سے ایسا نہ ہو سکے۔" اس شخص نے تکبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھے (حالانکہ کہ کوئی شرعی عذر نہیں تھا) راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص (عمر بھر) اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔"

فائدہ= آج کل کھڑے ہو کر بائیں ہاتھ سے کھانا فیشن بن چکا ہے۔ یہ اسلام سے دوری اور بیزاری کی علامت ہے۔ایسے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

نام تبدیل نہ کرنے پر پریشانی کا سامنا:

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ میرے دادا حزن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: حَزَنٌ (جس کا معنی غمزدہ پریشان حال ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا نام سھل (خوش و خرم) ہونا چاہیے لیکن میرے دادا نے کہا:

[لَا أُغَيِّرُ اِسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي]

"میں اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔"

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (میرے دادا کے انکار کی وجہ سے) ہمارے خاندان میں حَزُونَت (پریشانی اور غم کے آثار) چلے آئے (یعنی جب ہمارے خاندان کے کسی شخص کو کوئی دیکھتا تو وہ پہچان جاتا ہے کہ یہ حزن کے خاندان کا فرد ہے۔) [1]

فائدہ= کیبل پر جو ہم دیکھتے ہیں وہی کچھ ہم کرتے ہیں اپنے بچوں کے نام بھی انگریزوں کے ناموں پر رکھتے ہیں خواہ وہ کسی انگریز کے کتے کا نام ہی کیوں نہ ہو اور اس کا معنی و مفہوم قہر الٰہی کی دعوت ہی کیوں نہ دے رہا ہو۔

صحابی نے بیٹھ کر خطبہ دینے والے کو خبیث کہا:

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور عبد الرحمٰن بن

[1] بخاری، کتاب الادب، باب اسم الحزن

ام الحکم کو بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

[اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا......]

''اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔''

حالانکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَائِمًا ﴾

''جب وہ تجارت یا لھو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چل دیتے ہیں اور آپ کو (خطبے میں) کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔'' ❶

ابو سعید رضی اللہ عنہ نے دھکا دے دیا:

ابو صالح السمان کہتے ہیں: جمعہ کے دن ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سامنے سترہ رکھ کر نماز ادا کر رہے تھے، بنو ابی معیط کا ایک جوان ان کے آگے سے گزرنے لگا تو انھوں نے اس کے سینے پر دکھا مار دیا نوجوان نے ان کی طرف نظر تو کی لیکن اسے ان کے سامنے کے سوا کوئی جگہ گزرنے کی نظر نہ آئی تو وہ دوبارہ آگے سے گزرنے لگا لیکن ابو سعید رضی اللہ عنہ نے پہلے سے زیادہ دھکا دیا جس سے اسے تکلیف ہوئی اب اس نوجوان نے خلیفہ مروان کے پاس جا کر شکایت کردی کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مجھے تکلیف پہنچی ہے پھر ابو سعید رضی اللہ عنہ بھی (نماز سے فارغ ہوکر) مروان کے پاس پہنچ گئے مروان نے پوچھا: ''ابو سعید رضی اللہ عنہ آپ نے اپنے بھتیجے کو کیا کہا؟'' تو انھوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

[اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰی فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ] ❷

---

❶ مسلم، کتاب الجمعة، باب ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَائِمًا﴾ رقم٨٦٤

❷ صحيح البخاري، الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه، رقم:٥٠٩

''جب تم میں سے کوئی شخص سترہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہو اگر اس کے آگے سے کوئی شخص گزرنا چاہے تو اسے دھکا دے اگر پھر بھی گزرنا چاہے تو اس سے لڑ پڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

کاش کہ رسول اللہ کی بات مان لیتا:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میرے والد (سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) نے ایک اچھے خاندان کی عورت سے میرا نکاح کردیا تھا اور وہ اپنی بہو سے (یعنی میری بیوی اکثر اوقات) اس کے شوہر کا حال پوچھتے رہتے، وہ جواب دیتی ہاں وہ اچھا اور نیک آدمی ہے مگر جب سے میں آئی ہوں میرے تو بچھونے پر کبھی قدم بھی نہیں رکھا اور نہ میرے قریب آیا ہے۔ جب ایک عرصہ گزر گیا تو (میرے والد نے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو روزے کس طرح رکھتا ہے؟ میں نے کہا روزانہ (رکھتا ہوں) پھر فرمایا: تو قرآن کیسے مکمل کرتا ہے؟ میں نے کہا ہر رات۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو اور مہینے بھر میں قرآن مکمل پڑھا کرو، میں نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ قوت حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ہفتہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، میں نے کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت حاصل ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ دو دون افطار کیا کر اور ایک دن روزہ رکھا کرو، میں نے کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت حاصل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! تمام روزوں سے افضل روزہ داؤد علیہ السلام کا ہے یعنی ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کر اور سات راتوں میں قرآن مکمل کیا کر (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) کاش! میں رسول اللہ کی رخصت قبول کرلیتا کیونکہ اب میں بوڑھا اور ضعیف ہوگیا ہوں (مجھ میں وہ طاقت نہیں رہی) پھر وہ قرآن کا ساتواں حصہ (ایک منزل) اپنے گھر والوں میں سے کسی کو دن میں سنا دیا کرتے تھے، جو منزل رات کو

پڑھنا ہوتی وہ دن میں دہرا لیتے تاکہ رات کو اس کا پڑھنا آسان ہو جائے اور جب کمزور ہو جاتے اور طاقت حاصل کرنا چاہتے تو کئی روز تک مسلسل روزہ نہ رکھتے پھر (وہ دن) شمار کر کے اتنے روزے رکھ لیتے، انہیں یہ برا معلوم ہوتا کہ کہیں کوئی امر ایسا رہ جائے جو وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا کرتے تھے۔ ❶

یہود و نصاریٰ کی تقلید:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَ ذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا حُجْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ] ❷

"تم پہلے والے لوگوں (یعنی یہود و نصاریٰ) کی پیروی کرو گے ہاتھ ہاتھ، بالشت بالشت (یعنی جیسے ایک انسان کے ہاتھ بالشت بالشت برابر برابر ہوتے ہیں اس طرح تم بھی ہو بہو ان والے کام کرو گے) حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی سانڈھے کی بل میں داخل ہو گیا تو تم بھی اسی طرح کرو گے۔ صحابہ نے عرض کی کہ کیا یہود و نصاریٰ کی اتباع کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کس کی؟"

فائدہ= ایک روایت میں غیر مسلموں کی نقل میں ذلت ہی ذلت ہے۔

ہلاکت اور تباہی کا باعث:

[عَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ مَثَلِيْ وَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَ إِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ

---

❶ صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن، رقم: ٥٠٥٢

❷ بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ لَتَتَّبِعُنَّ...... رقم: ٧٣٢٠

فَأَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰى مُهْلَتِهِمْ وَ كَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَاصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَ اجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِيْ وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهٖ وَ مَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ] ❶

''ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور اس ہدایت کی مثال'' جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں، ایسی ہے جیسے کہ ایک آدمی اپنے قوم کے پاس آئے اور کہے، لوگو! میں نے اپنے آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے جس سے تمہیں واضح طور پر خبردار کر رہا ہوں، لہٰذا اس سے بچنے کی فکر کرو، قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی اور راتوں رات چپکے سے نکل گئے جب کہ دوسرے لوگوں نے جھٹلا دیا اور اپنے گھروں میں (غفلت سے) پڑے رہے۔ صبح کے وقت لشکر نے انہیں آلیا اور ہلاک کر کے ان کی نسل کا خاتمہ کر دیا۔ یہ مثال میری اور مجھ پر نازل کئے گئے حق کی پیروی کرنے والے اور نہ کرنے والے لوگوں کی ہے۔''

...ی اعراض کرے گا جس نے ہلاک ہونا ہے:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ [لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا اِلَّا هَالِكٌ] ❷

''عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''لوگو! میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑے جا رہا ہوں

---

❶ بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، حدیث: ٦٤٨٢

❷ سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین، رقم: ٤...

جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے وہی شخص گزیر کرے گا جسے ہلاک ہونا ہے۔“

فائدہ= جو بھی شریعت کے طریقے کو چھوڑے گا وہ ہلاک ہی ہوگا۔

طائف میں آپ ﷺ کی مرضی نہ مانی تو نقصان اٹھایا:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے طائف کا محاصرہ کرلیا لیکن دشمن کا کچھ بھی نہ بگڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ہم کل واپس چلے جائیں گے۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات ناگوار گزری تو کہنے لگے کہ کیا طائف فتح کئے بغیر لوٹ جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: [اُغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ] اچھا چلو صبح جہاد کرنا ہے چنانچہ صبح جنگ ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوگئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

[اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ]

”ہم ان شاء اللہ کل لوٹ جائیں گے۔“

اب صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ بات اچھی لگی آپ ﷺ نے ان کی آمادگی دیکھی تو مسکرا دیے۔ [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ طائف......٤٣٢٥)

باب نمبر 6

اہمیت حدیث

حدیث اور قرآن کی حیثیت:

رسول اللہ ﷺ کا حکم اور فرمان اللہ کا حکم اور فرمان ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی حیثیت بھی اللہ کے حکم اور فرمان والی ہوتی ہے۔ آج سنت اور حدیث کو معمولی سمجھ کر ترک کیا جا رہا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَوَشِّمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ]

"خوبصورتی کے حصول کے لیے گودنے اور گدوانے والیوں اور چہرے کے بال نوچنے اور نوچوانے والی اور دانتوں کے درمیان فاصلہ کرانے والی خواتین پر اللہ کی لعنت ہے جو کہ اللہ کی تخلیق کو بدل ڈالنے والی ہیں۔"

بنو اسد کی ام یعقوب نامی خاتون کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے آکر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آکر کہا میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے فلاں فلاں کام کرنے والی عورت کو لعنت کی ہے؟

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور اس کا ذکر قرآن مقدس میں بھی موجود ہے تو میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے تو یہ بات قرآن میں نہیں ملی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ بات تجھے قرآن

میں مل جاتی اچھا یہ بتا! کہ کیا تو نے قرآن میں رب العالمین کا یہ ارشاد گرامی نہیں پڑھا:

﴿وَ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''جو چیز (یا حکم) تمہیں اللہ کے رسول دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر:۷)

اس خاتون نے کہا یہ تو میں نے قرآن میں پڑھا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ چیزوں سے منع کیا ہے (لہٰذا یہ مسئلہ قرآن سے ثابت ہو گیا)

وہ کہنے لگی میرا خیال ہے کہ یہ کام تو تمہارے گھر والے بھی کرتے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا [فَاذْهَبِي فَانْظُرِي] جاؤ میرے گھر میں دیکھ لو تمھیں میرے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ملے گی پھر وہ خاتون آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں گئی لیکن اسے کوئی ایسی چیز نہ نظر آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُهَا] ❶

''اگر میری بیوی ایسا عمل کرتی تو ہمارے پاس کیسے رہ سکتی تھی۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم ترک سنت کو گمراہی سمجھتے تھے:

[عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ ﷺ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَعْمَلُ بِهِ اِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّيْ أُخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ] ❷

''عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں

❶ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ رقم:۴۸۸۶

❷ بخاری، کتاب فرض الخمس، حدیث:۳۰۹۳

گا،تو گمراہ ہو جاؤں گا۔“

نبی ﷺ کی وفات کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسے باپ کی جائیداد سے جب ورثہ مانگا ابوبکر صدیق نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کی حدیث سنائی۔ آپ نے فرمایا تھا: [لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] یہ حدیث سنا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے میں اس باغ کو اس طرح عمل سے لاؤں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ اس میں عمل کرتے تھے اگر میں اس کے علاوہ کچھ کروں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔

سنت کی مخالفت کرنے والا خبیث:

[عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا ، فَقَالَ: اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿ وَ إِذَا رَأَوْ تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ﴾ ❶

”حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمٰن بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (جو خلافِ سنت ہے) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”اے محمد ﷺ! جب لوگوں نے خرید و فروخت یا کھیل کود کو دیکھا، تو اس طرف دوڑ نکلے اور تجھے کھڑا ہوئے چھوڑ گئے۔“

معمولی سی مخالفت بھی گوارا نہیں:

[عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ رَأَى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَقُوْلَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ

❶ مسلم، كتاب الجمعة، باب : ﴿تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ حديث: ٨٦٤

الْمُسَبَّحَةِ]❶

''عمار بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت مروان کے بیٹے بشر کو (دوران خطبہ جمعہ) منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ خراب کرے ان دونوں ہاتھوں کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (انگشت شہادت) سے زیادہ (اشارہ) کرتے نہیں دیکھا۔''

مغرب سے پہلے دو رکعت نماز:

عبداللہ مزنی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

[صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ]

''مغرب کی نماز سے پہلے (دو رکعت نفل) نماز پڑھا کرو۔''

تیسری مرتبہ فرمایا: [لِمَنْ شَاءَ] کہ جو پڑھنا چاہے وہ پڑھے۔''

فائدہ = راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے فرمایا تا کہ لوگ اسے باقاعدہ سنت سمجھ کر لازمی طور پر پڑھنا نہ شروع کر دیں۔ [كَرَاهِيَةَ أَنْ تَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً] اس جگہ ''سُنَّةً'' وجوب کے معنی میں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دینا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اگر آپ [لِمَنْ شَاءَ] نہ کہتے۔''❷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چھوڑنا گوارا نہیں:

[عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَ لَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ

❶ مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة، حديث: ٨٧٤

❷ بخاری، كتاب التهجد، باب الصلوة قبل المغرب، رقم: ١١٨٣

فَمَالَنَا وَ لِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَ قَدْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَتْرُكَهُ] (1)

''زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا:'' واللہ! میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو استلام (حجر اسود کو ہاتھ لگا کر بوسہ دینا) کرتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا۔'' پھر فرمایا :''اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے رمل تو دشمنوں کو دکھانے کے لیے تھا اب تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔'' پھر خود ہی فرمایا:''لیکن رمل تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور سنت چھوڑنا ہمیں پسند نہیں۔''

فائدہ= عمر رضی اللہ عنہ کی محبت حدیث دیکھو! اب کفار مکہ ہیں یا نہیں ہم اس عمل کو چھوڑ نہیں سکتے جس کو رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا تھا۔

رجم کی سزا:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ، مجھے خوف ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی کہنے والا کہہ دے گا کہ رجم کی سزا ہمیں قرآن کریم میں نہیں ملتی:

[فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ اَلَا وَ اِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَ قَدْ اَحْصَنَ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ]

''اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ فریضے کو ترک کر دینے کی وجہ سے وہ گمراہ ہو جائیں گے، خبردار جب شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اس پر رجم ضروری ہے بشرطیکہ اس پر گواہ موجود ہوں یا حمل ہو یا اعتراف زنا ہو۔''

ایک روایت میں ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(1) بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج، حدیث:١٦٠٥

[وَ قَدْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ رَجَمْنَا بَعْدَهٗ] ❶

''خبردار اللہ کے رسول نے رجم کرایا تھا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا ہے۔''

کمال جواب:

ایک مرتبہ امیہ بن عبداللہ نامی ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابن عمر! صلاۃِ خوف اور صلاۃ حضر (عام نماز) کا حکم تو ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے مگر کیا وجہ ہے کہ صلاۃِ سفر کا حکم ہمیں قرآن میں نہیں ملتا؟ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

[اِبْنَ اَخِیْ! اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ اِلَیْنَا مُحَمَّدًا وَلَا نَعْلَمُ شَیْئًا فَاِنَّمَا نَفْعَلُ کَمَا رَأَیْنَا مُحَمَّدًا ﷺ یَفْعَلُ] ❷

''اے میرے بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہمارے نبی بنا کر بھیجا ہے جب کہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں تھا، چنانچہ ہم محمد ﷺ کو جس طرح کرتے دیکھتے، اسی طرح کرتے چلے جاتے۔''

روزہ افطار کرنے میں تاخیر نہ کی جائے:

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے (جب شام ہوگئی) تو آپ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: [اُنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي] ''اترو اور میرے لیے ستو گھولو۔'' اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ابھی سورج موجود ہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھول دو۔ اس نے پھر عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ابھی تو سورج موجود ہے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھول دو۔ تو وہ اونٹ سے اترا اور آپ ﷺ کے لیے ستو گھول دیا۔ پھر آپ ﷺ نے پیا

---

❶ کتاب الحدود، باب الاعتراف: بالزنا: ٦٨٢٩

❷ مسند احمد: ٢/٩٥

اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

[إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ] ❶

"جب تم رات کو دیکھو کہ اس طرف سے آ گئی ہے تو روزہ دار روزہ افطار کر لے۔"

❶ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب: تعجیم الافطار: ۱۹۵۸

باب نمبر 7

سنت کی مطابقت

نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ جیسی:

نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ میں گلی میں کھڑا تھا کہ عبداللہ بن عمیر کا جنازہ گزرا جس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ میں بھی ان میں شریک ہوگیا۔ میت کو رکھا گیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ میں ان کے متصل پیچھے کھڑا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ اس میت کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ تو لمبی نماز پڑھائی اور نہ ہی جلد بازی کی، نماز کے بعد آپ الگ جا بیٹھے۔ اسی اثنا میں ایک انصاریہ عورت کی میت لائی گئی، آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی بھی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بھی اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی جس طرح پہلے مردانہ میت کی پڑھائی تھی مگر اس کے (سر کی بجائے) کمر کے سامنے کھڑے ہوئے، ہمارے ساتھ علاء بن زیادہ رحمہ اللہ بھی تھے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا:

[هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيزَةِ الْمَرْأَةِ؟ قَالَ نَعَمْ] ❶

''کیا اللہ کے رسول ﷺ بھی اسی طرح نماز جنازہ پڑھاتے تھے جس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی کہ چار تکبیریں کہیں اور مرد کے سر کے پاس جب کہ عورت کے کمر کے سامنے آپ کھڑے ہوئے؟ تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔''

❶ سنن ابو داؤد کتاب الجنائز، باب این یقوم الامام من المیت اذا صلی علیه رقم: ٣١٩٤، ترمذی، کتاب الجنائز ح: ١٠٣٤، احمد (٢٠٤/٣)

آپ نے تو یہ فرمایا تھا، اب مجھے دے دیا ہے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک ریشمی لباس (فروخت ہوتے) دیکھا تو فرمایا یا رسول اللہ! آپ اگر اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور باہر سے وفود کے آنے کے مواقع پر پہن لیا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ]

"یہ لباس تو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو (یعنی کافر ہوگا)"

پھر ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشمی لباس آئے تو ایک ریشمی جوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما دیا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے یہ لباس دے دیا ہے حالانکہ آپ نے عطارد کے (ریشمی) لباس کے متعلق تو پہلے یوں فرمایا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا] میں نے آپ کو یہ لباس اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اسے پہنو (کیونکہ یہ ریشم ہے اور ریشم کسی مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں ہے اسے کسی ضرورت میں استعمال کرلو)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَبِيعُهَا أَوْ بُقِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ] ❶

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے وہ لباس اپنے مشرک بھائی کو دے دیا جو مکے میں مقیم تھا (ان کے بھائی کا نام عثمان بن حکیم ہے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ❷

اب عصر کی نماز پڑھو:

علاء بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں انس رضی اللہ عنہ کے گھر ظہر کی نماز پڑھ کر گئے ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا جب ہم ان کے پاس گئے تو انھوں نے ہم سے دریافت فرمایا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آرہے ہیں

❶ صحیح البخاری: ۹٤۸

❷ البخاری، کتاب الجمعة، باب یلبس احسن ما یجد، رقم: ۸۸٦

انھوں نے فرمایا: چلو عصر کی نماز پڑھو، ہم نے عصر کی نماز پڑھ لی تو فرمانے لگے: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

[تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَهَا اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا] ❶

"منافق کی نماز یہ ہے کہ وہ بیٹھا سورج (کے غروب ہونے کا) انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے (یعنی غروب ہونے کو ہوتا ہے) تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے چار ٹھونگے لگاتا ہے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے اور چلتا بنتا ہے) نماز میں اللہ کا ذکر بہت ہی تھوڑا کرتا ہے۔"

محمد بن عمرو بن حسن بن علی فرماتے ہیں کہ (حجاج بن یوسف نمازیں دیر سے ادا کیا کرتا تھا) ہم نے جابر سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ظہر دوپہر کو (یعنی سورج ڈھلتے وقت) پڑھتے تھے اور عصر جب پڑھتے تھے تو سورج (سرخی اور زردی سے) صاف ہوتا تھا اور مغرب سورج غروب ہوتے وقت ادا کرتے تھے اور عشاء کی نماز میں جب صحابہ جمع ہو جایا کرتے تھے تب جلدی ادا کرتے تھے اور جب وہ دیر سے آیا کرتے تھے تب دیر سے پڑھتے تھے۔ ❷

اکٹھی نمازِ جنازہ:

نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نو (۹) میتوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی۔ میتوں میں سے مردوں کو امام کی طرف اور عورتوں کو ان کے آگے (یعنی قبلہ کی طرف) ایک ہی صف میں رکھ دیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بچے کا جنازہ اکٹھا رکھا گیا۔ اس وقت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ امام تھے۔ نماز جنازہ میں ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید

❶ مسلم، کتاب المساجد باب استحباب التکبیر بالعصر، رقم: ٦٢٢

❷ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر بالصبح، رقم: ٦٤٦

اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اس بچے کو امام کی طرف (اور عورت کو اس کے پیچھے) رکھا گیا میں نے اسے معیوب سمجھا اور ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھنے لگا (کہ ایسا کیوں کیا گیا) یہ سب کہنے لگے [هِيَ السُّنَّةُ] یہی سنت طریقہ ہے۔' ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے کس کے پاس تھے:

محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ نے ایک چادر میں نماز پڑھی جسے اپنی گدی کے پیچھے سے گرہ لگا رکھی تھی اور ان کے دوسرے کپڑے کھونٹی پر رکھے ہوئے تھے۔

ایک شخص کہنے لگا آپ ایک چادر میں نماز پڑھ رہے ہیں (حالانکہ آپ کے پاس دوسرے کپڑے موجود ہیں؟) تو جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَ اَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] ❷

''میں نے ایسا اس لیے کیا تاکہ تیرے جیسے احمق دیکھ لیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔ (اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کپڑے سے نماز ہو جاتی تھی تو اب کیوں نہیں ہوتی؟)''

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تعمیر کر دیا:

اسود فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے عام طور پر رازدارانہ باتیں کیا کرتی تھیں یہ بتاؤ کہ انھوں نے آپ سے کعبہ کے متعلق بھی کوئی بات کی تھی؟ اسود نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کعبہ کے متعلق یہ بات کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ!

[لَوْ لَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدِهِمْ...... بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ

❶ سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب اجتماع جنائز الرجال والنساء رقم: ۱۹۷۸

❷ بخاری، کتاب الصلاۃ، باب عقد الازار علی القفاء، رقم: ۳۵۲

فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ......]

’’اگر تمھاری قوم (قریش) نئے نئے مسلمان نہ ہوتے تو میں کعبے کو توڑ کر نئے سرے سے اسے تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے دوسرے سے نکل جاتے۔‘‘

پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق کعبے کے دو دروازے بنا دیے تھے (لیکن بعد کے حکمرانوں نے ضد میں آ کر کعبے کی اس بنیاد کو توڑ ڈالا) [1]

وعظ کرنے میں رسول اللہ کی سنت کی پیروی:

شقیق فرماتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن مسعود کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ آ گئے ہم نے انھیں کہا بیٹھو! تو انھوں نے کہا: نہیں میں اندر جاتا ہوں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لاتا ہوں (تاکہ وہ وعظ کریں) ورنہ میں خود آ جاتا ہوں، وہ اندر گئے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آ گئے اور انھوں نے یزید بن معاویہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا آ کر ہم سے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق معلوم تھا کہ تم آئے ہوئے ہو لیکن میں تمہارے پاس اس وجہ سے نہ آیا۔

[اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْاَيَّامِ] [2]

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصیحت کرنے میں ہمارا خیال کیا کرتے تھے کہ روزانہ وعظ نہیں کرتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔‘‘

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے:

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَاهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

[1] بخاری، کتاب العلم، باب من ترك بعض الاختيار، رقم: ١٢٦

[2] بخاری، کتاب الدعوات، باب الموعظة ساعة بعد ساعة، رقم: ٦٤١١

عَلَى الْمَدِينَةِ وَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ بَعْدَ سُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالَ فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ] [1]

"ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا (قائم مقام) گورنر بنایا اور (خود کسی کام سے) مکہ چلے گئے۔ اس دوران ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ پڑھائی، پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون تلاوت کی۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور عرض کیا آپ نے وہی سورتیں تلاوت فرمائیں جو علی رضی اللہ عنہ (اپنے عہدِ خلافت میں) کوفہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں سورتیں نمازِ جمعہ میں پڑھتے سنا ہے۔ (اسی لئے میں نے پڑھی ہیں)"

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوتا تو نہ کرتا:

[عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَ وَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ لَمْ أَفْعَلْهُ] [2]

---

1. صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، رقم: ۸۷۷
2. صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب صلاة التطوع على الحمار، رقم: ۱۱۰۰

''انس بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے تو عین تمر کے مقام پر ہم نے ان کا استقبال کیا۔ میں نے انہیں گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور گدھے کا رخ قبلہ کی بجائے قبلہ کے دائیں طرف تھا۔ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیے بغیر نماز کیوں پڑھی ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھتا تو کبھی نماز نہ پڑھتا۔''

اسی طرح کروں گا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں:

ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انھوں نے نماز میں سورۃ ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴾ تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا:

[سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ] [1]

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (اس سورت میں) سجدہ کیا تھا اس لئے میں ہمیشہ اس سورت میں سجدہ کرتا ہی رہونگا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (جنت میں) میری ملاقات ہوگی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اسی طرح جواب دیا تھا:

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اذان کہی۔ تو جب اس نے کہا [اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر] معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی کہا [اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر] پھر مؤذن نے کہا: [اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه] تو

[1] بخاری كتاب الاذان باب الجهر فی العشاء۔رقم: ٧٦٦

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا [وَ اَنَا] مؤذن نے کہا [اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ] تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا [وَ اَنَا] پھر اذان ختم ہو چکی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

[يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مَقَالَتِيْ] ❶

"اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی مقام (یعنی منبر پر سنا تھا جب مؤذن نے اذان دی تو آپ ﷺ وہی فرماتے جاتے تھے جو تم نے مجھ سے سنا ہے"

عائشہ رضی اللہ عنہا خواتین کو تلبینہ کھلاتی تھیں:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ان کا کوئی رشتہ دار فوت ہو جاتا اور عورتیں اکھٹی ہوتیں اور باقی عورتیں اپنے اپنے گھروں چلی جاتیں اور صرف گھر والے اور قریب کی عورتیں رہ جاتیں تو تلبینہ کی ہنڈیا پکواتیں پھر ثرید بنایا جاتا اور تلبینہ پر ثرید ڈال دیا جاتا۔ پھر کہتی تھیں کہ اسے کھاؤ کیونکہ میں نے نبی کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

[اَلتَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ] ❷

"تلبینہ مریض کے دل کو آرام دیتا ہے اور غم کو قدرے دور کرتا ہے۔"

---

❶ صحیح البخاری الجمعة، باب یجیب الامام علی المنبر...... ٩١٤

❷ صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب التلبینة، ٥٤١٧

باب نمبر 8

اطاعت رسول کے لیے خواہشات کی قربانی

مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ہر قسم کی خواہش تمنا، آرزو، رسول اللہ کے فرمان پر قربان کردیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ] ❶

''عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہشات کو اس چیز (شریعت) کے تابع نہ کردے جو میں لے کر آیا ہوں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جب کوئی حدیث پیش کی جاتی اسے فوراً قبول کرتے اور اپنے جذبات، خواہشات، تمناؤں کو ترک کردیتے۔

کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ کسی کام کا عزم بالجزم کر لیتے لیکن جب اس عمل کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنتے فوراً ارادہ بدل لیتے۔[حَتّٰى يَكُوْنُ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ] کی عملی تصویر دیکھنی ہو تو مندرجہ ذیل واقعات پر نظر کرو اور پھر خود بھی اس کا عملی جامہ پہن لو۔

میں گمراہ ہو جاؤں گا:

[عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَسْتُ تَارِكًا

❶ رَوَاهُ الْبَغْوِيُّ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ : ٢١٣،٢١٢/١

شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَعْمَلُ بِهِ اِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّيْ أُخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ] ❶

''عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں گا، تو گمراہ ہو جاؤں گا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسے باپ کی جائیداد سے جب ورثہ مانگا ابوبکر صدیق نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی۔ آپ نے فرمایا تھا: [لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] یہ حدیث سنا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے میں اس باغ کو اس طرح عمل سے لاؤں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اگر میں اس کے علاوہ کچھ کروں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔

فائدہ= یہ فرمان ہے اس ہستی کا جنھیں بارگاہ رسالت سے ''صدیقیت'' کی سند ملی اور جنھیں دنیا میں جنت کی خوشخبری دی گئی اور جن کے [اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ] ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ وہ حقیقت کا اظہار فرما رہے ہیں، لوگوں کو ذہن نشین کرا رہے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو ترک کردوں، چھوڑ دوں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

میں نے رونے کا ارادہ ترک کر دیا:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب (میرے خاوند) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ میں اجنبی علاقے میں ہوں (یعنی مکہ سے ہجرت کرکے مدینے میں آئی ہوں غیر وطن میں خاوند کی وفات عظیم سانحہ ہے اس لیے) [لَأَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ] میں ایسا بین

❶ بخاری، کتاب فرض الخمس، حدیث: ۳۰۹۳

اور نوحہ کروں گی کہ لوگ اس کی مثال دیا کریں گے میں نے خوب رونے کی تیاری کر لی تھی اور ایک خاتون بھی میری معاونت کے لیے مدینے کے بالائی علاقے سے آ گئی تھی۔

لیکن اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: [أَتُرِيدِينَ أَنْ تَدْخُلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْه] اے ام سلمہ! جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو نکال دیا تھا تو دوبارہ اس گھر میں اسے واپس لانا چاہتی ہے؟ (آپ ﷺ کا ارشاد سن کر) میں نے رونے کا پروگرام ختم کر دیا۔ ①

تین دن کے بعد بناؤ سنگھار کیا:

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی ابوسفیان کا انتقال ہوا تھا تو میں ان کے پاس (تین دن بعد) گئی تو انھوں نے خوشبو منگوائی اس میں زرد رنگ (جو حسن کے لیے استعمال ہوتا تھا وہ بھی اس میں شامل تھا) وہ خوشبو اپنی ایک لونڈی کو لگائی پھر اپنے رخساروں پر بھی لگائی پھر فرمایا مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے خوشبو اس لیے لگائی کہ میں نے محمد کریم ﷺ سے یہ فرماتے سنا تھا:

[لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا]

"جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان لاتی ہے اس کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے ہاں عورت اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔"

اسی طرح جب ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کا بھائی (عبید اللہ) فوت ہوا تھا تب بھی میں ان کے پاس گئی تھی انھوں نے بھی خوشبو منگوائی اور استعمال کر کے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی حاجت نہیں تھی لیکن میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا:

---

① صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت، رقم: ٩٢٢

«لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ......»

"اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والی عورت کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں خاوند پر بیوی چار ماہ دس دن سوگ منائے گی۔"

فائدہ = دورِ جاہلیت کی رسم کو امہات المومنین نے کتنی دلیری سے توڑا۔ اس کے مخالف ہم اپنی جسارت کا بھی اندازہ لگائیں کہ کتنی بہادری سے اس رسم پر عمل کر کے ہی دم لیتے ہیں۔

زینب رضی اللہ عنہا بنت ابی سلمہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ ایک عورت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی، یا رسول اللہ! میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار نفی میں جواب دیا پھر فرمایا (پرہیز والی عدت) تو صرف چار ماہ دس دن ہے (ان میں احتیاط تم سے نہیں ہو سکتا؟) حالانکہ زمانہ جاہلیت میں تو (خاوند کی وفات کے موقع پر بیوی) سال بھر سوگ منایا کرتی تھی اور سال کے اختتام پر عورت کے سر میں مینگنیاں بھی ڈالی جاتی تھیں؟

حمید (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے زینب سے مینگنیوں والی بات کی وضاحت چاہی تو انھوں نے بتایا کہ جب کسی خاتون کا خاوند وفات پا جاتا تھا وہ تنگ کوٹھڑی میں چلی جاتی تھی اور گندے کپڑے پہن لیا کرتی اور خوشبو استعمال نہیں کرتی تھی حتی کہ ایک برس پورا ہو جاتا تھا پھر گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا اور وہ اس سے اپنا جسم رگڑتی تھی اکثر دفعہ وہ جانور مر جایا کرتا تھا تب وہ اپنی کوٹھڑی سے نکلتی تھی اسے لید دیا جاتا تھا اور وہ اسے پھینک دیتی تھی اس کے بعد وہ عورت خوشبو وغیرہ جو چیز چاہتی تھی، لگاتی تھی۔ [1]

[1] بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفى عنها، رقم: ٥٣٣٤، ٥٣٣٥

فرمان رسول ﷺ کی وجہ سے منع نہیں کرتے:

نافع فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی (جس کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو تھا وہ سعید بن زید کی ہمشیرہ تھیں) وہ صبح اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں جا کر پڑھتی تھیں ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ گھر سے باہر کیوں آتی ہیں حالانکہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناپسند ہے وہ غیرت کھاتے ہیں؟ تو عاتکہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کرتے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے نہیں روکتے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ] ❶

"تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں (میں آنے) سے نہ روکو۔"

فائدہ= عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی ارادہ یہ تھا کہ ان کی بیگم مسجد میں نہ جائے لیکن رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے روکتے بھی نہیں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مخالفت نہ ہو جائے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے چار کونوں کو چھونا چھوڑ دیا:

[عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُعَاوِيَةَ لَا يَمُرُّ بِرُكْنٍ اِلَّا اسْتَلَمَهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَسْتَلِمُ اِلَّا الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِیَّ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَيْسَ شَیْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا] ❷

ابو طفیل فرماتے ہیں میں ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا معاویہ رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت بیت اللہ کے تمام ارکان (کونوں) کو چھوتے

❶ بخاری، الجمعة، باب هل على من لا يشهد الجمعة غسل......رقم: ٩٠٠

❷ ترمذی: كتاب الحج عن رسول الله ﷺ :٨٥٨

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ کو کہا نبی ﷺ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوتے تھے، معاویہ نے کہا کہ بیت اللہ کی کوئی بھی چیز چھوڑنے کے قابل نہیں (تمام کونے چھونے چاہیے، ابن عباس نے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

"تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں اسوہ حسنہ ہے۔"

آپ ﷺ صرف دو کونوں کو چھوتے تھے، تو معاویہ نے کہا [صَدَقْتَ] آپ نے سچ کہا ہے۔

فائدہ= معاویہ نے رسول اللہ ﷺ کا عمل سن کر اپنا عمل ترک کر دیا اور اسوۂ رسول کو اپنایا۔ حالانکہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ بیت اللہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا جائے کیونکہ بیت اللہ، نمازی کا قبلہ حاجی کا مطاف ہے حرمت کا مقام ہے، اسلام کا شعار ہے سب سے پہلا اللہ کا گھر ہے اتنی عزت اور عظمت کے باوجود رسول اللہ کے عمل سے تجاوز کر کے اس کے چاروں کونوں کو اگر چھوا جائے گا تو یہ عمل مردود ہوگا مقبول نہیں ہوگا۔ مقبول وہی عمل ہوگا جو رسول اللہ کے عمل کے مطابق ہوگا۔ معاویہ کی عظمت کے کیا کہنے جنھوں نے عمل رسول کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا۔ [اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَاتِهٖ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ]

فائدہ= رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے چاروں کونوں کو اس لیے نہیں چھوا کہ دو کونے ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں۔

حدیث سن کر وراثت چھوڑ دی:

[عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ حِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَرَدْنَ اَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيْرَاثَهُنَّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] [1]

[1] بخاري، كتاب الفرائض، باب قول النبي لا نورث......، ح: ٦٧٣٠

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو نبی ﷺ کی بیگمات نے ارادہ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجیں تاکہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی وراثت کے مطالبہ کریں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا، ہم وارث نہیں بنائے جاتے، جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

فائدہ= ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سن کر سوال کرنے کا ارادہ ترک کردیا۔

جب تک یہ عالم موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھو:

[عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنْ بِنْتٍ وَ بِنْةِ ابْنٍ وَاُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ وَائْتِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَيُتَابِعُنِيْ فَسُئِلَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاُخْبِرَ بِقَوْلِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِ فِيْهِمَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ وَ لِاِبْنَةِ اِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَ مَا بَقِيَ فَلِلْاُخْتِ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِيْ مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِيْكُمْ] (1)

"ھزیل بن شرحبیل کہتے ہیں، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیٹی پوتی اور بہن کی وراثت کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: بیٹی کو آدھا ملے گا اور بہن کو بھی آدھا ملے گا اور تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ بھی میری متابعت کریں گے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور انھیں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی بات بھی بتائی گئی (کہ آپ ان کی متابعت کریں گے) تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت گمراہ

(1) بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة الابن مع بنت: ٦٧٣٦

ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں ہوں گا (اگر میں ابو موسیٰ کی متابعت میں وہی فتویٰ دوں) میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، بیٹی کو آدھا پوتی کو چھٹا (تو دو ثلث مکمل ہو جائیں گے) اور جو باقی بچ جائے گا وہ بہن کو ملے گا، ھزیل بن شرحبیل کہتے ہیں، ہم نے پھر یہ مسئلہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انھوں نے کہا: جب تک یہ عالم (ابن مسعود) تم میں موجود ہیں مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔"

فائدہ= عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا جو نبی ﷺ نے کہا تھا ابو موسیٰ کو اپنی بات پر بڑا اعتماد تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ معلوم ہوا تو فوراً اپنے فیصلے پر نادم ہوئے حدیث رسول کے سامنے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کہی۔ اور فیصلہ رسول سنانے والے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اعلان کیا کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

بیوی اور جائیداد کی طرف واپس پلٹ آئے:

زرارہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ہشام بن عامر کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنی جائیداد فروخت کر دیں اور اس کی رقم (جہادی) ہتھیاروں اور گھوڑوں پر صرف کر دیں اور رومیوں سے جنگ کرتے کرتے شہید ہو جائیں وہ اس نیت سے مدینہ منورہ آ گئے اور وہ مدینہ منورہ کے لوگوں سے (اس سلسلے میں مشورہ لینے کے لیے) ملے تو انھوں نے انھیں اس اقدام سے منع کر دیا اور بیان کیا کہ نبی ﷺ کی زندگی میں چھ افراد اسی نیت سے آئے تھے لیکن آپ ﷺ نے انھیں منع فرما دیا تھا اور فرمایا:

« اَلَيْسَ لَكُمْ فِيَّ اُسْوَةٌ » کیا میں تمھارے لیے نمونہ نہیں ہوں؟ (یعنی جب میں نے ایسا نہیں کیا تو تم بھی ایسا نہ کرو)

جب مدینہ والوں نے سعد بن ہشام رحمہ اللہ کو یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اپنے اس ارادے سے رجوع کر لیا اور اپنی بیوی کو جسے وہ طلاق دے چکے تھے اور اس پر گواہ بھی

بنا رکھے تھے، انھوں نے پھر اپنی بیوی سے بھی رجوع کر لیا۔ ❶

فائدہ= حدیث رسول پر خواہش کو ترک کرنے کی یہ عجیب مثال ہے۔

خانہ کعبہ کا خزانہ:

«عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيّ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَا اَدَعَ فِيهَا صَفْرَآءَ وَ لَا بَيْضَاءَ اِلَّا قَسَمْتُهُ قُلْتُ اِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلْهُ قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِيَ بِهِمَا» ❷

"ابو وائل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں (جسے زمانہ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا) بلکہ سب کو نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کردوں، میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھیوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے تو ایسا نہیں کیا، انھوں نے فرمایا: میں بھی انہی کی پیروی کرتا ہوں۔"

فائدہ= عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سن کر اپنا ارادہ ترک کر دیا اور بیت اللہ کے خزانوں کو وہیں چھوڑ دیا۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواہش بھی کی تھی کہ میں بیت اللہ کے خزانے اللہ کے رستے میں خرچ کردوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے دلوں کی رعایت رکھتے ہوئے یہ اقدام نہ اٹھایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

[لَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ]

❶ مسلم، کتاب صلاة المسافرین باب جامع صلاة اللیل و من نام عنه رقم: ٧٤٦

❷ بخاری، کتاب الحج، باب کسوة الکعبة: ١٥٩٤

”(اے عائشہ) اگر تیری قوم نے کفر کا زمانہ نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا تو کعبہ کے خزانے اللہ کے رستے میں خرچ کر دیتا۔“

مسجد میں جہادی ٹریننگ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ نبی ﷺ کے پاس (مسجد میں) نیزہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے ان کو کنکریاں مارنے کا ارادہ کیا (کہ تم مسجد کا احترام نہیں کرتے) لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [دَعْهُمْ يَا عُمَرُ] ❶ ”اے عمر انھیں کچھ نہ کہو۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَ نَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَ حِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ» ❷

”ابوہریرہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوۃ سے انکار کر دیا اور

---

❶ مسلم، كتاب العيدين، باب الرخصة في اللعب، رقم: ٨٩٣

❷ كتاب الزكاة باب وجوه الزكاة، حديث: ١٤٠٠

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رسول اللہ کے اس فرمان کی موجودگی میں کیسے جنگ کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا تھا: مجھے حکم ہے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ سوا اس کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔

اس پر ابوبکر صدیق نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ کے لیے انکار کر دے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے زکوٰۃ میں (بکری کے) بچے کو دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور بعد میں میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابوبکر ہی حق پر تھے۔"

فائدہ= عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے کو ترک کر کے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کو تسلیم کیا اور قسم اٹھا کھا کر کہا: ان کی بات حق ہے اور پھر اس کو فوراً قبول بھی کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بحث کا ذکر کر کے لکھا ہے: "اس قصہ میں دلیل ہے کہ سنت اکابر صحابہ پر بھی مخفی رہ سکتی ہے جب کہ ان میں سے عام آدمی اس پر مطلع ہو اس لیے سنت کے ہوتے ہوئے آراء کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھنا چاہیے خواہ آراء بظاہر اچھی ہی کیوں نہ ہوں جب وہ سنت کے خلاف ہوں تو ان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ فلاں ہستی پر کیسے مخفی رہ گئی۔ [1]"

[1] فتح الباری: ١/ ٧٦

فائدہ= کسی عالم کے منہ سے کوئی بات نکل جائے پھر اس سے فوراً رجوع کر لے کہ میری بات غلط تھی اور دوسرے کی ہی صحیح ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے شاید وہ عالم صاحب سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے میری عزت مجروح ہوگی حالانکہ ایسا کرنے سے عزت مجروح نہیں بلکہ مقبول ہوتی ہے عمر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی اللہ ہر ایک کو دے۔

اور واپسی کی راہ:

سلیم بن عامر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

"معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک ترکیب سوجھی انہوں نے معاہدہ ختم ہونے سے کچھ دن پہلے رومیوں کی طرف لشکرکشی فرمائی تاکہ جوں ہی مدتِ معاہدہ ختم ہو فوراً رومیوں پر یلغار کر دی جائے اور انہیں (بے خبری میں) اپنے دفاع کا موقع نہ دیا جائے۔ اسی دوران ایک گھڑ سوار تکبیریں بلند کرتا ہوا آیا اور کہنے لگا: اے لوگو! وفائے عہد کا مظاہرہ کرو اور دھوکا دہی سے کام نہ لو۔ لوگوں نے توجہ کی تو وہ عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتّٰى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْيَنْبُذَ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ] [1]

"جن لوگوں کا کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان ہو، وہ اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے اس کے خلاف ورزی نہ کرے یا پھر اعلانیہ طور پر وہ معاہدہ ختم کر دے۔"

یہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ راستہ ہی سے واپس لوٹ آئے۔

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جستجو:

[عَنْ قُبَيْصَةَ ابْنِ ذُؤَيْبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ

[1] ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه وبین العدو عهد...... رقم: ٢٧٥٦

الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ وَ مَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ أَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] [1]

''قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک میت کی نانی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے آئی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب میں تمہارا کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے، لہٰذا واپس چلی جاؤ، میں اس کے بارے لوگوں سے دریافت کروں گا۔'' چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا ہے۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کوئی اور بھی اس کا گواہ ہے؟'' محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مغیرہ بن شعبہ کی مثل حدیث بیان کی چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا۔''

فائدہ= ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی علمی کمزوری کو چھپاتے ہوئے حدیث کا انکار نہیں کیا کہ جس کا علم مجھے نہیں وہ حدیث ہی نہیں ہوسکتی بلکہ حدیث کے مطابق فوراً فیصلہ کیا۔

غصہ کا فور۔ اور پریشانی کا زور

« عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُو مُوسَى عَلَى عُمَرَ فَكَأَنَّهُ وَجَدَهُ مَشْغُولًا فَرَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

[1] ابوداود كتاب الفرائض، باب في الجدة، حديث: ٢٨٩٤

قَیْسٍ ائذَنُوا لَهُ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا بِهٰذَا قَالَ فَأْتِنِي عَلَى هٰذَا بِبَيِّنَةٍ أَوْ لَأَفْعَلَنَّ بِكَ فَانْطَلَقَ إِلٰى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا لَا يَشْهَدُ إِلَّا أَصْغَرُنَا فَقَامَ أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيّ فَقَالَ قَدْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِهٰذَا فَقَالَ عُمَرُ خَفِيَ عَلَيَّ هٰذَا مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ» ❶

"عبید بن عمیر نے کہا: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے (ملنے کی) اجازت چاہی اور یہ دیکھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ مشغول ہیں، آپ جلدی سے واپس چلے گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابھی عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) کی آواز نہیں سنی تھی؟ انھیں بلا لو۔ چنانچہ انھیں بلایا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ (جلدی واپس ہو گئے) انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس حدیث پر کوئی دلیل لاؤ، ورنہ میں تمہارے ساتھ یہ کروں گا۔ چنانچہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس میں گئے۔ انھوں نے کہا کہ اس کی گواہی ہم میں سب سے چھوٹا دے سکتا ہے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہمیں دربارِ نبوی سے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم مجھے معلوم نہیں تھا، مجھے بازار کے کاموں خرید وفروخت نے اس حدیث سے غافل رکھا۔"

فائدہ= عمر رضی اللہ عنہ حفاظت حدیث کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ جب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر حدیث نہ ہوتی اور تم ویسے ہی یہ بات کہہ دی ہوتی تو میں تجھ سے سختی سے معاملہ کرتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی علمی

❶ بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الحجة على من كان قال إنّ احكام لنبی كانت ظاهرة، حدیث: ۷۳۵۳

کمزوری کو چھپاتے ہوئے حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ اپنی کم مائیگی پر پریشان ہو گئے۔

حدیث سن کر جذیہ لینا شروع کردیا:

[عَنْ بَجَالَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هِجَرَ] ❶

''بجالہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:''میں احنف کے چچا جزء بن معاویہ کا منشی تھا ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط ان کی وفات سے ایک سال قبل ملا، جس میں لکھا تھا کہ جس مجوسی نے اپنی محرم عورت سے نکاح کیا ہو انہیں الگ کردو۔ عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے، لیکن جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجوسیوں سے جزیہ لیا کرتے تھے، (تو عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جزیہ لینا شروع کردیا۔'')

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اطاعت:

[عَنْ سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ وَ لَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا حَتّٰى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضَّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ] ❷

''سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''دیت

❶ صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الذب، حدیث: ۳۱۵۷

❷ ابوداود، کتاب الفرائض ، باب المراۃ ترث من دیۃ زوجھا ،حدیث: ۲۹۲۷

صرف خاوند کے رشتہ داروں کے لئے ہے، لہٰذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔'' ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیغام لکھوا بھجوایا ہے کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں ، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔''

اسی وقت پھینک دیے:

عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے والد شعیب بن محمد اور شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک عورت اپنی بیٹی کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں روز قیامت ان کنگنوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنا دے؟ تو اس نے وہ کنگن اتار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈال دیے اور کہا : میں انہیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے پیش کرتی ہوں۔'' (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں اسے خرچ کر دیں) [1]

بین نہ کرنا:

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا بچہ مر گیا اور وہ اس پر بین کر رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [اِتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ] ''خدا سے ڈرو اور صبر کرو۔'' وہ صحابیہ بولیں [إِلَيْكَ عَنِّیْ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِیْ] ''تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے؟'' آپ چلے گئے تو لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ وہ دوڑی ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور معذرت کرتے ہوئے کہا میں نے حضور کو نہیں

[1] سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الحلی، رقم: ٤٧٩، ابوداود: ١٥٦٣

پہچانا تھا۔“ ❶

دیواروں سے چمٹ کر چلیں:

ایک بار نبی ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ راستے میں مرد عورت مل جل کر چل رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”تم پیچھے رہو، وسط راہ سے نہ گزرو۔“ اس کے بعد عورتوں کا یہ حال ہو گیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

نبی ﷺ والے پیالے میں تبدیلی نہ کرو:

عاصم الاحول رحمہ اللہ (تابعی) سے روایت ہے کہ:

”میں نے نبی ﷺ کا پیالہ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا ہے، یہ پیالہ ٹوٹ گیا تھا تو انہوں نے اسے چاندی کے تار سے جوڑ دیا تھا، یہ چمکدار لکڑی کا بنا ہوا بہترین چوڑا پیالہ تھا۔“

محمد بن سیرین (تابعی) کہتے ہیں کہ:

”اس پیالے کا حلقہ لوہے کا بنا ہوا تھا، (سیدنا (انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کے بدلے سونے چاندی کا حلقہ بنوالیں تو انہیں (ان کے سوتیلے ابا) ابو طلحہ ﷺ نے حکم دیا کہ: [لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ]

”رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا اس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ کرو، تو انس رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا۔“ ❷

آپ ﷺ کی نگاہِ عتاب کو تاڑ لیا:

صحابہ کرام سے بڑھ کر مزاج شناس نبوت کون ہو سکتا ہے؟ انھیں یہ گوارا نہیں تھا

❶ صحيح البخاري، كتاب الجنائز باب زيارة القبور، رقم: ١٢٨٣

❷ صحيح بخاري كتاب الأشربة، باب الشراب من قدح النبي ﷺ و آنيته، رقم: ٥٦٣٨

کہ آپ کی پیشانی پر ان کے کسی طرز عمل سے بل آئے، جہاں انھوں نے محسوس کیا کہ ان کا کوئی کام آپ ﷺ کو گراں گزرا ہے، اسی وقت اس سے دست کش ہو گئے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ وہ اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں تشریف لائے تو الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے، آپ ﷺ نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم زینب رضی اللہ عنہا آپ کی نگاہ عتاب کو تاڑ گئیں:

[فَغَسَلَتْ ثِيَابَهَا وَ وَارَتْ كُلَّ حُمْرَةٍ] اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھو ڈالا۔

[ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَاطَّلَعَ لَمْ يَرَ شَيْئًا دَخَلَ] ❶

نبی ﷺ کی ممنوع کردہ چیزوں سے رک جانا:

نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں میت پر زمانہ جاہلیت کی طرح بین کرنا، بال نوچنے، گالوں پر طمانچے مارنے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے جنازہ کے ساتھ آگ لے کر چلنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے، قبروں پر قبے تعمیر کرنے یا اس پر خیمہ نصب کرنے سے بھی روکا ہے، نبی اکرم ﷺ کی منع کردہ ان چیزوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حد درجہ خیال رکھتے تھے۔

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''احکام الجنائز'' میں ابوموسیٰ اشعری، حذیفہ بن یمان، عمرو بن عاص اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی وصیتیں نقل فرمائی ہیں، جن میں انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے انہی فرامین کے حوالہ دے کر اپنے وارثین کو وصیت کی ہے کہ وہ نہ تو میرے جنازے کے ساتھ آگ لے کر چلیں، نہ عہد جاہلیت کی طرح میرے اوپر بین کیا جائے، نہ میری قبر پر خیمہ لگایا جائے اور نہ میرے مرنے پر عہد جاہلیت کی طرح تشہیر کی جائے۔ ❷

❶ ابوداود، کتاب اللباس، باب الحمرة، رقم: ۴۰۷۱

❷ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: احکام الجنائز و بدعها صفحه: ۸۰، المكتب الاسلامی، طبع چہارم: ۱۹۸۶ء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ تمام آثار ایک بندہ مومن کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ اپنے متعلقین کو منہیات شرعیہ سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔

ایک ہی نداء پر شراب بہادی:

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شراب پلائے جا رہا تھا اور وہ شراب کچی پختہ کھجور کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرنے والے کو بھیجا وہ منادی کر رہا تھا:

[اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ]

''لوگو! شراب حرام ہو چکی ہے۔''

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے انس رضی اللہ عنہ! جاؤ اور شراب گرادو میں نے جا کر شراب بہادی، شراب مدینے کی گلیوں میں بہہ رہی تھی۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ کتنے لوگ اس حالت میں فوت ہوئے کہ ان کے پیٹوں میں شراب تھی (تو ان کا کیا بنے گا؟) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (المائدة:٩٣)

''ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک اعمال کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جسے وہ کھاتے پیتے ہوں جب کہ وہ تقویٰ اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ ایسے نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔'' ❶

اس آیت میں [العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب] والا قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے۔

❶ التفسیر۔ باب ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... ﴾ رقم: ٤٦٢٠

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی پر اعتماد کرتے ہوئے اونٹ واپس نہ کیے:

سیدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کچھ بیمار اونٹ خریدے۔ اس آدمی کا اس کاروبار میں ایک شراکت دار بھی تھا اس کا وہ شریک سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بطور معذرت کے کہا کہ میرے شریک نے بیمار اونٹ آپ کے ہاتھ فروخت کر دیئے ہیں، اس نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تم ان کو واپس لے جاؤ، اس کے بعد کہنے لگے

[دَعْهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ]

انہیں چھوڑ جاؤ۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: «لَا عَدْوَى......» [1] ''ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔''

کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے کہنے پر قرض معاف کر دیا:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اتنے میں دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں یہاں تک کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے سن پایا اور آپ گھر میں تھے تو آپ ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور آواز دی اے کعب! انہوں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اشارے سے فرمایا: تم اپنے قرض سے نصف کم کردو۔ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ» یارسول اللہ ﷺ! میں نے نصف چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے (ابن حدرد سے) فرمایا: «قُمْ فَاقْضِهِ» (اٹھو اور باقی نصف ادا کر دو۔) [2]

فائدہ= یہ صحابہ کرام کی ہی شان ہے کہ انھوں نے ایک ہی فرمان سے آدھا قرضہ چھوڑ دیا ورنہ لوگ تو دنیا کے مال کی وجہ سے قتل و غارت پر اتر آتے ہیں۔

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب شراء الابل الهيم...... رقم: ۲۰۹۹

[2] صحیح البخاری کتاب الصلاۃ، باب التقاضی والملازمة فی المسجد: ٤٥٧

صحابہ نے آپ ﷺ کی اتباع میں پیاز نہ کھایا:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ رہے۔ یا یہ فرمایا: ہماری مسجد سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے پاس ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں چند سبزیاں (پکی ہوئی) تھیں آپ ﷺ نے اس میں کچھ بو پائی تو دریافت فرمایا: اس میں کیا ہے؟ تو جتنی سبزیاں اس میں تھیں وہ سب آپ ﷺ کو بتا دی گئیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے فلاں صحابی رضی اللہ عنہ کے قریب کردو۔ پھر جب آپ ﷺ نے اُسے دیکھا کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سبزیاں کھانا پسند نہیں کیا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[كُلْ فَإِنِّيْ أُنَاجِيْ مَنْ لَا تُنَاجِيْ] [1]

''تم کھالو کیونکہ میں اس سے سرگوشیاں کرتا ہوں جس سے تم سرگوشیاں نہیں کرتے۔''

صدقہ کا حکم سن کر عورتوں نے زیور اتار دیے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ نبی ﷺ کے ساتھ (عید گاہ) میں حاضر ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں! اگر میری قرابت آپ ﷺ سے نہ ہوتی تو میں حاضر نہ ہوسکتا (کیونکہ میں چھوٹا تھا) آپ ﷺ اس نشان کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے مکان کے پاس ہے پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا، اس کے بعد عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ ونصیحت کی اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا:

«فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِيْ بِيَدِهَا إِلٰى حِلَقِهَا تُلْقِيْ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ»

کوئی عورت اپنا ہاتھ اپنی انگوٹھی کی طرف بڑھانے لگی اور کوئی اپنی بالی کی طرف اور کوئی کسی زیور کی طرف اور اس کو اتار اتار کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی چادر میں ڈالنے لگیں، پھر

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب ما جاء فی الثوم النّیء والبصل والکراث: ۸۵۵

آپ ﷺ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے آئے۔ ❶

اگر رسول اللہ ﷺ نے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں بھی نہ دیتا:

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (طواف میں) حجرا اسود کے پاس آئے پھر اس کو بوسہ دیا اور فرمایا:

[اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَ لَا تَنْفَعُ وَ لَوْ لَا اَنِّیْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ] ❷

''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ (کسی کو) نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ دے سکتا ہے اور اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بھی بوسہ نہ دیتا۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈیوں کو چھوڑنے کا حکم دے دیا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو لونڈیاں حنین کے قیدیوں میں سے پائی تھیں اور ان کو مکہ میں کسی گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین کے قیدیوں کو مفت میں چھوڑ دینے کا حکم دے دیا تو وہ گلیوں میں دوڑ رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے عبداللہ! دیکھو یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حنین کے قیدی آزاد کر دیے (یہ آواز ان کی ہے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [اِذْهَبْ فَاَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ]

''جاؤ تم بھی ان دونوں لونڈیوں کو چھوڑ دو۔'' (یہ لونڈیاں خمس میں سے ان کو ملی تھیں) ❸

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وضوء الصبیان...... ۸۶۳

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما ذکر فی الحجر الاسود، رقم: ۱۵۹۷

❸ صحیح البخاری، کتاب فرض الخُمُسِ، بَابُ مَا كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُعْطِی الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبِهِمْ...... ۳۱۴۴

اللہ کے حکم پر اپنی بہن کا نکاح سابقہ خاوند سے کر دیا:

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا تھا، اس نے میری بہن کو طلاق دے دی، جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو اس نے دوبارہ نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے اسے جواب دیا کہ میں نے اس کا تجھ سے نکاح کر دیا تھا اور اسے تیری بیوی بنادیا اور تیری تعظیم کی تھی لیکن تو نے اسے طلاق دے دی، اب تو پھر نکاح کا پیغام دیتا ہے؟[لَا وَاللّٰهِ لَا نَعُوْدُ اِلَيْكَ أَبَدًا] تو اللہ کی قسم! اب وہ لوٹ کر تیرے پاس نہیں آئے گی۔ وہ شخص کچھ برا نہ تھا (نیک بخت تھا) اور میری بہن بھی اس کی طرف رجوع کرنے پر راضی تھی، اور میں نے ان کے درمیان دخل اندازی کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضِلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

”جب تم عورتوں کو طلاق دیدو تو پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو تم ان کو اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرنے سے منع نہ کرو جب کہ وہ آپس میں معروف طریقے سے راضی ہوں۔“ (البقرہ : ۲۳۲)

میں نے کہا یارسول اللہ! اب (اللہ کا حکم اتر آیا تو) میں ضرور مانوں گا (اور اس سے نکاح کردوں گا) پھر انھوں نے اپنی بہن کا نکاح اس سے کر دیا۔ [1]

فائدہ= معقل بن یسار کی بہن کا نام جمیلہ بنت یسار ہے اور اس کے خاوند کا نام ابوالبداح بن عاصم، اللہ کا حکم سنتے ہی قسم چھوڑ دی، اور اطاعت الٰہی کے لیے سر تسلیم خم کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جان سے بھی زیادہ پیار:

عبداللہ بن ہشام نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ

[1] صحیح البخاری ، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی، رقم: ۵۱۳۰

پکڑا ہوا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں (اے عمر)

[وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی اَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْكَ مِنْ نَفْسِكَ]

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!(اس وقت تک آپ مکمل مومن نہیں بن سکتے) جب تک میں تجھے آپ کی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔"

تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا[فإنّه الآن واللّٰهِ أَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ] یارسول اللہ! اب اللہ کی قسم آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز لگتے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب (بات بنی یعنی تیرا ایمان مکمل ہو گیا) [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر صحابہ نے قیدی واپس کر دیئے

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ھوازن قبیلہ کے لوگ مسلمان ہو کر آئے اور انہوں نے اپنے مال اور قیدیوں کی واپسی کی اپیل کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَحَبُّ الْحَدِیْثُ اِلَیَّ أَصْدِقُهٗ] مجھے سچی بات اچھی لگتی ہے تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کر لو یا اپنے مال لے لو یا اپنے قیدی میں نے تو تمہارے انتظار میں مال کی تقسیم دیر سے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی کے بعد دس سے زیادہ دن ان کا انتظار فرمایا تھا۔

چنانچہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال اور قیدی دونوں واپس نہیں کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی چاہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہو گئے آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا اے صحابہ یہ ھوازن کے لوگ ہمارے پاس توبہ تائب ہو کر آئے ہیں (مسلمان ہو کر آئے ہیں) میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی واپس کر دوں لہٰذا تم میں سے جو خوشی سے قیدی دینا چاہے وہ دے دے اور جو واپس نہ کرنا چاہے اور اس کا بدلہ لینا چاہے تو اب جب اللہ نے ہمیں پہلی فتح دی تو ہم اس کو اس کا بدلہ

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت الیمن النبی، رقم: ٦٦٣٢

دے دیں گے۔ اس شرط پر قیدیوں کو چھوڑ دے تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم خوشی سے بلا معاوضہ قیدی واپس کرنا چاہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم کہ کون دینا چاہتا ہے اور کون نہیں دینا چاہتا، اب تم چلے جاؤ اور تمہارے سردار مجھے آکر بتائیں گے صحابہ واپس چلے گئے اور ہر قبیلہ کے سردار نے اپنے لوگوں سے گفتگو کی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خبر دی کہ تمام لوگوں نے خوشی سے اپنے قیدی واپس کر دیئے ہیں۔ ❶

❶ صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وهب شيئا لوكيل أو شفيع قوم جاز، رقم: ۲۳۰۸

باب نمبر 9

حدیث رسول ﷺ
کے مقابلے میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے کو ردّ کر دیا:

زیاد بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھ بھیجا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص (اپنے گھر سے مکے کی طرف) قربانی کا جانور روانہ کر دیتا ہے تو اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی پر حرام ہوتی ہیں یہاں تک کہ قربانی کا جانور حرم میں جا کر ذبح ہو جائے (اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟) تو عائشہ نے جواب دیا: ابن عباس کی بات درست نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کی قربانی کے جانور کا ہار میں نے خود بنایا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ہار اسے ڈالا پھر اس جانور کو رسول اللہ ﷺ نے میرے والد گرامی (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بھیج دیا

[فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ] [1]

لیکن آپ ﷺ پر جو چیزیں اللہ نے حلال کی تھیں ان میں سے کوئی چیز بھی حرام نہ ہوئی تھی حتی کہ آپ ﷺ کا قربانی کا جانور ذبح ہو گیا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا کا عبداللہ بن عمرو کے فتوے پر اعتراض:

عبید بن عمیر فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو (جنابت، حیض،

[1] بخاری، کتاب المناسك، باب من قلد القلائد بیدہ، رقم: ۱۷۰۰

نفاس کا) غسل کرنے والی عورتوں کو حکم دیا کرتے ہیں کہ وہ اپنے سر (کی مینڈھیاں) کھول دیا کریں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا:

[اَفَلا یَأْمُرھُنَّ اَنْ یَحْلِقْنَ رُؤُسَھُنَّ]

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عورتوں کو غسل میں سر کھولنے کا حکم کیوں کرتے ہیں وہ انھیں سر منڈوا دینے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے؟

[لَقَدْ کُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَ لَا أَزِیْدُ عَلٰی أَنْ اُفْرِغَ عَلٰی رَأْسِيْ ثَلَاثَ إِفْرَغَاتٍ]

''میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے میں تو اپنے سر پر صرف تین چلو پانی ڈال کر (مل لیا کرتی تھی (یعنی بال نہیں کھولتی تھی اگر سر کھولنا لازمی ہوتا تو آپ ﷺ مجھے ضرور سر کھولنے کا حکم فرماتے) [1]

علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ردّ کر دیا:

مراون بن حکم فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا عثمان (جو وقت کے خلیفہ تھے) وہ حج تمتع اور حج قران سے منع فرمارہے تھے لیکن علی رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کا تلبیہ کہنا شروع کردیا اور فرمانے لگے:

[مَا کُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّۃَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ اَحَدٍ] [2]

''میں کسی کے کہنے پر اللہ کے نبی ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔''

ایک روایت میں ہے عسفان کے مقام پر عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کا حج تمتع کے متعلق اختلاف ہوگیا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ایک ایسے کام سے منع کرنا چاہ رہے ہیں جسے اللہ کے رسول ﷺ نے کیا تھا؟

---

1. مسلم، کتاب الطھارۃ، باب استحباب افاضۃ الماء، رقم: ۳۳۱
2. صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والاقران، رقم: ١٥٦١

پھر علی رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کا احرام باندھ لیا۔ ❶

جو مجھ سے بہتر ہے انھوں نے اس کا حکم دیا:

عبد اللہ بن حارث فرماتے ہیں: بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گیا تھا اس دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں خطبہ دیا اور موذن کو کہا [حی علی الصلوٰۃ] کی جگہ [الصلوٰۃ فی الرِّحَالِ] کہنا تو لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے گویا وہ اس پر اعتراض کر رہے تھے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے لگتا ہے کہ تم اس پر اعتراض کر رہے ہو۔

[اِنَّ هٰذَا فَعَلَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ]

”مجھ سے بہتر انسان یعنی محمد ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا میں نے یہ حکم اس لیے دیا ہے تا کہ تمھیں مشقت میں مبتلا نہ کروں۔“ ❷

دورانِ نماز بالوں کا جوڑا:

کریب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن حارث کو نماز پڑھتے دیکھا انھوں نے اپنے بالوں کو پیچھے سے باندھ رکھا تھا (یعنی بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پیچھے سے جا کر ان کے بالوں کو کھول دیا، جب عبد اللہ بن حارث نے سلام پھیرا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: [مَا لَكَ وَرَأْسِيْ] آپ نے میرا سر کیوں کھول دیا تھا؟

تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا

[إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَ هُوَ مَكْتُوْفٌ] آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوتا ہے جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں۔ ❸

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والاقران: رقم: ١٥٦٩

❷ بخاری، کتاب الاذان، باب هل یصلی الامام بمن حضر، رقم: ٦٦٨

❸ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب اعضاء السجود، رقم: ٤٩٢

عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے رسول ﷺ کا فرمان پیش کیا:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ مہاجرین اولین میں سے ایک شخص (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) مسجد میں آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ آنے کا کونسا وقت ہے؟

تو (عثمان رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں کام میں مصروف تھا میں نے اذان سنی تو میں گھر بھی نہیں گیا بس وضو کیا اور مسجد میں آ گیا ہوں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف وضو کر کے آ گئے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن غسل کرنے کا بھی حکم دیا کرتے تھے۔ ❶

سفر میں قصر نماز:

جبیر بن نفیر فرماتے ہیں: میں شرحبیل بن سمط کے ساتھ ایک بستی میں گیا جو سترہ اٹھارہ میل کے فاصلے پر تھی تو انھوں نے (نماز کو قصر کیا اور) دو رکعتیں پڑھیں میں نے ان سے کہا (کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں؟)

تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

[اِنَّمَا اَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ] ❷

"میں نے تو وہ عمل کیا ہے جو میں نے اللہ کے رسول کو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

رسول اللہ ﷺ کے تجھ سے زیادہ بال تھے:

جابر رضی اللہ عنہ کے پاس حسن بن محمد بن الحنفیہ آئے اور غسل جنابت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ تین چلو لیتے تھے اور انھیں اپنے سر پر ڈالتے تھے پھر اپنے

❶ صحیح البخاری، کتاب الجمعة باب فضل الغسل یوم الجمعة، رقم: ۸۷۸

❷ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، رقم: ٦٢٩

تمام جسم پر پانی بہاتے تھے۔

حسن نے کہا میرے تو بال بہت (گھنے) ہیں (وہ تین چلوں سے تر نہیں ہوں گے)

تو جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا] ❶

''نبی ﷺ کے بال تجھ سے زیادہ (گھنے) تھے (اگر ان کو تین چلو کافی ہو جایا کرتے تھے تو تجھے کیوں کافی نہیں ہوتے؟)''

اِدھر ہی ٹھہرو، دینار کے بدلے درہم لے کر ہی جانا:

مالک بن اوس فرماتے ہیں مجھے دینار تڑوانے تھے مجھے طلحہ بن عبید اللہ نے بلایا ہمارا دونوں کا تکرار ہوا پھر آخر وہ راضی ہو گئے اور دینار مجھ سے لے لیے اور انھیں اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے پھر فرمانے لگے (یہ دینار میرے پاس رکھ دو) میرا خازن غابہ مقام پر گیا ہوا ہے وہ آ جائے (پھر میں آپ کو درہم دے دوں گا) ادھر عمر رضی اللہ عنہ یہ گفتگو سن رہے تھے انھوں نے فرمایا: [وَاللّٰهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتّٰى تَأْخُذَ مِنْهُ] ''اللہ کی قسم! تم ان کے پاس رہو جب ان کا خازن آ جائے اپنا چینج لے کر جانا۔'' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سونا سونے کے بدلے سود ہوتا ہے لیکن جب نقد ہو تو پھر ٹھیک ہے اس طرح گندم گندم کے بدلے جو جو کے بدلے اور کھجور کھجور کے بدلے سود ہے مگر جب نقد و نقد ہو پھر ٹھیک ہے۔ ❷

سنت رسول ﷺ کا علم ہو جانے کے باوجود مسئلہ دریافت کرنا:

[عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ

❶ بخاری، کتاب الغسل، باب من افاض علی رأسه ثلاثًا، رقم: ٢٥٦

❷ بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الشعیر بالشعیر، رقم: ٢١٧٤

تَحِيضُ قَالَ لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ قَالَ: فَقَالَ الْحَارِث كَذَالِكَ أُفْتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ اَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِكَي مَا أُخَالِفَ؟] ❶

"حارث بن عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور ان سے پوچھا: "اگر قربانی کے دن طوافِ زیارت کرنے کے بعد عورت حائضہ ہوجائے تو کیا کرے؟" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "(طہارت حاصل کرنے کے بعد) آخری عمل بیت اللہ شریف کا طواف ہونا چاہئے۔" حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: "رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے یہی فتویٰ دیا تھا۔" اس پر عمر رضی اللہ عنہ (غصے میں آئے اور) فرمانے لگے: "تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی، جو رسول اللہ ﷺ سے پوچھ چکا تھا تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف فیصلہ کروں۔"

اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ اَتَاهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودَ تُعْجِبُنَا أَفَتَرَى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ: [أَتُتَهَوَّكُونَ أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا إِتِّبَاعِي] ❷

"جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "ہم یہودیوں سے کچھ باتیں سنتے ہیں، جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا ان میں سے بعض (زیادہ اچھی لگنے والی) لکھ لیا کریں؟" نبی اکرم ﷺ

❶ ابوداود، کتاب المناسک، باب الحائض تخرج بعد الافاضة، حدیث: ٢٠٠٤

❷ [illegible]

نے ارشاد فرمایا'' کیا تم (اپنے دین کے بارے میں) شک میں مبتلا ہو(کہ یہ ناقص ہے) جس طرح یہود ونصاریٰ (اپنے اپنے دین کے بارے میں) شک میں پڑے تھے، حالانکہ میں ایک واضح اور روشن شریعت لے کر آیا ہوں، اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے، تو میری پیروی کئے بغیر ان کے لئے بھی کوئی چارہ کار نہ تھا۔''

تورات کے اوراق:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰی مَا بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَ لَوْ كَانَ حَيًّا وَ اَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ] ❶

'' جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ توراۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا'' یا رسول اللہ ﷺ یہ تورات ہے۔'' آپ ﷺ خاموش رہے، عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے لگے، تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ (نے یہ صورتحال دیکھی) تو کہا، اے عمر! گم پانے والیاں تجھے گم پائیں، رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی

❶ سنن دارمی، باب ما يتغی من تفسير، رقم:٤٣٥

طرف نہیں دیکھتے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو کہا ''میں اللہ اور اس کے رسول کے غصے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔'' اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری بجائے ان کی اتباع شروع کر دو، تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔''

اس خبیث کی طرف دیکھو:

[عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا، فَقَالَ: اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿ وَ إِذَا رَأَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ﴾][1]

''حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمن بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (جو خلافِ سنت ہے) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اے محمد ﷺ! جب لوگوں نے خرید و فروخت یا کھیل کود کو دیکھا، تو اس طرف دوڑ نکلے اور تجھے کھڑا ہوئے چھوڑ گئے۔''

ابو موسیٰ والے فتوے سے میں گمراہ ہو جاؤں گا:

« عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنْ بِنْتٍ وَ بِنْةِ ابْنِ

[1] مسلم، کتاب الجمعة، باب: ﴿تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انفَضُّوا اِلَيْهَا﴾ حدیث: ۸٦٤

وَأُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ وَائْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَيُتَابِعُنِي فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى قَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ أَقْضِ فِيهِمَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ لِلْابْنَةِ النِّصْفُ وَ لِابْنَةِ ابْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَ مَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ » ❶

''ھزیل بن شرحبیل کہتے ہیں، ابوموسیٰ سے بیٹی پوتی اور بہن کی وراثت کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا بیٹی کو آدھا ملے گا اور بہن کو بھی آدھا ملے گا اور تم ابن مسعود کے پاس جاؤ وہ بھی میری متابعت کریں گے ابن مسعود سے پوچھا گیا اور انھیں ابوموسیٰ کی بات بھی بتائی گئی (کہ آپ ان کی متابعت کریں گے) تو ابن مسعود نے کہا میں اس وقت گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں ہوں گا (اگر میں ابوموسیٰ کی متابعت میں وہی فتویٰ دوں) میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، بیٹی کو آدھا پوتی کو چھٹا (تو دو ثلث مکمل ہو جائیں گے) اور جو باقی بچ جائے گا وہ بہن کو ملے گا، ھزیل بن شرحبیل کہتے ہیں ہم نے پھر یہ مسئلہ ابوموسیٰ کو بتایا تو انھوں نے کہا جب تک یہ عالم (ابن مسعود) تم میں موجود ہیں مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔''

فائدہ= عبداللہ بن مسعود نے وہی فیصلہ کیا جو نبی ﷺ نے کیا تھا ابوموسیٰ کو اپنی بات پر بڑا اعتماد تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ معلوم ہوا تو فوراً اپنے فیصلے پر نادم ہوئے حدیث رسول کے سامنے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کہی۔ اور فیصلہ رسول سنانے والے

❶ صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة الابن مع بنتٍ رقم: ٦٧٣٦

ابن مسعود کی عظمت کا اعلان کیا کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں اس کے علاوہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا:

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ان کا دربان (جس کا نام) یرفا آیا اور کہنے لگا کہ عثمان، عبد الرحمن بن عوف، زبیر، سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) تھا باہر آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں آپ انھیں اجازت دیتے ہیں؟

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انھیں اجازت ہے بس وہ اندر آئے اور سلام کیا اور بیٹھ گئے اور یرفاء پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا اور کہا علی اور عباس رضی اللہ عنہما آئے ہیں انھیں اجازت ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں انھیں اجازت ہے وہ بھی آئے اور سلام کیا اور وہ بھی بیٹھ گئے، عباس اور علی رضی اللہ عنہما کا بنو نظیر کے مال میں اختلاف تھا جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو فئے کے طور پر دیا تھا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین ہمارا فیصلہ کر دیجیے، عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا امیر المومنین! ان دونوں کا فیصلہ کر کے ان کو ایک دوسرے سے راضی کر دیجیے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، تمھیں اس بات کا علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

[لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ]

ہمارا (انبیاء کا) ترکہ ورثے میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے؟

سب صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے کہا واقعی آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا پھر عمر، عباس اور علی رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تمھیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہارے علم میں

آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے؟ تو دونوں نے اقرار کیا کہ واقعی آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا، تب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میں تمھیں حقیقت حال بتاتا ہوں کہ مال فے میں سے کچھ مال ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے نبی کو عطا کیا تھا، اس میں سے کسی اور کو کچھ بھی نہیں دیا، پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الحشر:٦)

''ان کا جو مال اللہ نے اپنے رسول کو فے کے طور پر دیا جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے نہ ہی اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

اللہ کی قسم! وہ مال اللہ کے رسول نے تمھیں دے دیا اور تمہارے کاموں میں خرچ کر دیا اس سے یہ مال بچ گیا آپ ﷺ اس میں سے اپنے اہل کا سال کا خرچ نکالتے تھے بقیہ دوسرے مصارف میں خرچ کیا کرتے تھے۔ میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ کیا معاملہ ایسا نہیں ہے؟ سب نے اقرار کیا پھر عباس اور علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم بتاؤ بات اسی طرح ہے؟ دونوں نے اقرار کیا پھر فرمانے لگے پھر جب اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا وارث و متولی میں ہوں پھر وہ مال ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس میں نبی ﷺ والا طریقہ اختیار کیا اللہ جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں سچے نیکوکار مخلص اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر ان کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا متولی میں بن گیا اور وہ مال دو برس تک میں نے اپنی تحویل میں رکھا میں نے اس میں رسول مکرم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ والا طرز عمل اختیار کیے رکھا اللہ گواہ ہے کہ میں بھی اس سلسلے میں سچا نیکوکار مخلص اور حق کا پیرو تھا۔ پھر تم

دونوں میرے پاس آئے اور اس سلسلے میں مجھ سے بات کی ۔ اے عباس رضی اللہ عنہ آپ اپنے بھتیجے (رسول کریم ﷺ) کا حصہ مانگنے آئے تھے اور علی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ لینے آئے تھے جو ان کے والد (محمد ﷺ) کی طرف سے انھیں ملنا تھا تو میں نے تمھیں کہا کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

[لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ]

'' ہمارا ترکہ ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

تو میں نے تم سے کہا کہ اگر تم چاہو تو وہ مال میں تمھاری تحویل میں دے دیتا ہوں لیکن اس وعدے پر کہ تم اسے اسی طرح صرف کرو گے جیسے رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اب میں صرف کرتا ہوں تو تم نے کہا کہ ٹھیک ہے وہ مال ہمارے حوالے کردو ، چنانچہ میں نے اس شرط پر وہ مال تمھاری تحویل میں کر دیا ، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ میں تمھیں قسم دیتا ہوں تم یہ بتاؤ کہ کیا میں نے وہ مال ان کی تحویل میں اس شرط اور وعدے پر دیا تھے یا نہیں ؟ انھوں نے کہا آپ نے واقعی اس شرط پر ان کے حوالے کر دیا تھا ، پھر آپ ﷺ علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ میں نے وہ جائیداد تمھیں اس شرط پر دی تھی ؟ تو انھوں نے اقرار کیا ، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم مجھ سے اس فیصلے کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ چاہتے ہو ؟

[فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِیْ فِیْهَا قَضَاءً غَیْرَ ذَالِكَ] ❶

'' مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے حکم کے ساتھ زمین و آسمان قائم ہیں میں اس مال میں اس فیصلے کے علاوہ فیصلہ نہیں کر سکتا اگر تم سے یہ مال نہیں سنبھالا جاتا تو پھر یہ مال میرے حوالے کر دو میں اس سلسلے میں تمھاری کفایت کروں گا۔''

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر ٤٠٣٣

قتل کرو گے تو نیچے اتروں گا:

ابوموسی رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہم کو نبی ﷺ نے یمن بھیجا، یمن کے دو حصے تھے تو ایک پر ابوموسی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے پر معاذ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور نصیحت کی کہ لوگوں پر آسانی کرنا مشقت نہ کرنا ان کو خوش رکھنا نفرت نہ دلانا وہ دونوں اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ ان میں سے جو بھی اپنی زمین میں سفر کرتا ہوا اپنے ساتھی کے علاقے کے قریب ہوتا تو اس کے پاس آتا اور اپنے ساتھی کو سلام کہتا، ایک دفعہ معاذ رضی اللہ عنہ کا گزر ابوموسی رضی اللہ عنہ کے علاقے کے قریب ہوا تو ابوموسی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے وہاں دیکھا کہ ابوموسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں اور ان کے پاس لوگوں کا ہجوم ہے اور ایک شخص کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ معاذ نے فرمایا: ابوموسی رضی اللہ عنہ یہ کون ہے؟ فرمایا یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد کافر مرتد ہوگیا ہے، معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا[لَا اَنْزِلُ حَتّٰی یُقْتَلَ]میں اپنی سواری سے اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک اس کو قتل نہیں کردیا جائے گا۔ ابوموسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ اتر آئیں اس کو قتل کرنے کے لئے ہی لایا گیا ہے لیکن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے قتل ہونے کے بعد ہی اتروں گا، ابوموسی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو قتل کردیا گیا پھر معاذ اترے اور فرمایا:[کَیْفَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ] اے عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ (ابوموسی) آپ قرآن کی تلاوت کیسے کرتے ہو؟ فرمایا کہ میں تھوڑا تھوڑا پڑھتا رہتا ہوں پھر ابوموسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کس طرح پڑھتے ہیں فرمایا کہ میں اول رات سوجاتا ہوں پھر حسب معمول اٹھتا ہوں اور جس قدر اللہ کو منظور ہوتا ہے پڑھ لیتا ہوں۔

[فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِی کَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِیْ]

"میں اپنی نیند کو بھی ثواب سمجھتا ہوں جیسے اپنے قیام کو ثواب سمجھتا ہوں۔"[1]

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی،باب بَعث أبی موسیٰ و معاذٍ إلی الیمن قبل حجة الوداع، رقم:٤٣٤٣

پڑوسی کو پانچ سو درہم کم پر زمین فروخت:

عمرو بن شرید رحمہ اللہ کہتے ہیں میں سعد بن ابی وقاص کے پاس تھا وہاں مسور بن مخرمہ بھی آ گئے۔ انھوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اتنے میں ابو رافع نبی ﷺ کے غلام بھی آ گئے ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد کو کہا آپ میرا گھر خرید لیں جو آپ کے گھر کے رستے میں ہے سعد نے کہا اللہ کی قسم میں نہیں خرید سکتا۔ اس پر مسور نے کہا اللہ کی قسم ! آپ اس کو ضرور خریدیں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں چار ہزار درہم سے زیادہ نہیں دے سکتا اور وہ بھی قسطوں میں، ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تو پانچ سو دینار ملتے تھے (پانچ سو دینار پانچ ہزار درہم کے برابر تھا) اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی زیادہ حق رکھتا ہے تو میں تجھے چار ہزار درہم کا نہ دیتا جب کہ مجھے پانچ سو دینار بھی اس کے مل رہے تھے۔ [1]

فائدہ= آج کل تو پڑوسی کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ سائیڈ پر ہی زمین فروخت کر دیتے ہیں بلکہ اگر پڑوسی کے ہاتھوں فروخت کی ہو اور دوسرے سے اس کے زائد پیسے مل رہے ہو تو پڑوسی سے لڑائی کر لیں گے۔

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الشفعة، باب عرض الشفعة، حديث:۲۲۵۸

باب نمبر 9

مخالفین سنت سے بیزاری

واویلا کرنے والی عورتوں سے بیزاری:

ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (میرے والد) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہو گئے جس سے ان پر غشی طاری ہو گئی اس وقت ان کا سر گھر کی کسی خاتون کی گود میں تھا اس خاتون نے ان کی حالت غیر دیکھی تو اس نے واویلا شروع کر دیا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ میں طاقت نہیں تھی کہ وہ اسے منع کریں جب انھیں ہوش آیا تو انھوں نے فرمایا کہ جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہیں میں بھی اس چیز سے بری ہوں۔ پھر فرمایا:

[اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَرِیْٓئٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَ الْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ] [1]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت سے بری ہیں جو (مصیبت کے وقت) واویلا کرنے والی اور سر کو منڈوا دینے والی اور کپڑوں کو پھاڑ دینے والی ہو۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے کو برا بھلا کہنا:

سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک دن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[لَا تَمْنَعُوْا نِسَآئَکُمُ الْمَسَاجِدَ اِذَا اسْتَأْذَنَّکُمْ اِلَیْهَا]

"جب تمھاری عورتیں تم سے مسجد میں (نماز پڑھنے کے لیے) اجازت مانگیں تو انھیں مت روکا کرو۔"

[1] مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم ضرب الخدود، رقم: ۱۰٤

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال نے کہا:

[وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ]

"اللہ کی قسم! ہم انھیں ضرور روکیں گے۔"

[فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کے پاس گئے اور انھیں ایسا برا بھلا کہا کہ ہم نے کبھی ان کو ایسا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا تھا۔"

(ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے سینے پر مکا بھی مارا) اور فرمایا:

[أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ] ❶

"میں تجھے نبی ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ہم عورتوں کو منع کریں گے؟"

باجماعت نماز ترک کرنے پر ناراضگی:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں کوئی صاحب گھر میں نماز پڑھتے اور مسجد میں آنا ضروری نہ سمجھتے جب آپ کو پتہ چلا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور لوگوں سے کہا:

[مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَلْقَ اللّٰهَ تَعَالٰى غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ] ❷

"تم میں سے جو شخص قیامت کے روز مسلمان کی حیثیت سے اللہ کے حضور

❶ مسلم، کتاب الصلاۃ ، باب خروج النساء الی المساجد، رقم: ٤٤٢

❷ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی، رقم: ٦٥٤

پیش ہونا پسند کرتا ہو تو پھر اسے چاہیے کہ جہاں نماز کے لئے اذان دی جائے، ان نمازوں کی حفاظت کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔" (یعنی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے) اللہ نے اپنے نبی کو ہدایت کے راستے بتائے اور انہیں دین بنا دیا اور یہ (باجماعت نماز) بھی ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ اگر ان صاحب کی طرح تم بھی گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دو تو پھر تم نے یقیناً اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو پھر یاد رکھو کہ تم گمراہ ہو جاؤ گے۔"

حدیث کی موجودگی میں حکمت کی کتاب کا حوالہ:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ] قَالَ اَوْ قَالَ [اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ] فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ اِنَّا لَنَجِدُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ اَوِ الْحِكْمَةِ اَنَّ مِنْهُ سَكِيْنَةً وَ وَقَارًا لِلّٰهِ وَ مِنْهُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتّٰى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَ قَالَ أَلَا أَرَانِيْ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ تُعَارِضُ فِيْهِ قَالَ فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ فَأَعَادَ بُشَيْرٌ فَغَضِبَ عِمْرَانُ قَالَ فَمَازِلْنَا نَقُوْلُ فِيْهِ اِنَّهُ مِنَّا يَا اَبَا نُجَيْدٍ اِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ [1]

"عمران بن حصین ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:" حیا تو ساری بھلائی ہے۔" یا آپ ﷺ نے فرمایا:" حیا مکمل بھلائی ہے۔" بشیر بن کعب ﷛ نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یا دانائی کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حیا کی ایک قسم تو اللہ تعالٰی کے حضور سکینہ اور وقار ہے جب کہ

[1] مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، رقم: ۳۷

دوسری قسم بوداپن اور کمزوری ہے۔ یہ سن کر (صحابی رسول) عمران رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا، آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمایا: میں تمہارے سامنے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہا ہوں اور تو اس کے خلاف بات کر رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں عمران رضی اللہ عنہ نے پھر حدیث پڑھ کر سنائی۔ ادھر بشیر بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے وہی بات دھرا دی، تو عمران رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے اور (بشیر بن کعب کو سزا دینے کا فیصلہ کیا) ہم سب نے کہا: ''اے ابا نجید! (یہ عمران رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) بشیر ہمارا ہی مسلمان ساتھی ہے (اسے معاف کر دیجیے) اس میں کوئی (منافقت یا کفر والی) بات نہیں ہے۔''

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کرنا ترک کر دیا:

[عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مُغَفَّلٍ رضی اللہ عنہ كَانَ جَالِسًا اِلٰی جَنْبِهٖ ابْنُ اَخٍ لَهٗ فَخَذَفَ فَنَهَاهُ وَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْهَا فَقَالَ [اِنَّهَا لَا تَصِيْدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكِيْ عَدُوًّا وَ اِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَ تَفْقَأُ الْعَيْنَ] قَالَ: فَعَادَ ابْنُ اَخِيْهِ فَخَذَفَ، فَقَالَ: اُحَدِّثُكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْهَا ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ لَا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا] [1]

''عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا بھتیجا پہلو میں بیٹھا کنکریاں پھینک رہا تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا اور بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا ہے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ایسا کرنے سے نہ تو شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے، البتہ اس سے (کسی کا) دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ بھتیجے نے دوبارہ کنکریاں پھینکنا شروع کر دیں، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے تجھے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الحذف، رقم: ٥٤٧٩، ابن ماجه، رقم: ١٧

نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو پھر وہی کام کر رہا ہے لہٰذا میں تجھ سے بھی کبھی بات نہیں کروں گا۔“

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والے پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی:

ابو الشعثاء فرماتے ہیں: ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے مؤذن نے اذان کہی ایک شخص مسجد سے باہر نکل گیا ابو ہریرہ اسے دیکھتے رہے پھر فرمایا:

[اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم] ❶

”اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔“

میرے ہاتھوں پہ مارا:

مصعب بن سعد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں نے اپنے ہاتھوں کو اکٹھا کر کے اپنے گھٹنوں میں رکھ لیا تو ابو جان نے کہا: اپنے ہاتھ گھٹنوں کے اوپر رکھا کرو۔ لیکن میں نے دوبارہ بھی اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں میں رکھ لیا : [فَضَرَبَ بِيَدَيَّ] تو انھوں نے میرے ہاتھوں کو مارا اور فرمایا: ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ❷

یہ نیزہ تو نے مجھے مارا ہے:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کو منیٰ کے مقام پر قدم کے نیچے نیزہ لگ گیا تھا جس سے ان کا قدم رکاب کے ساتھ چپک گیا تھا اس وقت میں ان کے ساتھ تھا۔

حجاج بن یوسف کو جب اس کا علم ہوا تو وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیمار پرسی کرنے آیا تو اس نے کہا:

[لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ]

❶ مسلم، کتاب المساجد، باب النهي عن الخروج من المسجد اذ اذان المؤذن: ٦٥٥

❷ مسلم، کتاب الصلاة، باب الندب الى وضع الايدي، رقم: ٥٣٥

''اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ کو کس نے نیزہ مارا ہے۔'' (تو ہم اسے سزا دیتے)
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: [أَنْتَ اَصَبْتَنِیْ] ''یہ نیزہ مجھے تو نے مارا ہے۔''
حجاج نے کہا میں نے کیسے مارا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس دن (یعنی عید کے دن) ہتھیار اٹھا کر نہیں لائے جاتے تھے تو اس دن ہتھیار اٹھا کر لایا اور حرم میں تو نے ہتھیار داخل کیے حالانکہ حرم میں ہتھیار اٹھا کر نہیں لائے جاتے تھے (اگر تو ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہ دیتا تو آج مجھے یہاں نیزہ کیسے لگتا؟) [1]

فائدہ= عید کے دن اسلحہ اٹھانا حالات کی نزاکت کے مطابق ہے۔ مزاحمت اور دشمن کے خوف کے وقت لے جایا جا سکتا ہے البتہ حرم میں اور امن کی جگہ میں نہیں لے جایا جائے گا۔ (فتح الباری)

کاش چار کی بجائے مجھے دو مقبول رکعتیں مل جائیں:

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر منیٰ کے مقام پر نماز قصر نہ کی) چار رکعتیں پڑھا دیں جب یہ بات عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتائی گئی تو انھوں نے (اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے) انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا:

[صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ وَ صَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًی رَکْعَتَیْنِ فَلَیْتَ حَظِّیْ مِنْ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ رَکْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ]

''میں نے مقام منیٰ میں نبی ﷺ اور ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دو دو رکعتیں ہی پڑھی تھیں (عثمان بھی پہلے دو رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے اب انھوں نے چار رکعتیں کیوں پڑھیں؟) میں تو چاہتا ہوں کہ میرے نصیب میں دو رکعتیں

[1] صحیح البخاری کتاب العیدین باب ما یکرہ من حمل السلاح فی العید، رقم: ۹٦٦

(مسنون) مقبول آ جائیں (تو مجھے وہی کافی ہیں)''❶

حیض کے دوران طلاق:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی (آمنہ یا نوار بنت غفار) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (حالت حیض میں) طلاق دے دی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا] انھیں کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لیں اور پھر اپنے پاس رکھیں۔ جب ماہواری گزر جائے گی (یعنی حیض بند ہو جائے گا) پھر ماہواری آئے پھر بند ہو جائے تب اگر چاہیں تو اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور چاہیں تو اپنے نکاح میں باقی رکھیں۔ لیکن طلاق اس طہر میں ان کے ساتھ ہم بستری سے پہلے ہونی چاہیے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔❷

عمر رضی اللہ عنہ، اپنے بیٹے عبداللہ سے اس بات پر بہت خفا ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کہا کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت عبداللہ کو شامل نہ کرنا۔

چاند نظر نہ آتا تو پھر تمہارے وصال کا پتہ چلتا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

[لَا تُوَاصِلُوا] قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ [إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِينِي] فَلَمْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ قَالَ فَوَاصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ يَوْمَيْنِ أَوْ لَيْلَتَيْنِ ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم [لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ]❸

---

❶ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، رقم: ١٠٨٤

❷ مسلم، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق، الحائض، رقم: ١٤٧١

❸ بخاري، كتاب الاعتصام، باب ما يكره من التعمق، رقم: ٧٢٩٩)

"(افطار کئے بغیر) مسلسل روزے نہ رکھو۔" صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! آپ تو رکھتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے میرا رب رات کو کھلاتا بھی اور پلاتا بھی ہے۔" لیکن اس کے باوجود لوگ باز نہ آئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تب نبی اکرم ﷺ نے مسلسل دو دن یا مسلسل دو رات روزہ رکھا پھر (اتفاق سے عید کا) چاند نظر آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اگر چاند نظر نہ آتا، تو میں ابھی مسلسل روزے رکھتا۔" گویا ان کو سزا دینے کے لئے آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی (یعنی میرا حکم نہ ماننے والے لوگ بھی میرے ساتھ روزہ رکھتے اور انہیں سزا ملتی")

روزہ رکھنے والے نافرمان ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ [اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ][1]

" جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ رمضان میں فتح مکہ کے لئے (مدینہ سے) نکلے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا جب کراع غمیم (جگہ کا نام) پہنچے تو لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگا کر اونچا کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اس (پیالہ) کو دیکھ لیا پھر آپ ﷺ نے پی لیا بعد میں آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی بھی

[1] صحیح مسلم، باب جواز الصوم والفطر، حدیث: ۱۱۱٤

روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ لوگ نافرمان ہیں، یہ لوگ نافرمان ہیں۔''

لوگوں کی بد عملی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اظہارِ افسوس:

زہری ﷺ فرماتے ہیں: میں انس رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا [وَ هُوَ يَبْكِي] دیکھا وہ رو رہے تھے میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:

[لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَ هٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ]

''مجھے یہ افسوس ہو رہا ہے کہ جو چیزیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیکھی تھیں ان میں سے مجھے کوئی چیز نظر نہیں آتی ہاں نماز باقی ہے لیکن (اسے بھی سنت کے خلاف پڑھ کر اور وقت سے ٹال کر) ضائع کر دیا گیا ہے۔'' [1]

ابوسعید نے مروان کو کپڑوں سے پکڑ کر کھینچا:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نماز (عید) ادا کرتے تھے۔ نماز مکمل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپ ﷺ انہیں نصیحتیں فرماتے اور احکام دیتے۔ اس کے بعد اگر کوئی لشکر روانہ کرنے کا پروگرام ہوتا تھا تو اس کو تیار کرتے یا کوئی دوسرا حکم کرنا چاہتے تو حکم نامہ جاری فرماتے پھر آپ ﷺ واپس (گھر کو چلے) جاتے۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ اسی (دستور) پر عمل کرتے رہے حتی کہ میں مروان کے ساتھ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں نکلا اور وہ اس وقت مدینہ کا حاکم تھا، جب ہم عیدگاہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک منبر وہاں رکھا ہوا تھا جس کو کثیر بن صلت نے تیار کیا تھا اور مروان نماز (عید) پڑھنے سے پہلے اس

[1] بخاری، کتاب مواقیت الصلوة باب فی تضییع الصلوة، رقم: ۵۳۰

پر چڑھنے لگا: [فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِی فَارْتَفَعَ] میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر پیچھے کو کھینچا لیکن اس نے مجھ سے چھڑا لیا اور منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے اس سے کہا کہ اللہ کی قسم! تم لوگوں نے (سنت نبوی کو) بدل ڈالا تو اس پر اس نے جواب دیا:

[یَا اَبَا سَعِیْدٍ قَدْ ذَھَبَ مَا تَعْلَمُ]

''اے ابو سعید! وہ بات ختم ہو چکی ہے جو تم جانتے ہو۔''

میں نے کہا:

[مَا اَعْلَمُ وَاللّٰہِ خَیْرٌ مِمَّا لَا اَعْلَمُ]

''جو کچھ میں جانتا ہوں اللہ کی قسم! وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔''

تو اس نے کہا:

[اِنَّ النَّاسَ لَمْ یَکُوْنُوا یَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوۃِ] [1]

''لوگ نماز کے بعد خطبہ سننے کے لیے نہیں بیٹھتے۔ اس لیے میں نے خطبہ کو نماز سے پہلے کر دیا۔''

عمر رضی اللہ عنہ پر نبی ﷺ کی ناراضگی کا خوف

عمر رضی اللہ عنہ سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی بات پوچھی لیکن آپ ﷺ نے جواب نہ دیا دوبارہ پوچھا پھر بھی آپ ﷺ نے جواب نہ دیا پھر تیسری مرتبہ پوچھا لیکن جواب نہ دیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دل میں اپنے آپ کو کہا) اے عمر رضی اللہ عنہ تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی تو مر جائے) تو نے نبی ﷺ سے تین بار پوچھا لیکن تجھے جواب نہ دیا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [فَحَرَّکْتُ بَعِیْرِی ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ] میں نے اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا اور میں ڈر رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو جائے (یعنی اللہ اپنی ناراضگی کا اظہار نہ

[1] صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلّٰی بغیر منبر: ۹۵٦

فرمادے میں تھوڑی ہی دیر ٹھہرا کہ میں نے کسی آواز لگانے والے کی آواز سنی جو مجھے بلا رہا تھا اور میں ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اترا ہو چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے سلام کہا آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے اوپر ایسی سورت نازل ہوئی ہے کہ وہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی پوری دنیا سے) پھر آپ ﷺ نے پڑھا: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ [1]

---

[1] بخاری کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، رقم: ٤١٧٧

باب نمبر 11

بدعت .... بدترین عمل

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝﴾ (الكهف: ١٨/ ١٠٣،١٠٦)

”(میرے رسول ﷺ!) ان سے کہو! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ (لوگ) ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری کوشش اور محنت ضائع ہوگئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سب بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کی ملاقات کا یقین نہ کیا۔ اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے۔ ان کی جزا جہنم ہے، اس انکار کی وجہ سے جو انہوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے۔“

انسان سمجھتا ہے میں بہت اچھا عمل کر رہا ہوں وہ اپنے عمل کو بزعم خود خوبصورت سمجھتا، نیکی والا خیال کرتا، جنت میں جانے کا سبب سمجھتا، اس کام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا یقین رکھتا ہے لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی بھی برہان، دلیل، فرمان، طریقہ موجود نہ ہو تو ایسا عمل بارگاہ الٰہی میں مردود، بے کار، فرسودہ،

بے قیمت، بے معنی و بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے، بلکہ الٹا اس کے لیے وبال بن جاتا ہے، موجب عذاب بن جاتا ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا فرمان الٰہی سے واضح ہے۔

ثانیاً: ..... ان آیات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جو شخص کتاب وسنت سے دلیل نہیں لیتا اپنی خواہش یا کسی بزرگ کی خواہش اور فرمان پر عمل کرتا ہے تو اس کا اللہ کی آیات اور اس سے ملاقات پر ایمان نہیں ہے۔

شیطان کا پسندیدہ عمل:

« قَالَ سُفْيَانَ الثَّوْرِيُّ رَحِمَهُ اللهُ عَلَيْهِ: أَلْبِدْعَةُ اَحَبُّ اِلٰى اِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ الْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا » ❶

''سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شیطان کو گناہ کے مقابلے میں بدعت زیادہ پسند ہے کیونکہ گناہ سے توبہ کی جاتی ہے جب کہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس قول کی وضاحت اس طرح کی ہے بدعتی جس عمل کو اختیار کرتا ہے اور جسے دین سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع قرار نہیں دیا وہ اپنے عمل کو ہی خوبصورت سمجھتا ہے تو جب تک وہ اسے خوبصورت اور اچھا سمجھتا ہے تب تک اس سے توبہ نہیں کر سکتا کیونکہ توبہ کے لیے پہلی بات ہی یہ ہے کہ وہ اپنے عمل کو برا جانے تا کہ وہ اس سے توبہ کرنے پر آمادہ ہو۔ ❷

فائدہ= بدعت چونکہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کی جاتی ہے اس لئے بدعتی اس سے توبہ کرنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچتا تا آنکہ اس کا بنیادی عقیدہ صحیح نہ ہو جائے۔

بدعات کا معاملہ گھمبیر اور ان کا قضیہ غیر معمولی ہے اس کے برے اثرات بہت وسیع ہیں یہ عام گناہوں اور نافرمانیوں سے زیادہ خطرناک ہیں اس لیے کہ عام گناہ کا مرتکب جانتا

❶ فتاویٰ ابن تیمیة: ۱۰/۹

❷ فتاویٰ ابن تیمیة: ۱۰/۹

ہے اور مانتا ہے کہ وہ حرام میں ملوث ہے کبھی نہ کبھی اسے چھوڑ دیتا ہے اور تائب ہو جاتا ہے جب کہ بدعت کا رسیا یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اس لیے مرتے دم تک اسی پر ڈٹا رہتا ہے جب کہ وہ اپنی خواہشات نفس کا پیرو ہوتا ہے اور راہ راست سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (الفاطر: ۸)

"بھلا وہ شخص جس کو اس کے اعمال بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ ان کو نیکی سمجھنے لگے تو وہ (بھلا راہ راست پر کیسے آئے گا) بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"

نیز فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴾ (محمد: ۱۴)

"بھلا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح ہدایت پر ہو وہ ان لوگوں کے مانند ہو سکتا ہے جن کو ان کے برے اعمال مزین کر کے دکھائے جائیں اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کریں۔"

نیز فرمایا: ﴿ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (ص: ۲۶)

"اور اپنی خواہش کے پیچھے نہ لگو کہ وہ تمھیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی۔"

جس عمل کی دلیل اللہ کی طرف سے نہ ہو وہ عمل بظاہر کتنا اچھا ہو اور خوبصورت ہی کیوں نہ ہو وہ مردود ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکہف کی آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے۔

نیز فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾

"اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔" (القصص: ۵۰)

آیات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ شیطان برے اعمال انسان کے سامنے خوبصورت کر کے پیش کرتا ہے، تو جب انسان اپنے اعمال کو اچھا سمجھے تو پھر وہ اس سے توبہ کیسے کر سکتا ہے؟ کیونکہ وہ اسے غلط اور برا سمجھتا ہی نہیں۔ امام سفیان ثوری کی بات اس حدیث سے صحیح ثابت ہوتی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتّٰى يَدَعَ بِدْعَتَهٗ]

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو اوجھل کر رکھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعات کو چھوڑ دے۔'' ❶

بدعتیوں سے جہاد:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: [مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ۔ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ] ❷

---

❶ اس حدیث کو منذری نے ترغیب و ترہیب میں ترک سنت اور بدعات کے ارتکاب اور خواہشات کی پیروی پر وعید میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الصحيحة للألبانی: ١٦٢٠) (اس حدیث کو زبیر علی زئی نے حمید الطویل کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے) الجامع الصحیح میں البانی رحمہ اللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: [إِنَّ اللّٰهَ احْتَجَرَ التَّوْبَةَ عَلٰى كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ] (صحیح الجامع، رقم: ١٦٩٩)

❷ صحیح مسلم= کتاب الایمان : باب بیان کون النهی عن المنكر من الایمان وان الایمان یزید وینقص وانَّ الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر واجبان الحديث: ٥٠

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے پہلے کسی امت میں بھی اللہ نے کوئی نبی بھیجا ہے تو اس کے کچھ حمائتی اور صحابہ ضرور ہوئے ہیں جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اپنے نبی کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوئے وہ ایسی باتیں کہتے تھے جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور جو وہ عمل کرتے تھے اس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جو کوئی ان سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے، جو کوئی ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی ان کو اپنے دل میں ہی برا محسوس کرے گا وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔''

اس حدیث میں ایسے لوگوں کو انبیاء کرام کے حواری کہا گیا ہے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑتے اور ان کے حکم کی پیروی کرتے ، اور جو نبی کی سنت کو ترک کر دیں اور اپنے مزعومات اور خواہشات کو قابل اقتداء سمجھ بیٹھیں تو ایسے لوگوں سے جہاد ضروری ہو جاتا ہے تا کہ سنت زندہ رہے اور بدعت کا سر وہیں کچلا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیات کو چھوڑ کر خواہش پرستی کرنے والے کی مثال کتے سے بیان کی ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾﴾ (الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶)

''اور انہیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائی جسے ہم نے اپنی آیات دیں تو وہ ان سے

صاف نکل گیا پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس سے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، مگر وہ زمین کی طرف چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، تو اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے ہانپتا ہے یا اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، سو آپ یہ بیان سنا دیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔''

سیدھا رستہ اور شیطان کے رستے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ: " هَذِهٖ سُبُلٌ " عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ وَقَرَءَ: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ [1]

'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا۔ پھر کہا '' یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے'' پھر اس خط کے دائیں بائیں دیگر خط بھی کھینچے اور کہا '' یہ (گمراہی کے) راستے ہیں۔'' ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی (طرف لوگوں کو) بلاتا ہے۔

[1] رواه الحاكم فی المستدرك علی الصحيحين (۲/۳۱۸)۔ كتاب التفسير: شان نزول آية ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا...... ﴾ (النساء: ۴/۹۴) وفی شان نزول آية ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى ...... ﴾ (البقرة= ۲/۲۲۰) وَقَالَ هذا حديث صحيح الاسناد ولَم يُخرجاهُ۔ انظر المستدرك علی الصحيحين (۲/۳۱۸) بتحقيق مصطفی عبد القادر عطاء وقال الالبانی: اسناده حسن و صححه الحاكم وغيره۔ انظر مشكوة المصابيح بتحقيق الالبانی رقم الحديث: ۱۱۶۶۔ ورواه احمد والنسائی والدارمی ايضاً

پھر یہ آیت پڑھی: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (الانعام: ٦/١٥٣)

مکمل آیت اس طرح ہے: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

حوضِ کوثر سے محرومی:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

[اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ]

”اے قبر والے مومنو، تم پر سلام ہو اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَ اِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوْا بَعْدُ]

”تم تو میرے ساتھی ہو ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو (مسلمان) لوگ ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جو آپ کے امتی ابھی تک دنیا میں نہیں آئے آپ (قیامت کے دن) انھیں کیسے پہچانیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر کسی شخص کے پانچ کلیان گھوڑے (یعنی جن کی چاروں ٹانگیں اور پیشانی چمکتی ہوں ایسے گھوڑے) ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں میں کھڑے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان سکے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور پہچان لے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[فَاِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَ اَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ]

”میری امت کے لوگ وضو کی وجہ سے پانچ کلیان ہو کر آئیں گے اور میں حوض

کوثر پر ان کا منتظر ہوں گا۔''

(جب وہ آئیں گے تو حوض کوثر سے پانی پئیں گے تو) [اَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِى كَمَا يُزَادَ الْبَعِيْرُ الضَّالُ] لیکن کچھ لوگوں کو میرے حوض سے دور ہٹا لیا جائے گا جیسے بیگانہ اونٹ حوض سے بھگا دیا جاتا ہے تو میں انھیں آواز دوں گا تو مجھے کہا جائے گا۔''

« اِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوْا بَعْدَكَ »

''انھوں نے تو آپ کے (دنیا سے چلے آنے کے) بعد (دین الٰہی کو) بگاڑ دیا تھا (یعنی شرک و بدعت کا شکار ہو گئے تھے)۔''

تب میں کہوں گا: « سُحْقًا سُحْقًا »

''(دین کو بدل ڈالنے والوں کو مجھ سے) دور لے جاؤ، دور لے جاؤ۔''

دیگر روایات میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ بخاری حدیث: ۶۵۸۵، میں [اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ] اور مسلم میں [إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى] کے الفاظ ہیں۔ ❶

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ: ﴿كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۴) ......اِلیٰ آخر الْاٰيَة، ثُمَّ قَالَ أَلَا وَ إِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَام أَلَا وَ إِنَّهٗ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِىْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِىْ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ

❶ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغرة، رقم: ۲۴۹.

الْعَبْدُ الصَّالِحُ﴿ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (المائدة:١١٧، ١١٨) فَيُقَالُ إِنَّ هٰٓؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.]

"اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔ پھر آیتِ مبارک تلاوت فرمائی: "جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا ہم (اس کے ختم ہو جانے کے بعد) اسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے لازم کر لیا ہے ہم (یہ اعادہ) ضرور کرنے والے ہیں۔" (پھر فرمایا:) سنو! مخلوق میں سب سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا، سنو! بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے لوگ ہیں۔ کہا جائے گا: کیا آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا فتنے نکالے تھے؟ پس میں وہی کہوں گا جو اللہ کے ایک عبد صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا: "اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان (کے حالات) پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے، اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا جیسے ہی آپ ان سے جدا ہوئے یہ اُسی وقت مرتد ہو گئے تھے۔" [1]

اس حدیث میں کتنے واضح الفاظ میں ان لوگوں کے جرم کو بیان کیا گیا ہے [غَيَّرُوْا

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب و کنت علیهم شهیداً، حدیث: ٤٦٢٥

بَعْدَكَ]، [أَحْدَثُوا بَعْدَكَ]، [قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ] یعنی یہ لوگ دین کو بدلتے بھی رہے ہیں اور اس میں نو ایجاد چیزوں کو داخل بھی کرتے رہے ہیں [تغییر] اور [إحداث] یہ ان کا جرم تھا۔

اب جونسی چیزیں دین میں نہیں وہ سب اس جرم میں داخل ہوں گئیں یعنی بے دین چیزوں کو دین بنانا یا دین کو بے دین قرار دینا، یہ احداث ، تغییر اور تبدیل کے زمرے میں آئے گا۔ ایسا نہیں کہ وہ پہلی صدی ہجری کی احداث میں منحصر ہیں، جو پہلی صدی ہجری میں ایجادات کرے وہ تو اس کی ضمن میں آئیں اور بعد میں جو مرضی کوئی ایجاد کرتا رہے۔ جتنی چاہے ایجادات پیدا کرے وہ اس جرم میں داخل نہیں ہوں گی۔ اس حدیث کو صرف پہلی صدی ہجری تک منحصر کرنا بذات خود ایک تغییر، تبدیل والا جرم ہے جس کا ارتکاب صرف وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں اِحداث و تغییر کا چور ہو۔''

آپ ملاحظہ فرمائیں کس طرح طاہر القادری اس حدیث کو چند امور تک مقید کرکے اپنی بدعات کی راہ ہموار کررہا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔:

''اس حدیث پاک کے آخری حصہ میں ہمارے موقف کی تائید میں کہ [احدثوا] سے مراد [ارتداد] ہے، اس پر صراحتاً دلیل آرہی ہے کہ [إنّ هؤلاء لم يزالوا مرتدّين على أعقابهم منذ فارقتهم] (جونہی آپ ﷺ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑھیوں کے بل دین سے پھر گئے) پس ان [مُحْدِثِيْن] کو حضور ﷺ نے صراحتاً [مرتدین] کہا ہے لہٰذا یہ چاروں طبقات (۱۔مدعیانِ نبوت، ۲۔منکرین زکوٰۃ، ۳۔مرتدین، ۴۔خوارج) صحیحین کی روایات کے مطابق محدثات کے مرتکب تھے اور حدیث نے ''احداث'' کے معنی کو ''ارتداد'' کے ساتھ مختص کردیا ہے۔ یعنی [ما أحدثوا بعدك] کی وضاحت [مرتدين على أعقابهم] نے کردی ہے یعنی حدیث پاک نے اِحداث کے مرتکبین کو صراحتاً مرتدین کہا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دین میں ایسا فتنہ پیدا کرنا جو باعثِ ارتداد ہو، بدعت و

ضلالت ہے لہٰذا بدعت سے مراد دین میں فقط ایسے فتنوں کا ایجاد کرنا ہے جو باعث ارتداد ہوں اور اسی بدعت کی مختلف شکلیں وہ ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ کے فوری بعد پیدا ہوئیں اور انہی کی مثل دیگر فتن بعد کے اَدوار میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں جیسے فتنہ باطنیت، فتنہ قادیانیت اور فتنہ بہائیت وغیرہ۔'' (قادری کی کتاب اقتباس ختم ہوا) ❶

جواب = یہ حدیث تو بتا رہی ہے کہ دین میں احداث اور تغییر کرنا باعث ارتداد ہے لیکن قادری صاحب کہہ رہے ہیں جو احداث باعث ارتداد ہو وہ صرف بدعت ہے یعنی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ہم جو مرضی کریں ہم مرتد نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم اہل سنت کہلواتے ہیں اب ہم جو مرضی کرتے رہیں ہم اس مد میں نہیں آ سکتے جو مرتد ہوگا وہی صرف اس زمرے میں آئے گا۔ سبحان اللہ۔

سب سے زیادہ مغضوب:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ «اَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَ مُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ مُطَّلِبُ دَمِ امْرِيٍ بِغَيْرِ حَقٍ لِيُهْرِيْقَ دَمَهٗ » ❷

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' تین آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ہیں:

۱۔ حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا۔

۲۔ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا

۳۔ کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تا کہ اس کا خون بہائے۔''

---

❶ کتاب البدعة (بدعت کا صحیح تصور) از طاہر القادری، ص: ۷۴۔۷۵

❷ صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق، حدیث: ٦٨٨٢

بدعتی کی حمایت پر اللہ کی لعنت:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰی مُحْدِثًا] ❶

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے، جو زمین کے نشانات چوری کرے (یعنی اس کی حدیں تبدیل کرے)، جو اپنے والد پر لعنت کرے اور جو بدعتی کو پناہ دے۔''

بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت ہے تو خود بدعتی پر کتنی لعنت ہوگی جس کی وجہ سے دوسرا بھی لعنتی بن رہا ہے۔

بدعت کا اِجراء لعنت کا باعث:

« عَنْ عَاصِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِاَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِیْنَةَ قَالَ نَعَمْ مَا بَیْنَ کَذَا وَ کَذَا لَا یُقْطَعُ شَجَرُهَا « مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ » ❷

''عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! فلاں جگہ سے لے کر فلاں تک کوئی درخت نہ کاٹا جائے، نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہاں کوئی بدعت رائج کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سارے لوگوں کی لعنت ہے۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیر الله، حدیث: ۱۹۷۸

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حرم المدینة، حدیث: ۱۸۶۷

سنت سے محرومی:

[عَنْ حَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا إِلَيْهِمْ إِلٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ❶

”حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جو لوگ دین میں کوئی بدعت اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے اسی قدر سنت اٹھا لیتا ہے اور پھر وہ سنت قیامت تک ان لوگوں میں نہیں لوٹاتا۔“

بدعت ایجاد کرنے والے کی گردن پر دوسروں کے بوجھ:

«عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدَ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ اَوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا » ❷

”کثیر بن عبداللہ بن عمر بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے، میرے باپ سے میرے دادا نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے میری سنتوں میں سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے

---

❶ سنن الدارمی، المقدمه، باب اتباع السنة، حديث: ٩٨

❷ ابن ماجه، كتاب المقدمة ، باب من أحياء سنة قد اميتيت، حديث: ٢٠٩، شیخ البانی نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا جب کہ لوگوں کے اپنے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس بدعت پر عمل کریں گے جب کہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی۔ (یعنی وہ بھی پوری پوری سزا پائیں گے)''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ «مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَ مَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَیْئًا » ❶

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دی اسے ہدایت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے برابر ثواب ملے گا اور ہدایت پر عمل کرنے والوں کا اپنا اجر بھی کم نہیں ہوگا۔ اس طرح جس شخص نے لوگوں کو گمراہی کی طرف بلایا اس شخص پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے جب کہ گناہ کرنے والوں کے اپنے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''

رسول اکرم ﷺ کے بارے جھوٹ کا انجام:

دین سمجھ کر کوئی کام کیا جائے اور وہ حقیقت میں دین نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے رسول اللہ ﷺ پر بھی بہتان ہے کیونکہ دین اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے پیغامات کا نام

❶ صحیح مسلم ، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة،حدیث: ٢٦٧٤

ہے۔اور یہ اپنے عمل اور قول کو دین کہہ رہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ [مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ] ❶

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جس نے جان بوجھ کر جھوٹ میری جانب منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ [لَا تَكْذِبُوها عَلَیَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَلِجِ النَّارَ] ❷

''علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جس نے میری جانب جھوٹی بات منسوب کی وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

عَنْ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ [مَنْ یَقُلْ عَلَیَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ]. ❸

''سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے، جو میں نے نہیں کہی، وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔''

فائدہ= امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حدیث[مَنْ أُحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] پر یہ باب منعقد کیا ہے:[بَابُ تَعْظِیْمِ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالتَّغْلِیْظِ عَلٰی مَنْ عَارَضَهُ] اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دین میں بدعت جاری کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان لگاتا ہے اور آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب مقدمة باب تغلیط الکذب علی رسول اللّٰه، حدیث: ٣

❷ کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی حدیث: ١٠٦

❸ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی، حدیث: ١٠٩

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَأْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَ لَا آبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَ اِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَ لَا یَفْتِنُوْنَکُمْ] ❶

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''آخری زمانے میں دجال اور کذاب لوگ ایسی حدیثیں تمہارے پاس لائیں گے، جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے کبھی نہ سنی ہوں گی، لہٰذا ان سے بچ کر رہو کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں یا فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔''

یعنی وہ احادیث رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں فرمائیں بلکہ اب کسی نے ایجاد کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیں ہیں یا انہیں دین بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

بدعت اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ [مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] ❷

''صدیقہ کائنات سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو دین میں نہیں ہے، وہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے۔''

بدعتیوں کو مسجد سے نکال دیا:

[عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ قَوْمًا اجْتَمَعُوْا فِیْ

❶ مسلم، کتاب مقدمة باب النهی عن الروایة عن الضعفاء حدیث:۷

❷ صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، رقم: ۱۷۱۸، سنن ابن ماجه، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول اللّٰه، رقم: ۱٤، مسند احمد بن حنبل، رقم:۲٦۳۷۲، صحیح ابن حبان، رقم:۲٦، سنن دارقطنی، ٤:۲۲٤، رقم:۷۸.

مَسْجِدٍ يُهَلِّلُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ جَهْرًا فَقَامَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا عَهِدْنَا ذٰلِكَ فِيْ عَهْدِهٖ وَ مَا أَرَاكُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ وَ مَا زَالَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ] ❶

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ کچھ لوگ مسجد میں مل کر اونچی آواز سے ذکر اور درود شریف پڑھ رہے ہیں آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی کو اس طرح ذکر کرتے یا درود پڑھتے نہیں دیکھا، لہٰذا میں تمہیں بدعتی سمجھتا ہوں۔'' یہی الفاظ دہراتے رہے حتیٰ کہ انہیں مسجد سے نکال باہر کیا۔''

بدعتیوں کے سلام کا جواب نہیں دیا:

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ۔ فَقَالَ: اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ۔ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: [يَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ اَوْ مَسْخٌ اَوْ قَذَفٌ فِيْ اَهْلِ الْقَدَرِ] ❷

''نافع سے مروی ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا: فلاں آدمی آپ کو سلام کہتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس آدمی نے بدعت ایجاد کی ہے۔ لہٰذا اگر اس نے واقعی بدعت ایجاد کی ہے تو میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: میری

❶ رواہ ابو نعیم

❷ جامع الترمذی ابواب القدر: باب ماجاء فی الرص بالقضاء، رقم الحديث: ۱۷٤۸' صحیح ابن ماجه رقم الحديث: ۳۲٦۱' صحیح ابی داؤد رقم الحدیث: ۳۸۵۷' المشکوۃ بتحقیق الالبانی الحدیث: ١٠٦، ١١٦، ورواہ احمد فی المسند

امت میں زمین میں دھنسنا، شکلوں کا تبدیل ہونا اور پتھروں کا برسنا ہوگا۔ مگر یہ ان لوگوں پر ہوگا جو تقدیر کے منکر ہیں۔ (لہٰذا میرا اس کو سلام نہ کہنا)

تمام بدعات گمراہی ہیں کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی:

بدعت حسنہ اور بدعت سئیہ کی تقسیم خلاف سنت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [اَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَ شَرُّ الْاُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ] ❶

''جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''حمد و ثنا کے بعد (یاد رکھنا) بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور بد ترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت (نئی ایجاد شدہ چیز) گمراہی ہے۔''

سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں: [إن أصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ أَحْسَنَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ] ❷

فائدہ= آپ ﷺ اپنے ہر خطبے میں یہ بیان کرتے، اس میں بہترین، احسن ترین امور کی بھی آپ ﷺ نے خبر دے دی اور بدترین اعمال کی بھی خبر دے دی۔ بہترین اعمال آپ ﷺ نے بتائے۔ [خير الحديث كتاب اللّٰه و خير الهدى هَدْىُ محمد] اور اس کے مقابلے میں آپ نے بدترین اعمال بتائے [و شرُّ الْاُمور محدثاتها و كُلُّ محدثَةٍ بدعة] اب بات بالکل واضح ہو چکی ہے بہترین امور کتاب اللہ اور سنت

❶ صحيح مسلم، باب تخفيف الصلاة و الخطبة، رقم: ٨٦٧.

❷ سنن نسائى كتاب صلاة العيدين ، باب كيف الخطبة، رقم: ١٥٤

رسول ہیں اور بدترین امور وہ ہیں جو ان کے مقابلے میں خود ساختہ نئے ایجاد کیے جائیں۔ آپ ﷺ کے اس فرمان میں ہمارے سامنے دونوں رستے واضح ہو چکے ہیں:

(۱) بہترین رستہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ (۲) بدترین رستہ وہ ہے جو ان کے علاوہ ہے، اور وہ مُحدَث ہے۔ بدعت ہے۔ ضلالت ہے جس کا انجام جہنم ہے۔

ابن ماجہ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّمَا هُمَا اِثْنَتَانِ الْكَلَامُ وَالْهَدْيُ فَأَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَ أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ محمدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ]

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَ إِيَّاكُمْ وَالْأُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ » ❶

''عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' دین میں نئی چیزوں سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔''

«قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ إِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً » ❷

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:'' تمام بدعتیں گمراہی ہیں، خواہ بظاہر لوگوں کو اچھی لگیں۔''

فائدہ= ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ تمام بدعات گمراہی ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان عام ہے۔

'' كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ '' ''ہر بدعت گمراہی ہے۔''❸

❶ سنن ابن ماجة، مقدمة، رقم: ٤٢، شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔

❷ السنة للمروزی، ص: ٦٨، رواية: ٦٧

❸ یہ الفاظ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب في لزوم السنة ،حدیث: ٤٦٠٧ میں بھی موجود ہیں۔

آپ ﷺ کا: [كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ] کہنا بدعت کی ہر قسم کو شامل ہے یعنی یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو بالکل عام ہے اور اس سے ہر قسم کی بدعت مراد ہے۔ وہ ذات جس نے اس کلیہ کو اپنی زبان سے ادا کیا ہے وہ اس لفظ کے معنی و مفہوم کو اچھی طرح جانتے تھے، وہ مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح تھے اور مخلوق کے لیے مخلوق سے بڑھ کر خیر خواہ تھے۔ آپ ﷺ جو بھی کہتے تھے اس کا واضح مطلب آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ آپ ﷺ جانتے تھے جو آپ کہہ رہے ہیں اور کہی گئی بات کا معنی بھی جانتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ قول امت کی خیر خواہی کے لیے صادر ہوا ہے۔

جب ان تین امور [① خیر خواہی و ارادہ کے کمال، ② بیان و فصاحت کے کمال، ③ علم و معرفت کے کمال] میں کلام مکمل ہوا تو اس بات سے یہ رہنمائی ملی کہ کلام کے ساتھ مراد وہی ہوتی ہے جس پر معنی دلالت کرتا ہے کیا اس قول کے بعد ہم بدعت کی تین قسمیں یا پانچ قسمیں کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اور نہ ہی ایسا کرنا درست ۔

اور آپ ﷺ کے فرمان: [كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ] کا عموم واضح کر رہا ہے کہ جو شخص کہتا ہے یا سمجھتا ہے کہ اسلام میں کوئی بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے تو اس کا یہ قول اور زعم باطل ہے۔ مزید برآں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف ان سے مروی اثر میں ہے۔ [كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ و إن رآها الناس حسنة] ہر بدعت گمراہی ہے خواہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔" ❶

خوبصورت پاخانہ:

بدعت کو حسنہ کہنا اسی طرح ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ پاخانہ خوبصورت ہے یا خوبصورت گندگی، جس طرح پاخانہ خوبصورت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بدعت بھی خوبصورت نہیں ہو سکتی کیونکہ جو چیز ہے ہی بری، وہ حسنہ کس طرح ہو سکتی ہے؟ بدعت، ضلالۃ ہے، کیا ضلالۃ اچھی ہو سکتی کیا کبھی کسی نے کفر کی بھی اس طرح تقسیم کی ہے۔ ① کفر حسن ② کفر سیئ؟ جب کفر کی تقسیم اس طرح کسی نے نہیں کی تو پھر بدعت کی تقسیم کیوں کرتے ہو۔

---

❶ السنة للمروزی:٦٨، روایة:٦٧

بدعت حسنہ:

دین میں جو بات بھی نکالی جاتی ہے وہ اچھی سمجھ کر ہی نکالی جاتی ہے، بری بات تو پہلے ہی بری ہوتی ہے۔

بدعت حسنہ ہی درحقیقت بدعت ہے۔دھوکے باز نے جب دھوکہ دینا یا ملاوٹ کرنے والے نے جب ملاوٹ کرنی ہے اس نے اصل چیز سے ملتی جلتی چیز کی ہی ملاوٹ کرنی ہے دین میں ملاوٹ کرنے والے نے کسی رسم کو ایجاد کرکے اسے حسنہ ہی کہنا ہے اس کو وہ سیئہ تو نہیں کہہ سکتا۔

آدمی اپنے عمل کو اپنی سوچ کے مطابق اچھا ہی سمجھتا ہے لیکن وہ عمل کتاب وسنت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝﴾ (الکھف: ۱۸/ ۱۰۳،۱۰۶)

"(میرے رسول ﷺ!) ان سے کہو! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ (لوگ) ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری کوشش اور محنت ضائع ہوگئی اور وہ خیال کرتے رہے کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کی ملاقات کا یقین نہ کیا۔اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے۔ان کی جزا جہنم ہے

میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے۔''

اس آیت میں انہی لوگوں کے اعمال اکارت ہونے کا ذکر ہے جو اپنے عمل کو اچھا سمجھتے تھے ﴿ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴾ تو پھر بدعت حسنہ قابل قبول کیسے ہو سکتی ہے۔

اعتراض نمبر: ① رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

« مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مَنْ بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ] ❶

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا نمونہ قائم کیا تو اسے اپنے اس عمل کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد اس پر تمام عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی واقع ہو، اور جس نے اسلام میں برا نمونہ قائم کیا تو اس کے سر اس کا بوجھ ہوگا اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے بوجھ میں کوئی کمی واقع ہو۔''

بدعت کا کو خوبصورت لبادہ اوڑھ کر اس کا ارتکاب کرنے والے حضرات اس حدیث کو اپنے موقف میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہاں [سُنَّةٌ حَسَنَةٌ] سے مراد بدعت حسنہ ہے۔

جواب: جس ذات نے [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً] کہا ہے اس ذات ﷺ نے [كُلُّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ] کہا ہے۔ اگر [سُنَّةً حَسَنَةً] سے بدعت حسنہ مراد ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے دو متضاد باتیں کہیں ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ صادق المصدوق ﷺ سے ایسا قول صادر ہو جو انھیں کے دوسرے قول کی تکذیب کرتا ہو اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام کبھی بھی آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا

❶ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ، حدیث: ۱۰۱۷

جائے۔ اور نہ کبھی یہ ممکن ہے کہ تضاد کے باوجود ایک ہی معنی پر آپ ﷺ کا دوسرا قول آئے۔ اور جس نے ایسا گمان کیا ہے کہ اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کا کلام آپس میں ٹکراتے ہیں وہ دوبارہ سوچے (اس نے کیا کہا ہے؟) سو یہ گمان اس کی ناقص سوچ کا نتیجہ ہے یا اس کی کوتاہی ہے اور یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور آپ کے رسول ﷺ کے کلام میں ٹکراؤ پایا جائے۔ آپ ﷺ نے [سُنَّةً حَسَنَةً] کہا ہے [بِدْعَةً حَسَنَةً] نہیں کہا۔ اس کے باوجود لوگ اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ان الفاظ کو بدعۃ حسنۃ کا جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے "سُنَّةٌ حَسَنَةٌ" کہا ہے، "بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ" نہیں کہا:

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام میں بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے، ہرگز روا نہیں، اس لیے کہ اس سے مراد ثابت شدہ نیک اعمال کی طرف سبقت کرنا ہے (نہ کہ بدعت جاری کرنا) اور آپ نے "بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ" نہیں کہا بلکہ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ کہا ہے، جس کا مطلب ہے، ثابت شدہ نیک اعمال کے حصول کی طرف کوئی رستہ اختیار کرنا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صبح شام کے اذکار جو آپ ﷺ سے ثابت ہیں وہ احادیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں لیکن عام آدمی کی ان تک رسائی نہیں، تو کوئی آدمی اگر ان ثابت شدہ اذکار کو ایک کارڈ پر چھپواتا ہے تاکہ لوگ مسنون اذکار اپنی جیب میں یا گاڑی وغیرہ میں رکھ لیں اور بآسانی انھیں پڑھ سکیں تو ایسے شخص کا یہ عمل سنۃ حسنہ ہوگا، اور اس کے برعکس کوئی آدمی اپنی طرف سے اذکار یا درود ایجاد کرے جن کا ثبوت کتاب و سنت میں کہیں نہیں جیسا کہ آج کل درود تاج کے نام سے کئی قسم کے درود والے کتابچے لوگوں نے ایجاد کیے ہیں تو ایسے لوگوں کا یہ عمل [سُنَّةً سَيِّئَةً] ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ۔ تو [سُنَّةً حَسَنَةً] سے مراد دین اسلام جو رسول اللہ بتا کر گئے ہیں اس پر عمل کرنے کا کوئی رستہ مراد ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور فرمان نبوی سے پہلے اس کا سبب بتایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ مدینہ آئے ان پر فقر و فاقہ کے آثار ظاہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو انصار میں سے ایک شخص ایک تھیلی لے کر آیا جسے اٹھانے سے اس کا ہاتھ عاجز آ رہا تھا۔ اس کے بعد لوگ پے در پے صدقات لے کر آئے تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً] صدقہ وخیرات کرنا اسلام میں ثابت ہے اس کے لیے ترغیب دلانی اور رغبت کا کوئی انداز اور طریقہ اختیار کرنا جس سے اسلام میں ثابت شدہ صدقہ وخیرات لوگ دینا شروع کر دیں تو ایسے طریقے کو اسلام نے پسند کیا ہے نہ کہ کوئی نئی بدعت ایجاد کر کے اسے اسلام میں داخل کرنا۔

ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

[عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رُسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَن دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ يَتْبَعُهُ، لَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَتْبَعُهُ لَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] [1]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس راستے پر چلنے والوں کی مثل ثواب ہے اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا اور جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس بدعملی کا مرتکب ہونے والوں پر ہے اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

سنت متعارف کرانا:

اسی طرح ایسے علاقے میں جہاں نبی اکرم ﷺ کی کوئی ثابت شدہ سنت معروف نہ رہی ہو تو اسے وہاں زندہ کرنا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہوگا لیکن اس سے یہ معنی مراد لینا کہ

[1] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سُنَّةً حَسَنة أَوْ سَيِّئَةً، رقم: ٢٦٧٤

دین میں نو ایجاد امور کو شامل کر دیا جائے تو یہ ہرگز روا نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[مَنْ اَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] ❶

"جس نے ہمارے اس دین میں نیا کام ایجاد کیا جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔"

شریعت مکمل ہے۔ بدعات اور نو ایجاد کاموں کی محتاج نہیں اور بدعات ایجاد کرنا درحقیقت شریعت پر نامکمل اور ناقص ہونے کا الزام لگانے کے مترادف ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔[كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ إِنْ رَاٰهَا النَّاسُ حَسَنَةً] ❷

"ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔"

اور امام مالک ﷺ کا یہ قول بھی کہ جس نے اس میں کوئی بدعت نکالی اور اسے اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔"

تو جو کام اس روز دین نہیں تھا آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔

ایسے لوگوں پر بڑی حیرت ہے جو نبی ﷺ کو غیب دان بھی مانتے ہیں اور ایسے کام بھی کرتے ہیں، جن کا حکم رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیا۔ جو لوگ آپ ﷺ کو غیب دان بھی نہیں مانتے اور اپنی مرضی سے کوئی نیا کام بھی نہیں کرتے یقیناً ایسے لوگ ہی سچے ہیں اور کمال ایمان رکھنے والے ہیں۔[اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ]

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ:

اعتراض نمبر ② عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ:

[خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ إِلٰى

❶ صحیح بخاری، ۲۶۹۷؛ و صحیح مسلم: ۱۷۱۸

❷ السنة للمروزی: ۸۲

الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَ يُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَىٰ لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ] ❶

''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ پس آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کیساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں وہ افضل ہے اس حصہ سے جس میں وہ قیام کرتے ہیں مراد رات کا آخری حصہ تھا جب کہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔''

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے طاہر القادری لکھتا ہے:

''باجماعت نمازِ تراویح کا اہتمام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک اجتہادی کارنامہ تھا۔ آپ نے [نعم البدعة هذه] فرما کر یہ واضح کر دیا کہ اگرچہ یہ ایک ''نیا کام'' ہے مگر یہ نیا کام ناجائز اور ممنوع نہیں ہوتا بلکہ بے شمار نئے اُمور حسنہ بھی ہوتی ہیں۔ [نعم البدعة] فرمانے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیئہ

---

❶ صحيح البخارى، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ٢٠١٠، صحيح ابن خزيمة، رقم: ١١٠٠، مؤطا مالك، رقم: ٢٥٢

کی تقسیم مبنی بر حدیث ہے ، یہ محض قیاسی تقسیم نہیں۔ مختصراً یہ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کے باجماعت اہتمام کو "بدعۃ" بھی کہا اور [نعمۃ] یعنی [حسنۃ] بھی کہا۔ وجہ یہی تھی کہ یہ کام اپنی ظاہری حالت اور ہیئت کے حوالے سے تو نیا تھا جسے حضور ﷺ نے دوام کے ساتھ اختیار نہیں فرمایا تھا اس لیے اسے [بدعۃ] کہا مگر باعث خیر اور مبنی بر مصلحت تھا اس لیے اسے [نعمۃ] یعنی [حسنۃ] قرار دے دیا"۔

جواب: لوگوں میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ رسول ﷺ کے کلام کے ساتھ کسی دوسرے کے کلام سے مقابلہ کرے، نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل شخص ہیں ، اور نہ ہی عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی ﷺ کے بعد اس امت میں دوسرے افضل شخص ہیں، اور نہ ہی عثمان رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی ﷺ کے بعد اس امت میں تیسرے افضل شخص ہیں اور نہ ہی علی رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ جو نبی ﷺ کے بعد اس امت میں چوتھے افضل شخص ہیں، اور نہ کسی اور کے کلام کے ساتھ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾ (سورة التوبة:٦٣)

"وہ لوگ ڈریں جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انھیں کوئی آزمائش پہنچے یا انھیں دردناک عذاب پہنچے۔"

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "کیا تو جانتا ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ فتنہ شرک ہے ، عذاب اس صورت میں پہنچ سکتا ہے جب کوئی نبی ﷺ کی بات ردّ کرے اور اس کے دل میں تھوڑی سی کج روی پیدا ہو جائے سو وہ ہلاک ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں کہتا ہوں

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی تعظیم کرنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخت تھے۔

کیا یہ وہی بدعت ہے جس کی مذمت حدیث میں کی گئی ہے:

جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بدعت کی دلیل پکڑتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں وہ کس چیز کو بدعت کہتے ہیں کیا عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کو بدعت کہا ہے؟ یا نمازِ تراویح کی جماعت کو بدعت کہا ہے؟ اور کیا یہ وہی بدعت ہے جس کی مذمت نبی ﷺ نے فرمائی ہے؟۔

جواب: عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جو بدعت کہا ہے یہ ہرگز وہ بدعت نہیں جس کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ کیونکہ نماز تراویح بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور اس کی نماز باجماعت بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ مندرجہ ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمائیں:

[عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ، فَصَلّٰى فِيهَا لَيَالِيَ، حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ، ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَّ ظَنُّوا أَنَّهُ قَدْ نَامَ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: [مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ، حَتّٰى خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ، وَ لَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ۔ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ] [1]

''زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا۔ آپ ﷺ نے اس میں چند راتیں قیام (رمضان) فرمایا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السوال، رقم: ۷۲۹۰، مسلم: ۷۸۱۔

یہاں تک کہ کثرت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں شریک ہوئے بعد ازاں انھوں نے ایک رات آپ ﷺ کی آواز کو نہ پایا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ نیند میں ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانسنا شروع کیا تاکہ آپ ﷺ باہر نکلیں (اور تراویح کی جماعت کرائیں) آپ ﷺ باہر آئے، آپ ﷺ نے فرمایا، تمہاری کیفیت اور حالات سے مجھے آگاہی ہے یہاں تک کہ میں نے خطرہ محسوس کیا کہ تم پر قیام رمضان فرض ہو جائے گا، اگر فرض ہو گیا تو تم اس کی طاقت نہ پاؤ گے۔ لوگو! پس تم گھروں میں نماز پڑھا کرو، اس لیے کہ ہر انسان کی وہ نماز افضل ہے جو وہ گھر میں ادا کرے سوائے فرض نماز کے۔"

[عَنْ أَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا ، حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ۔ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ؟ فَقَالَ : [إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ] فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ، جَمَعَ أَهْلَهُ وَ نِسَآءَهُ وَالنَّاسَ ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا أَنْ يَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ۔ قُلْتُ: وَ مَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ .] [1]

"ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں روزے رکھے۔ آپ ﷺ نے ماہِ رمضان میں ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب سات راتیں باقی رہ گئیں، تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام کیا

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة ، باب فی قیام شهر رمضان، رقم: ۱۳۷۵

یہاں تک کہ رات کا تیسرا حصہ چلا گیا جب چھٹی رات تھی، تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا۔ جب پانچویں رات تھی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات چلی گئی۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ) کاش! آپ ہمارے ساتھ باقی رات بھی قیام کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک شخص جب امام کے ساتھ فرض نماز ادا کرتا ہے یہاں تک کہ امام (نماز سے) فارغ ہوتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں رات کے قیام کا ثواب ثبت ہو جاتا ہے۔ جب چوتھی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا یہاں تک کہ تین راتیں رہ گئیں۔ جب تیسری رات ہوئی تو آپ نے اہل وعیال، عورتوں اور سب لوگوں کو جمع کیا۔ آپ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ہمیں خطرہ محسوس ہوا کہ ہم سے فلاح فوت ہو جائے گی (داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں) تو میں نے دریافت کیا فلاح کیا ہے؟ (ولید بن عبد الرحمٰن) نے فرمایا: سحری کا کھانا۔ پھر باقی مہینہ آپ ﷺ نے قیام نہ کیا۔"

جب نماز تراویح رسول اللہ ﷺ ثابت ہے اور اس کی جماعت بھی ثابت ہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی فرضیت کا خدشہ بھی زائل ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان میں قیامت تک اس نماز کو مشروع قرار دے دیا ہے صحیح مسلم والی حدیث کو پھر پڑھو، اور آپ ﷺ کے فرمان کو سینے سے لگاؤ [إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ] تو پھر اب یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر نہ کرتے تو نماز تراویح نہ پڑھی جاتی اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

طاہر القادری نے "کتاب البدعۃ" (ص: ۱۸۰) پر لکھا ہے:

"اس روایت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود [نعمة البدعة هذه] فرما کر بدعت کی تقسیم فرما دی اور یہ ثابت کر دیا کہ ہر بدعت، بدعت سیئہ نہیں ہوتی بلکہ

بے شمار بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں وگرنہ آج تک امت مسلمہ کے جو افراد رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں مساجد میں نماز تراویح کی صورت میں اکٹھے ہو کر قرآن سنتے ہیں یہ بھی ناجائز ہوتا مگر ہمیشہ یہ امر مستحسن رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم مبنی بر حدیث ہے یہ محض قیاسی تقسیم نہیں بلکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول پر قائم ہے۔'' (قادری صاحب کی کتاب کا اقتباس ختم ہوا)

یہ قادری صاحب کی یا تو کم علمی ہے کہ انھیں اس بات کا پتہ ہی نہیں کہ نمازِ تراویح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کی جماعت بھی ثابت ہے یا پھر یہ قادری صاحب کا جماعتی تعصب ہے جو انھیں حق بات تسلیم نہیں کرنے دے رہا۔ قادری صاحب کی کتاب کے صفحہ نمبر (۲۷۰) کی عبارت سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ نمازِ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے، یہ بدعت نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تو صرف ایک متروک عمل کو دوبارہ شروع کروایا ہے قادری صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''باجماعت نمازِ تراویح کا پس منظر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتوں کے سوا یہ نماز باجماعت نہیں پڑھائی۔ اس کے بعد عہد صدیقی کے اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں بھی صحابہ کا یہی معمول رہا۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے اس خیال سے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کہیں لوگ نمازِ تراویح پڑھنا ترک ہی نہ کر دیں، سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو حافظ قرآن تھے باجماعت نمازِ تراویح کے لیے مجتمع کیا۔''

چیلنج:

جب یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے پھر یہ بدعت کیسے؟ میں چیلنج کرتا ہوں: کوئی آدمی مجھے عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو بدعت ثابت کر کے دکھائے؟ یعنی یہ کہے کہ نہ نمازِ تراویح رسول اللہ سے ثابت ہے نہ اس کی جماعت ثابت ہے بلکہ یہ عمل از سرِ نو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا

ایجادہ کردہ ہے تو پھر دیکھئے ایسے شخص پر کیا گزرے گی۔

پھر بدعت کے دلدادہ اس روایت سے اپنی تمام بدعات کو ترویج دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دیکھو قادری صاحب کی عبارت! بلکہ بے شمار بدعات حسنہ بھی ہوتیں ہیں۔

آپ دیکھ رہے کہ کس طرح اپنے بدعتی عقیدہ کو ترویج دی جا رہی ہے۔

نعمت البدعۃ کا مطلب:

عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی حدود پر رک جاتے تھے ان سے تجاوز نہیں کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا لائق نہیں ہے کہ وہ سید البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مخالفت کریں اور وہ بدعت کے بارے میں نعمۃ البدعۃ کہیں اور یہ وہی بدعت ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول [كُلُّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ] سے مفہوم لیا ہو۔ بلکہ وہ بدعت جس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے [نِعْمَتِ الْبِدْعَة] فرمایا ہے وہ اس بدعت کے ضمن میں نہیں آتی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول: [كُلُّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ] سے مراد لی ہے۔ کیونکہ تراویح کی اصل (بنیاد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جب کہ بدعت نئے کام کو کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول ''نعمت البدعۃ'' کے ساتھ لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد ایک امام پر لوگوں کے اکٹھا ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ لوگ اس سے پہلے الگ الگ نماز پڑھتے تھے۔

بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تین راتیں قیام کروایا اور چوتھی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پیچھے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا] ''میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر (یہ نماز تراویح) فرض کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز آ جاؤ۔''

رمضان میں جماعت کے ساتھ قیام اللیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت اس اعتبار سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے قیام با جماعت کو ترک کیا تھا لوگ الگ الگ ہو کر قیام کرنے لگے تھے کہیں اکیلا آدمی قیام کر رہا، کہیں ایک آدمی کے ساتھ ایک

آدمی ہے اور کسی آدمی کے ساتھ دو ہیں، کسی کے ساتھ گروہ اور جماعت ہے، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی درست رائے کے ساتھ لوگوں کو ایک امام پر اکٹھا کر دیا۔ گویا کہ یہ فعل لوگوں کے اس سے پہلے الگ الگ ہونے کی نسبت بدعت ہے یہ نئے سرے سے ایجاد ہونے والی بدعت نہیں ہے کیونکہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھی۔ یقیناً یہ سنت ہے لیکن اس سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ترک کر دیا گیا تھا یہاں تک عمر رضی اللہ عنہ نے اس سنت کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس وجہ سے ممکن ہی نہیں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے اہل بدعت اپنی بدعات کو بدعات حسنہ کہنے کی دلیل بنا سکیں۔

تو یہاں لفظ ''بدعت'' اپنے شرعی مفہوم میں نہیں لغوی مفہوم میں ہے۔

۱۔ امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' میں [نعمة البدة هذه] کے ذیل میں نمازِ تراویح کو بدعتِ لغوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[إنما سماها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، و ليس ذلك بدعة شرعية، فإن البدعة الشرعية التي هي ضلالة ما فعل بغير دليل شرعي.] ❶

''اسے (یعنی نمازِ تراویح کو) بدعت اس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعت لغوی ہے بدعت شرعی نہیں ہے کیونکہ بدعت شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیل شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے''۔

۲۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) بھی ''تفسیر القرآن العظیم'' میں نمازِ تراویح کو بدعت لغویہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[والبدعة علي قسمين تارة تكون بدعة شرعية كقوله فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و تارة تكون بدعة لغوية

❶ منهاج السنة، ابن تيمية، ٤: ٢٢٤

كقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب عن جمعه إياهم على صلاة التراويح و استمرارهم: نعمت البدعة هذه .]

''بدعت کی دو قسمیں ہیں بعض اَوقات یہ بدعت شرعیۃ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ [فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة] اور بعض اَوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نمازِ تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان [نعمت البدعة هذه] ہے۔''

بدعت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

لغوی مطالب عام طور پر شرعی مفاہیم سے وسیع تر ہیں، زیادہ تر شرعی مفہوم لغوی معنی کا جزء ہوتا ہے۔ تقویٰ صیام (روزہ) حج، عمرہ اور بدعت کے الفاظ اس کی مثالیں ہیں۔ چنانچہ تقویٰ کا لغوی معنی یہ ہے کہ انسان اپنے اور ایسی چیز کے درمیان جس سے وہ خوف محسوس کرتا ہے بچاؤ کے لیے کوئی چیز رکھ لے جو اسے دوسری چیز کے شر سے محفوظ رکھے جیسا کہ سورج کی گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے مکانات تعمیر کیے جاتے ہیں یا خیمے لگائے جاتے ہیں۔ زمین پر پڑی اشیاء کے ضرر سے بچنے کے لیے جوتے استعمال کیے جاتے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں اللہ سے تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے اور اللہ کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ لے جو اسے غضب الٰہی سے محفوظ رکھے اور یہ اس کے احکام بجا لانے اور اس کی ممنوعات سے پرہیز کرنے سے ہوگا۔

صیام (روزہ) لغت میں رکنے کو کہتے ہیں۔ جب کہ شریعت کی اصطلاح میں خاص قسم کے رکنے کو کہتے ہیں اور وہ ہے کھانے پینے اور روزہ افطار کرنے کے جملہ اسباب سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک پرہیز کرنا۔

حج لغت میں ہر ارادہ وقصد کو کہتے ہیں جب کہ شرعی اصطلاح میں خاص مناسک کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

عمرہ لغوی طور پر ہر زیارت کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں کعبہ کی زیارت جو اس کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور حلق یا تقصیر سے عبارت ہے۔

اسی طرح بدعت لغت میں ہر وہ چیز جو پہلے سے مثال نہ ہوتے ہوئے نو ایجاد کی جائے اور شرعی اصطلاح میں وہ عمل و اعتقاد ہے جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو اور یہ سنت کی ضد ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے واضح ہو چکا۔

اعتراض نمبر ②: الاصل فی الاشیاء الاباحة : بدعتی قسم کے لوگ اپنی بدعات رسومات اور خرافات کے جواز پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ [الاصل فی الاشیاء الاباحة] چنانچہ آپ دیکھیں کس طرح دنیاوی معاملات کو دین کا قانون بنا کر اصل مسئلہ کو الٹا کر رکھ دیا ہے چنانچہ طاہر القادری لکھتا ہے: ''اس بنیادی فلسفہ دین اور اُصولِ حلت و حرمت کو سمجھنے کے بعد اب تصورِ بدعت کو سمجھنا ہمارے لیے قدر آسان ہو جائے گا کہ اس کی رو سے ہر وہ نیا کام جس کے بارے میں کتاب وسنت خاموش ہو وہ ہمارے لیے جائز اور مباح ہے تاوقتیکہ اس کام کی حرمت اور ممانعت کتاب وسنت یا پھر آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو جائے۔

جواب: [الاصل فی الاشیاء الاباحة] یہ الفاظ ہی بتاتے ہیں یہ قانون عبادات میں نہیں بلکہ اشیاء میں لاگو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے متعلق ہے جو وجود رکھتیں ہیں۔ عبادات تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور فرمان سے ایک ایک کر کے بتا دیں ان کی تفصیلات جزئیات تک بیان کر دیں ہیں۔ اگر ہر چیز حلال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتابیں کیوں نازل کیں ہیں،۔ رسول علیہم السلام کیوں مبعوث کیے ہیں پھر تو اتنا ہی کافی تھا، سب حلال اور جائز ہے لہٰذا جو مرضی کرتے جاؤ۔

اگر سب کچھ حلال و جائز ہے تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حرام چیزوں کی نشاندہی کی ہے بس؟ اور کوئی طریقہ کسی عبادت کا ہرگز نہیں بتایا کہ وہ حلال ہی ہیں جس مرضی طریقے سے کیے جائیں؟

یہ اتنا خطرناک اصول ہے جس سے دین اسلام کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جس مرضی طریقے سے کرو، جتنی مرضی رکعتیں نماز کی پڑھو جتنی مرضی پڑھو جب مرضی روزہ رکھو اور جب دل کرے افطار کردو۔ حج میں جو آپ کا دل چاہے آپ کریں، یعنی جہاں جہاں کوئی لگا ہوا ہے سب صحیح ہے کسی کو کچھ نہ کہو۔ اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو پھر آپ ''دین اسلام'' کا وجود ثابت نہیں کر سکتے، کیونکہ آپ کے نزدیک ''سب جائز ہے۔''، ''سب ٹھیک ہے'' اور یہی تمہارا دین ہے یعنی مرضی کا نام دین ہے۔

ایسی باتیں کرنے والے کچھ خدارا سوچیں وہ کیا کہہ رہے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دین بیان کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا؟ کیونکہ سب جائز ہے۔

میرے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتاب اتاری ہے اور پھر کتاب کو کسی پہاڑ پر نہیں اتارا کہ جاؤ اور وہاں سے کتاب پڑھ کر اس کے احکام پر عمل کرو بلکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ اس کتاب کا مطلب و مفہوم لوگوں کو بیان کریں اور اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے لوگوں کے سامنے اس کی عملی شکل واضح کریں اور اپنے ارشادات سے ان کے سامنے ہر بات کھول کر بیان کریں: ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل:۴۴) جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی یہ ذمہ داری کما حقہ نبھا دی تو اب اگر کوئی یہ کہے کہ ''سب جائز ہے'' تو پھر ظاہر بات ہے وہ اندر کھاتے آپ کی رسالت و بعثت کا انکار کر رہا ہے۔

اگر سب جائز ہے، تو پھر بتاؤ دین اسلام کی اتنی لمبی چوری تعلیمات کن تفصیلات کے متعلق ہے۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، نکاح، طلاق، تجارت، وغیرہ کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا صرف ممنوعات کے متعلق ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ بات بھی نہیں کہ عبادات میں اصل اباحت ہے بلکہ عبادات قرآن و حدیث کی تعلیمات اور تفصیلات کا نام

ہے، نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔

کتاب وسنت اور ہواء و بدعت:

دین میں دلیل کے بغیر کوئی عبادت نہیں ہر عبادت کا طریقہ اور حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے اپنی مخلوق کو بتایا ہے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات امت کو من وعن پہنچا دیے ہیں اور عبادت کا ہر حکم بتایا اور پھر اس کو کر کے دکھایا۔

لہٰذا دین وہی قابل قبول ہوگا جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہمیں بتایا ہے اس کے علاوہ کسی چیز کا نام دین نہیں ہو سکتا جو شخص کوئی بھی عبادت کرنے سے پہلے اس کی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تلاش کرتا ہے اور پھر اس طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے یہ تو ہوا کتاب اللہ اور سنت رسول کو ماننے والا، اور جو شخص یہ ''سب جائز ہے'' اس نے کتاب اللہ کو کیا مانا؟ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی کیا قدر کی؟ یعنی مسلمان عبادت کے لیے دلیل کتاب وسنت سے لائے گا اور اس کے مقابلے میں بدعتی کہے گا ''سب جائز ہے'' جو مرضی کرو جس طرح مرضی نماز پڑھو منع کی کوئی دلیل نہیں۔

مجھے ان علماء پر حیرانگی ہوتی ہے جو کتاب اللہ میں معنوی تحریف کرتے ہیں افسوس ہے ایسے نام نہاد مولویوں پر آیات کا مفہوم بگاڑ کر اپنے مطلب و مفاد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الاصل فی الاشیاء الاباحۃ:

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی ہے اور انسان کو اس میں بسایا ہے اب اس کائنات میں بے شمار اشیاء ہیں حیوانات جمادات نباتات کی بے شمار قسمیں موجود ہیں جن کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا۔ قیامت تک جو چیزیں پیدا ہونی ہیں اس کا کسی انسان کو پتہ نہیں، اگر قرآن مجید دنیاوی اشیاء میں سے ہر ایک چیز کو گن گن کر بتاتا کہ یہ حرام ہے اور یہ حلال ہے تو پھر اس جیسے سینکڑوں قرآن مجید ہوتے جن میں قیامت تک پیدا ہونے والی تمام مخلوقات کے نام

ہوتے اور پھر اس کی تفصیل ہوتی۔

لیکن حکمت خداوندی نے ایک ہی اصول سے تمام مخلوقات کے متعلق انسان کو راہنمائی فرمادی ہے۔

۱۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رسول اللہ ﷺ ہمیں چھوڑ کر گئے تو اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں ہمارے پاس علم نہ ہو۔ ❶

۲۔ حرام جاندار اور پرندوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمادی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

[نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَ عَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ] ❷

"رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلیوں والے جانور اور پنجہ (سے شکار کرنے والے پرندوں) سے منع کیا۔"

جانوروں اور پرندوں کے متعلق آپ ﷺ نے ایک ہی سنہری اصول ہمیں بتا دیا کہ ہر کچلی والا جانور اور پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ حرام ہے۔ اس قانون سے پتہ چلتا ہے کہ مخلوقات میں اصل اباحۃ ہے جن کی تفصیل بتانے کی بجائے ان میں حرام چیزوں کی نشاندہی کر دی ہے۔

ہر حرام جانور کا نام اگر آپ بتاتے تو پھر قیامت تک آنے والے ہر جانور کے نام کے لیے ایک بہت بڑی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی اور ہر حرام پرندے کے نام کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک ہی اصول میں ہر حرام جانور اور ہر حرام پرندے کی وضاحت فرمادی۔

اسی طرح آپ نے جو خبریں دیں ان میں بھی جامعیت ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد:

---

❶ ابن حبان موارد الظمان ۱/ ۱۶۸، ح: ۷۱)

❷ صحیح مسلم: ۱۹۳۲

[لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَ تَرُوحُ بِطَانًا] [1]

اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن کا ابن رجب نے اربعین نووی میں اضافہ کیا ہے۔

آپ اپنی عقل سے سوچیں کہ اس کائنات میں تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں ان کا وجود ہے ان میں نباتات ہیں، حیوانات ہیں، جمادات ہیں پھر آگے ان کی قسمیں ہیں اور قسموں کی آگے انواع ہیں۔ یعنی اتنی مخلوقات ہیں جن کا شمار انسان سے ناممکن ہے۔

تو کیا عبادات نماز، روزہ زکوۃ حج کا بھی کوئی ان کی طرح جسم یا وجود ہے جس کے متعلق کہا جائے کہ یہ اصلاً حلال میں یا یہ سب کچھ جائز ہے؟ جب ان عبادات کا وجود نباتات، جمادات وغیرہ مخلوقات کی طرح نہیں بلکہ ان کا شرعی وجود ہی وہ ہے جو شریعت نے بتایا ہے تو پھر یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ ''سب جائز ہے؟'' میں پوچھتا ہے آپ جس چیز کو کہہ رہے ہیں ''سب جائز ہے وہ چیز ہے کہاں؟ وہ کیا چیز ہے جو سب جائز ہے؟ لہٰذا یہاں لامحالہ یہی کہنا پڑے گا جو چیز شریعت میں نہیں وہ ہے ہی نہیں یعنی اس کا شرعی وجود نہیں۔ اگرچہ حسی وجود اس کا بے شک موجود ہو لیکن شریعت میں اس کا وجود نہیں۔ شریعت میں وہ مردود ہے۔

جب کہ عبادات کے متعلق قرآن نے واضح طور پر کہہ دیا ہے جو ہم نے تمھیں سکھایا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ:٢/٢٣٩)

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰكُمْ ۚ وَ إِن كُنتُم مِّن

[1] ترمذی: ٢٣٤٤، و قال حسن صحیح، ابن حبان: ٢٥٤٨، الحاکم: ٣١٨/٤، و قال هٰذا حدیث صحیح الإسناد، النسائی فی الکبریٰ، طبعة جدیدة ٣٨٩/١٠، ح: ١١٨٠٥ و إسناده حسن

قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۸)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اُسوہ حسنہ بنایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ﴾ (الاحزاب:۲۱)

اگر سب جائز ہے تو پھر نمونہ، اسوۂ حسنہ کا کیا مطلب؟ میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے نمونہ ہمیں اس لیے دیا ہے کہ ہم اس نمونہ کے مطابق عبادت کریں نہ کہ سب جائز کا رٹا لگا کر اور راگ الاپ کر دین کی اصل شکل و ہیئت ہی ختم کر دیں۔

نماز کے متعلق آپ نے فرمایا:[صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ] حج کے متعلق فرمایا: [خُذُوْا عَنِيْ مَنَاسِكَكُمْ] پھر آپ نے ہر عبادت کی تفصیل عملاً کر کے اور قولاً فرما کر بیان بھی کر دی ہیں۔

دین کامل ہے:

اگر سب جائز ہے تو پھر مجھے بتاؤ تکمیل کس چیز کی ہوئی ہے یعنی آپ سب جائز کہہ کر دین کو نامکمل اور ناقص سمجھتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ﴾ (المائدۃ:۳)

امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی معروف ترین کتاب ''الاعتصام'' (۱/۴۹) میں لکھا ہے:

[قال ابن الماجشون: سمعت مالكا يقول: من ابتدع في الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمداً ﷺ خان الرسالة لان الله يقول﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فما لم يكن يومئذٍ

دينا فلا يكون اليوم دينا]

"ابن ماجشون ؒ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک ؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے دین میں بدعت نکالی اور اسے حسنہ سمجھا تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔"

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[إِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا فَلَا تَزِيدُنَّ عَلَيْهِ] (1)

"جب میں تمہیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔"

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں کسی آدمی کو اضافہ وزیادتی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ نبی ﷺ نے جس طرح تعلیم دی اس کو من وعن اسی طرح تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ﴾ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔" یعنی دین صرف وہ ہے جو اللہ کی طرف سے آئے۔ انسان کا بنایا ہوا اور نیا ایجاد کردہ دین نہیں ہوسکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سابقہ انبیاء علیہم السلام پر اپنی ہدایت وحی کی صورت میں نازل کرتا رہا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر دین حق نازل فرما کر اس کی تکمیل کردی اور اسے ہی دین اسلام قرار دیا اور اس کے علاوہ کسی اور دین کو قبول نہیں کیا۔

مصالح مرسلہ:

مصلحت مرسلہ ایسی مصلحت کو کہتے ہیں کہ کوئی شرعی دلیل اس کے اعتبار کرنے یا اس کے ساقط کرنے پر دلالت نہ کرے۔ جب کہ وہ کسی شرعی مقصد کو پورا کرتی ہو جیسے کہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں جمع قرآن، کتابوں کا لکھا جانا اور بیت المال سے

(1) مسند احمد: ۵/۱۱، رقم: ۱۹۶۱۸)

وظیفہ لینے والوں کا ریکارڈ محفوظ کرنا۔ شریعت میں کوئی نص ان اُمور کے ثبوت یا ممانعت میں وارد نہیں۔ جہاں تک جمع قرآن کا تعلق ہے تو ذریعہ ہے اس کے محفوظ رہنے کا اور اسی کی بدولت اس کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہوا۔ اور اسی سے اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر : ۹) ''بیشک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' پورا ہوا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی تو وہ متردد تھے انہوں نے کہا میں ایسا کام کیوں کرسکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ بہتر ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس امر پر بار بار کہتے رہے حتی کہ اللہ نے مجھے شرح صدر عطا کر دی اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گیا۔ ❶

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مختلف صحیفوں میں جمع کیا تھا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے ایک مصحف میں جمع کیا۔ رجسٹروں اور ریکارڈوں کی تیاری سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ جب فتوحات بکثرت ہوئیں، غنیمت اور فئی کی صورت میں وافر مال بیت المال میں آ گیا تو لشکریوں اور بیت المال سے وظیفہ لینے والے دیگر افراد کے ناموں کا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ نظام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے پہلے وجود میں نہ آیا تھا۔ جب کہ یہ عمل ذریعہ ہے مستحق افراد کے حقوق کی یقینی ادائیگی کا۔ اور سد باب ہے ان میں سے کسی کے محروم رہ جانے کے خدشے کا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بعض بدعات کو مصالح مرسلہ میں شامل کر کے حسن قرار دیا جائے۔ اس لئے کہ مصالح مرسلہ میں شریعت کے مقرر کردہ کسی مقصد کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ اس کے بخلاف بدعات میں شریعت پہ ناقص ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں گزر چکا ہے۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب التفسیر القرآن باب قوله﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾حدیث: ٤٦٧٩.

اعتقادی، فعلی اور قولی بدعات:

بدعات کی متعدد اقسام ہیں۔ یہ اعتقادی بھی ہوتی ہیں، قولی بھی اور فعلی بھی۔ اور فعلی بدعات میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق جگہوں کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق اوقات کے ساتھ ہے۔

اعتقادی بدعت:

اعتقادی بدعات کی مثالوں میں سے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلہ وغیرہ کی بدعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کا زیادہ تر اعتماد علم کلام پر اور کچھ جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایات پر ہے۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۹۵) میں لکھتے ہیں: ''تمام علاقوں کے فقہاء محدثین کا اجماع ہے کہ علم کلام پر اعتماد کرنے والے بدعتی اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں اور ان تمام حضرات کے نزدیک بدعتیوں کا شمار علماء کے طبقات میں سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ علماء کا لقب صرف ان کے لیے ہے جو احادیث و آثار کے علم سے وابستہ ہوں اور ان میں فقہ استنباط میں مصروف ہوں اور اسی میں تخصص اور مہارت کے اعتبار سے ان کے مراتب ہوں۔''

قولی بدعت:

قولی بدعات میں ایک بدعت بول کر نیت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میں نیت کرتا ہوں کہ اتنی نماز پڑھوں، میں آج کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی قسم سے کسی کی جاہ یا ذات کا واسطہ دے کر دعا کرنا ہے۔ اسی طرح کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی ثابت سنت میں وارد نہیں ہیں۔ قولی بدعات میں سے بعض کفریہ بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً قبروں میں مدفون لوگوں کو پکارنا، ان سے مدد کا خواستگار ہونا اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کا طلبگار ہونا۔ اور اس سے ایسی چیزیں مانگنا جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگی جا سکتیں۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن:۱۸)

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

نیز فرمایا:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (النمل:٦٢)

''بھلا کون لاچار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے! ہرگز نہیں! مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔''

عملی بدعت:

عملی بدعات مکانی بھی ہیں اور زمانی بھی۔

مکانی بدعات:

یعنی جن کا تعلق مقامات کے ساتھ ہے ان میں سے ایک قبروں پر بطور تبرک ہاتھ پھیرنا اور انھیں بوسہ دینا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ ''مجموع شرح المهذب'' (۸/ ۲۰۶) میں نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کے گرد بنائی گئی دیوار کو بوسہ دینے اور اس پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''عوام کا کثیر تعداد میں مخالف شرع کاموں میں مبتلا ہونے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اس لیے عمل صرف صحیح احادیث پر اور ان کی روشنی میں علماء کے فتاویٰ پر ہوتا ہے عوام کے ایجاد کردہ اعمال اور ان کی جہالتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ]

''اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ

حَيۡثُ كُنۡتُمۡ] [1]

"میری قبر کو عید (میلہ گاہ) نہ بنا لینا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔"

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے: "ہدایت کے راستے اختیار کرو اور ان پر کاربند رہو ان پر چلنے والے اگر تعداد میں کم ہوں گے تو بھی تم پر کچھ ضرر نہیں۔ گمراہی کے راستے پر چلنے سے بچو اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تعداد سے دھوکا نہ کھاؤ۔" اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ہاتھ وغیرہ سے ان کو چھونا زیادہ باعث برکت ہے تو یہ اس کی بھول اور جہالت ہے۔ اس لیے کہ برکت شریعت کے مطابق عمل میں ہے۔ حق کی مخالفت میں فضیلت اور برکت کہاں؟ [1]

زمانی بدعت:

اوقات کے ساتھ تعلق رکھنے والی بدعات میں سے ایک میلاد کے نام سے تقریبات ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا جشن ولادت، یہ چوتھی صدی ہجری کی ایجادات میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ، آپ کے خلفاء اور آپ کے صحابہ سے اس بارے میں کچھ بھی وارد نہیں بلکہ تابعین اور اتباع تابعین سے بھی کچھ مروی نہیں۔ پہلی تین صدیاں اس بدعت کے ایجاد ہونے سے پہلے گزر گئیں۔ اس عرصہ میں تالیف ہونے والی کتابیں میلاد منانے کے تذکرہ سے خالی ہے۔ یہ بدعت چوتھی ہجری میں ایجاد ہوئی۔ عبیدی جو مصر کے حاکم تھے، اس کے موجد ہیں۔ تقی الدین احمد بن علی القمریزی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"فاطمیوں کے ہاں سارا سال میلے اور جشن جاری رہتے ہیں۔ انہوں نے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ انہی میں رسول اللہ ﷺ کا مولود، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولود، سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مولود، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا

---

[1] سنن ابی داود، کتاب المناسك حدیث: ٤٢

[2] مجموع: ٨/٢٧٥.

مولود بھی شامل تھے۔''[1]

ابن کثیر اپنی تألیف ''البدایہ والنہایہ'' میں ۵۶۷ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اسی سال ان کے آخری بادشاہ ''العاضد'' کی وفات کے ساتھ ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا؟ ان کے دور حکومت میں بدعات ومنکرات کا غلبہ رہا...... فسادیوں کی کثرت اور علماء کی قلت رہی......''

اس سے کچھ ہی پہلے ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے تمام مصر میں حی علی خیر العمل کے کلمات اذان سے نکلوائے۔

اس موضوع پر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری رحمہ اللہ کی " القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل " بہتر تألیف ہے۔

اور یہ امر تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے والدین، اولاد اور تمام جہان کی محبت سے بڑھ کر ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: [لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ][2]

''تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق چلنے کا نام ہے، نو ایجاد بدعات اختیار کرنے کا نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (ال عمرٰن: ۳۱)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری

---

[1] المواعظ بذکر الخطط والآثار: ۱/ ۴۹۰

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان باب وجوب محبة رسول الله اکثر من......: ۴۴

پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ......﴾ (محمد:۳۳)

''اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔''

جو عمل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے مطابق نہ ہو وہ عمل باطل ہے، اس کی کوئی فضیلت ہے نہ کوئی ثواب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] [1]

''جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔''

یعنی نا مقبول ہے اسے رد کر دیا جائے گا اور جو عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور حکم و اطاعت کے مطابق ہو۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (الحجرات ١٤)

''اگر تم اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ بخشنے اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، حدیث ۱۷۱۸

باب نمبر 12

اسوۂ رسول اعمال کی قبولیت کی بنیادی شرط

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۸۵)

''جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور طریق زندگی اختیار کرنا چاہے۔ اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود (نا قابل قبول):

[عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ]

''عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جو شریعت میں نہیں، وہ کام مردود ہے۔''

محض اچھی نیت کافی نہیں:

بدعات کے معاملے کو معمولی سمجھنے والوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اس کی نیت تو اچھی ہے اس لئے اس اعتبار سے اس کے عمل کو بھی اچھا ہی کہا جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقصد نیک ہونے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عمل سنت کے مطابق ہو اگر وہ عمل سنت رسول کے مطابق نہیں ظاہر وہ کتنا ہی اچھا محسوس ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عمل مردود ہوگا بلکہ وہ عمل اچھا ہو سکتا ہی نہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔ نیت اچھی ہو پھر بھی مردود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ فرمان:

[مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ] ❶

''جس نے ہمارے دین میں ایسا عمل ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔''

صحیح مسلم کے الفاظ یوں ہیں:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

''جو کوئی ایسا علم کرے جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔''

ابو بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ براء بن عازب کے ماموں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا میں نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی ہے۔ میں نے سمجھا آج کھانے پینے کا دن ہے:

[وَ أَحْبَبْتُ أَنْ تَكُوْنَ شَاتِي اَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِيْ بَيْتِي]

''میں نے یہ پسند کیا کہ آج کے دن سب سے پہلے میرے گھر میں ذبح ہو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی:

[فَاِنَّهَا شَاةُ لَحْمٍ]

''یہ صرف بکری کا گوشت ہے۔''

[لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ مِن شَيْءٍ] ❷

''قربانی میں سے کچھ نہیں۔''

فائدہ = اس صحابی کی نیت بہت اچھی تھی لیکن عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نہیں تھا تو آپ نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قربانی ہے ہی نہیں۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئی ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۰/ ۱۷) میں لکھا ہے:

''شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ کا قول ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ عمل اگر چہ اچھی نیت سے کیا گیا ہو اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہو۔''

---

❶ صحیح البخاری: ۲۶۹۷، مسلم: ۱۷۱۸

❷ صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الأکل یوم النحر، رقم: ۹۵۵، مسلم: ۱۹۶۱

«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِیْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهٗ بَعْدَ ذَالِكَ إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ «اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰئِكَ الْعُصَاةُ» [1]

''جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں فتح مکہ کے لئے (مدینہ سے) نکلے تو آپ ﷺ نے روزہ رکھا جب کراع غمیم (جگہ کا نام) پہنچے تو لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگا کر اونچا کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اس (پیالہ) کو دیکھ لیا پھر آپ ﷺ نے پی لیا بعد میں آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ لوگ نافرمان ہیں، یہ لوگ نافرمان ہیں۔''

فائدہ= ان لوگوں کی نیت بڑی اچھی تھی اور عمل بھی بہت اچھا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ کے مطابق نہیں تھا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے روزہ رکھ کر بہت اچھا کام کیا ہے بلکہ آپ نے ان کو نافرمان کہا۔

[عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِیْ سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا اَصْحَابُهٗ فَقَالَ: اَتَخَلَّفُ فَاُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ۔ فَلَمَّا صَلّٰى مَعَ النَّبِیِّ ﷺ رَاٰهُ فَقَالَ لَهٗ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَغْدُوَ مَعَ اَصْحَابِكَ؟ فَقَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ

[1] صحیح مسلم، باب جواز الصوم والفطر حدیث: ۱۱۱٤

مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ۔ فَقَالَ: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِيْ الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ] ❶

''سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کو جمعہ کے دن ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا۔ پس صبح کے وقت اس کے ساتھی چل پڑے اور عبداللہ نے کہا: میں پیچھے رہوں گا۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھوں گا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو جا پکڑوں گا۔ جب عبداللہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر چکے تو آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: عبداللہ! تجھے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صبح جانے سے کس چیز نے روکا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ تھا آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ لوں گا اور پھر ساتھیوں سے بھی جاملوں گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر دے تب بھی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح جانے کا ثواب نہ پاسکے گا۔''

فائدہ = عبد اللہ بن رواحہ کی نیت بہت اچھی تھی، عمل بھی بہت اچھا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق نہیں تھا تو آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا بلکہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا جنھوں نے میری بات تسلیم کی اور کوچ کر گئے۔

❶ سنن ترمذی، ابواب الجمعة: باب ماجاء فی السفر یوم الجمعة۔ حدیث صحیح۔ صحیحه الشیخ احمد شاکر فی تحقیقة علی الترمذی رقم الحدیث: ٥٢٧ وقال فی تتحقیقة علی مسند احمد "اسناد صحیح" انظر المسند الامام احمد بن حنبل رقم الحدیث: ٢٣١٧ (٤/ ٩٠) وهذا الحدیث فی المسند: ١/ ٢٥٦ ولکن الشیخ الالبانی قال "ضعیف الاسناد" انظر ضعیف الترمذی رقم الحدیث: ٨١۔ وقال الشیخ احمد شاکر "الحجاج عندنا ثقة ومع ذالك فان الحدیث له شاهد باسناد جید یدل علی صحة روایة الحجاج والحکم عن مقسم۔ ورواه البیهقی فی السنن اکبریٰ= کتاب الجمعة: باب من قال لا تجسس الجمعة عن سفر (٣/ ١٨٧) ورواه ابن عبدالحکم فی فتوح مصر علی الصفحة: ٢٩٨)

عیسائیوں کی رہبانیت:

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنٰهُ الْإِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَأْفَةً وَّ رَحْمَةً وَّرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (الحدید: ۵۷/۲۸)

ان کے بعد ہم نے لگاتار اپنے رسول مبعوث کئے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث کیا۔ اس کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی، ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا۔ جب کہ صوفیت انہوں نے خود ایجاد کر ڈالی اللہ کی خوشنودی کی طلب میں (انہوں نے اس کو اختیار کیا تھا)۔ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی پھر اس کی پابندی کرنے کا جوحق تھا اسے ادا نہ کیا۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے ان کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق تھے۔“

فائدہ= رہبانیت اختیار کرنے میں ان کی نیت اللہ کی رضامندی کا حصول تھا مگر وہ قابل قبول اس لیے نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

ورد اور ذکر رسول اللہ کے مطابق ہو:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے لوگوں کے پاس آئے جن کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ ان میں سے ایک آدمی کہتا سو بار اللہ اکبر کہو۔ اور وہ کنکریاں پر شمار کر کے سو بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر وہ کہتا سو بار لا الہ الا اللہ کہو۔ سو بار سبحان اللہ کہو۔ اور لوگ اسی طرح کرتے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: ابو عبد الرحمٰن ہم تکبیر تسبیح تھلیل

کنکریوں پر شمار کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: تو تم اپنے گناہ شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ (گناہ شمار کرنے سے اعمال ضائع نہیں ہوتے بدعت ایجاد کرنے سے گناہ ضائع ہو جاتے ہیں) اے محمد ﷺ کی امت! تم پر افسوس ہے تم اس قدر تیزی سے ہلاکت کی طرف لڑھک گئے۔ یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ وافر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے ملبوسات ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے۔ ابھی آپ ﷺ کے استعمال کے برتن بھی نہیں ٹوٹے، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقہ پر ہو جس میں ملت محمدیہ سے بھی زیادہ ہدایت پائی جاتی ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ وہ کہنے لگے ابوعبدالرحمٰن ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلائی کا ارادہ کرنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اسے پا نہیں سکتے۔ ❶

خلاف سنت نماز غیر مقبول:

ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا تھا (یعنی جلدی سے نماز پڑھ رہا تھا) جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اسے فرمایا:

«مَا صَلَّيْتَ وَ اَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ»

''تو نے نماز ہی نہیں پڑھی، راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر (یہ نماز پڑھتے پڑھتے مر جاتا تو) نبی ﷺ کے دین پر تیری موت نہ ہوتی (یعنی کافر ہو کر مرتا)۔'' ❷

غیر مسنون نماز:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پھر آ کر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا:

«اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»

❶ ملاحظہ ہو السلسلة الصحيحة لمحدث الالبانی رحمه الله: ۲۰۰۵، اس کی سند حسن ہے)

❷ صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب اذا لم يتم السجود، رقم: ۸۰۸

''واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔''

وہ چلا گیا اور نماز پڑھی اور آ کر سلام کہا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی (یعنی سنت کے خلاف پڑھی ہوئی نماز نہ پڑھنے کے برابر ہوتی ہے)

اس طرح تین بار ہوا تو وہ شخص کہنے لگا:

«وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ»

''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے زیادہ بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز سکھا دیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا...... ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِیْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا»

''جب تو نماز میں کھڑا ہوا تو اللہ اکبر کہہ (دعائے افتتاح کے بعد) جو قرآن آسان ہو پڑھ (یعنی فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ) پھر رکوع کر اور رکوع میں اطمینان کر پھر سیدھا کھڑا ہو جا پھر سجدہ کر اور سجدے میں اطمینان کر پھر اطمینان سے بیٹھ جا پھر سجدہ کر اور سجدے میں اطمینان کر پھر اپنی پوری نماز اسی طرح (اطمینان وسکون سے) پڑھتا چلا جا۔''[1]

طاقت سے زیادہ عبادت:

انس بن مالک کہتے ہیں نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوئے وہاں دوستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کیوں لٹک رہی ہے؟ صحابہ نے کہا یہ رسی زینب نے لٹکائی ہے۔(وہ عبادت کرتی ہے) جب تھک جاتی ہے تو رسی باندھ لیتی ہے۔

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب امر النبی ﷺ الذی......، رقم: ۷۹۳)

نبی ﷺ نے فرمایا:

"لَا حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ"

''اس کو اتار دو، ایسا نہ کرو اپنی ہوش و حواس کی حالت میں نماز پڑھو جب تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔'' ❶

نماز لمبی پڑھنی زیادہ عبادت کرنی حتی کہ اپنے نفس کو تکلیف میں مبتلا کرنا یہ کوئی تقویٰ نہیں، اپنے نفس کو تکلیف دے کر عبادت کرنی بظاہر بڑا محنت طلب عمل ہے لیکن شریعت میں اپنے نفس کو تکلیف دے کر زیادہ مشکل عمل کرنا کوئی ثواب والا کام نہیں۔ اجر و ثواب اسی عمل میں جو شریعت میں مسنون ہے اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

اپنی طرف سے جتنا مرضی مشکل کام کرلو کوئی اجر نہیں ملے گا:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک آدمی کھڑا تھا نبی ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا (یہ کیوں کھڑا ہے) صحابہ نے کہا یہ ابو اسرائیل ہے: [نَذَرَ أَنْ يَقُومَ وَ لَا يَقْعُدُ وَ لَا يَسْتَظِلَّ وَ لَا يَتَكَلَّمَ وَ يَصُومُ] میں نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور نہ سائے میں جائے گا اور کلام کرے گا اور روزہ رکھے گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: [مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمَ وَ لْيَسْتَظِلَّ وَ لْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ] اس کو حکم دو یہ کلام کر اور سائے میں جائے اور بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔'' ❷

فائدہ = انسان اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر کے سمجھتا ہے مجھے اس سے اجر اور ثواب ملے گا لیکن جو عمل شریعت میں مسنون نہیں اس پر قطعاً ثواب نہیں مل سکتا۔ خواہ مخواہ کی تکلیف ہے جتنی مرضی تکلیف اٹھا لے۔ اجر اور ثواب کوئی نہیں۔

---

❶ بخاری کتاب الجمعة باب ما یکره من التشدید فی العبادة، حدیث: ١١٥٠

❷ صحیح البخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فیما لا یملک، حدیث: ٦٧٠٤

نبی ﷺ پر سلام بھیجنے کا محل یہ نہیں:

«عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ سَالِمٌ وَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ مِمَّا قُلْتُ لَكَ قَالَ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ لَمْ تَذْكُرْ اُمِّيْ بِخَيْرٍ وَ لَا بِشَرٍّ قَالَ اِنَّمَا قُلْتُ لَكَ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ «وَعَلَيْكَ وَ عَلٰى اُمِّكَ» ثُمَّ قَالَ «اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ» قَالَ فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ «وَلْيَقُلْ لَهٗ مَنْ عِنْدَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَ لْيَرُدَّ يَعْنِيْ عَلَيْهِمْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ» [1]

”ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سالم بن عبید کے پاس تھے کہ ایک آدمی نے چھینک ماری اور کہا: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ] سالم رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا[وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ] (یعنی تجھ پر اور تیری ماں پر بھی سلام) پھر کہا جو میں نے کہا شاید اس پر تجھے ناگواری محسوس ہوئی ہے۔ آدمی نے جواب میں کہا میری خواہش تھی کہ تم میری ماں کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کرتے نہ کہ برے الفاظ سے۔ تو سالم رضی اللہ عنہ نے کہا: ”سنو میں نے یہ جواب اس لئے دیا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے چھینک ماری اور [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ] کہا، تو اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے بھی یہی جواب دیا[وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ] (لہٰذا میں نے بھی ویسا ہی کہا ہے) اور پھر نبی اکرم ﷺ نے اسے بتایا:” جب چھینک مارو، تو [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ]

[1] ابوداؤد کتاب الأدب باب ما جاء فی تشمیت العاطس، حدیث: ۵۰۳۱

کہو۔'' راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض دیگر حمد کے کلمات کا بھی ذکر کیا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: '' چھینکنے والے کے پاس جو شخص موجود ہو اسے [یَرْحَمُكَ اللّٰهُ] کہنا چاہیئے اور چھینکنے والے کو پھر [یَغْفِرَاللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ] کہنا چاہیئے۔''

« عَنْ نَافِعٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما وَ اَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ لَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ » [2]

'' نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری اور کہا [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ] تو میں بھی کہتا ہوں (یعنی مجھے بھی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں) لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں سکھایا ہے (چھینک کے بعد) ہم [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ] کہیں (لہٰذا جو سنت طریقہ ہے وہی اختیار کرو)''

نبی ﷺ نے اپنے طریقے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روگردانی کو ناپسند کیا:

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کوئی کام کیا پھر اس میں لوگوں کو بھی رخصت دی (کہ وہ کریں) لیکن کچھ لوگوں نے اس سے کنارہ کشی کی تو آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا:

« مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهٗ »

'' ان لوگوں کو کیا ہوا کہ اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں نے کی ہے۔''

---

[2] ترمذی، کتاب الادب، باب ما یقول العاطس اذا عطس، حدیث: ۲۷۳۸

«فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَ اَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً»

''حالانکہ اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ اللہ کریم کے بارے میں جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' ❶

سنت کی پیروی بدعت سے بچاتی ہے:

ابوصلت فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں اس نے تقدیر کے بارے میں کوئی سوال کیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسے جواب دیتے ہوئے یہ لکھا:

«اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِقْتِصَادِ فِيْ اَمْرٍ هُوَ اِتِّبَاعُ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ وَتَرْكِ مَا اَحْدَثَ الْمُحْدِثُوْنَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهٖ سُنَّةٌ وَكُفُوْا مُؤْنَتَهٗ فَعَلَيْكَ بِلُزُوْمِ السُّنَّةِ فَاِنَّهَا لَكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ عِصْمَةٌ» ❷

''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا ڈر (تقویٰ) پیدا کرو، معاملات میں میانہ روی اختیار کرو، اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرو اور سنت کے مقابلے میں لوگوں نے جو نئی چیزیں پھیلا رکھی ہیں، ان سب سے بچو۔ اگر سنت کی پیروی کرو گے تو اللہ کے حکم سے یہ تمہیں گمراہ ہونے سے بچائے رکھے گی۔''

«عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِنَ السُّنَّةِ مِثْلُهَا فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ»

''غضیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو قوم کوئی بدعت جاری کرے، ان سے اس بدعت کے مقابلے میں سنت اٹھالی جاتی ہے، پس سنت کو لازم پکڑنا بدعت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔'' ❸

---

❶ صحيح البخاری، كتاب الاعتصام، باب ما يكره من التعمق، رقم: ٧٣٠١

❷ ابو داؤد، كتاب السنة، باب من دعا الى السنة (ح: ٤٦٠١، ٤٦١٢

❸ مسند احمد: ٤/١٠٥، فتح الباری: ١٣/٢٦٧، فيض القدير: ٥/ ٤١٢، ٤١٣

غضیف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ان کے دور میں عبدالملک بن مروان نے بعض بدعات شروع کر دیں اور غضیف کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے ساتھ شرکت کریں مگر غضیف نے ان کے خلاف سنت کاموں میں شرکت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور انہیں بدعت قرار دیتے ہوئے یہ حدیث نبوی سنائی۔

اللہ، رسول کا ایک ہی ضمیر میں ذکر:

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خطبہ دیا تو اس نے کہا:[مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ قُلْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ]

”تو بہت برا خطیب ہے۔“[وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ] کہو۔“ ❶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برا خطیب اس وجہ سے کہا تھا کہ اس نے اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں برابر کر دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ اللہ کا نام پہلے بیان کر پھر اس پر رسول کو معطوف کر۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے۔ (نووی)

فائدہ = نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک ہی ضمیر میں اپنے آپ کو اللہ کے برابر ہونا بھی اچھا نہ سمجھیں اور ایسے خطیب کو برا کہیں اور ہم اللہ نبی کو ایک ہی انداز میں برابر قرار دیں اشتہارات میں، دوکانوں میں ایک طرف یا اللہ دوسری طرف یا محمد لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر قرار دیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیں۔

ترتیب بھی بدلنے نہیں دی:

« عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ « بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسَةٍ عَلٰى اَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ وَ إِقَامِ الصَّلَاةَ وَ إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ

❶ صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوة والخطبة حدیث

رَمَضَانَ وَالْحَجِّ » فَقَالَ رَجُلٌ : اَلْحَجِّ وَصِيَامِ رَمَضَانَ ، قَالَ: لَا صِيَامِ رَمَضَانَ وَ الْحَجِّ هٰكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ » ❶

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ، اللہ تعالیٰ کی توحید، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے اور حج ادا کرنا۔'' ایک آدمی نے (بات دہرا کر) پوچھا: '' حج اور رمضان کے روزے؟'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(نہیں) رمضان کے روزے اور حج ، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس ترتیب سے حدیث سنی تھی۔''

ایک لفظ بھی بدلنے نہیں دیا:

[عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَ كَ لِلصَّلٰوةِ ' ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ ' ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ ' وَالْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ ' رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ ' لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا اِلَّا اِلَيْكَ ' اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ ' وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ "۔ فَإِنْ مُتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَاَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ ' وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ۔ قَالَ فَرَدَّدْتُّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ' فَلَمَّا بَلَغْتُ: اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ ' قُلْتُ: [وَرَسُوْلِكَ] قَالَ: لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ] ❷

''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے براء!

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الإسلام، حدیث: ١٦

❷ رواه البخاری= کتاب الوضوء: باب فضل مَنْ باتَ عَلَى الوضوء رقم الحديث: ٢٤٧، ٥٩٥٢، ٥٩٥٤، ٥٩٥٦، ٧٠٥٠۔ وروَاهُ مسلم= کتاب الذکر والدعاء والتوبة: باب ما يقول عندالنوم واخذ المضجع ' رقم الحديث: ٢٧١٠ ۔ورواه الترمذی ایضا)

) جب تو اپنے بستر پر آئے تو جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کر، پھر اپنی دائیں جانب لیٹ جا۔ پھر یہ کلمات پڑھ۔'' میں نے اپنے چہرے کو تیری طرف مطیع کر دیا' اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا' اپنی پشت تیرے سپرد کر دی' تیری طرف رغبت اور خوف کی بناء پر' پناہ اور نجات کا ٹھکانا تیرے سوا کہیں نہیں۔ اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے (ہماری طرف) بھیجا۔'' آپ نے فرمایا اگر تو اس رات فوت ہوجائے، تو تو فطرتِ (اسلام) پر ہوگا' تاہم ان کلمات کو اپنی ساری گفتگو کے آخر میں رکھ۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے وہ کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دہرائے' جب میں ان کلمات پر پہنچا کہ'' اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ہے'' پھر میں نے کہا: ''اور تیرے رسول پر'' تو آپ نے کہا کہ نہیں (یوں کہہ) ''اور تیرے نبی پر' جس کو تو نے بھیجا۔''

کیا بدعتی وہ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوئی:

« سُئِلَ الْإِمَامُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! مِنْ أَيْنَ أُحْرِمُ ؟ قَالَ: مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ حَيْثُ أَحْرَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : إِنِّيْ أُرِيْدُ اَنْ اُحْرِمَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ عِنْدِ الْقَبْرِ، قَالَ: لَا تَفْعَلْ وَ إِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكَ الْفِتْنَةَ، فَقَالَ : وَاَيُّ فِتْنَةٍ فِيْ هٰذَا ؟ إِنَّمَا هِيَ أَمْيَالٌ أُرِيْدُهَا، قَالَ: وَ أَيُّ فِتْنَةٍ اَعْظَمُ مِنْ اَنْ تَرَى اَنَّكَ سَبَقْتَ فَضِيْلَةً قَصُرَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ إِنِّيْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (رواہ فی الإعتصام)

'' امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:''اے ابو عبداللہ! میں احرام کہاں سے باندھوں؟'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:'' ذوالحلیفہ سے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔'' اس آدمی نے کہا:''میں مسجد نبوی ﷺ میں روضۂ رسول کے قریب سے باندھنا چاہتا ہوں۔'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:''ایسا مت کرنا، مجھے تمہارے فتنہ میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے۔'' اس آدمی نے عرض کیا:'' اس میں فتنے کی کون سے بات ہے کہ میں نے چند میل پہلے (احرام باندھنے) کا ارادہ کیا ہے۔'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:''اس سے بڑا فتنہ کیا ہوسکتا ہے کہ تم یہ سمجھو (کہ احرام باندھنے کے ثواب میں) نبی پر سبقت لے گئے ہو جس سے نبی اکرم ﷺ قاصر رہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے:''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی فتنے یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں۔''

اللہ کے علاوہ رب:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبة ٩/ ٣١)

''انہوں (یہود و نصاری) نے اپنے علماء اور صوفیوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا تھا اور مسیح بن مریم کو بھی۔ جب کہ انہیں تو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ (اس لئے) کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ان کے ہر شرک سے پاک ہے۔''

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ وَفِيْ عُنُقِيْ صَلِيْبٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ: يَا عَدِيُّ ! اِطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِيْ سُوْرَةِ

بَرَاءَ ةٍ: ﴿اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(التوبة ٩/ ٣١) قَالَ اَمَّا اِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ][1]

''سیدنا عدی بن حاتم فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! یہ بت اپنی گردن سے اتار کر پھینک دے۔ نیز میں نے آپ سے سنا، آپ سورۂ براءت کی آیت تلاوت فرما رہے تھے: انہوں نے اپنے درویشوں اور صوفیوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا تھا۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: وہ ان کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ (رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ جس کو حلال قرار دے دیتے اس کو حلال سمجھتے اور وہ (درویش اور صوفی) جس کو حرام کہہ دیتے اس کی حرام سمجھتے۔ (یہی ان کو رب بنایا تھا۔ جو بہت بڑا شرک ہے۔تقلید شخص ہو بہو یہی چیز ہے)''

تہتر فرقے اور یہودیت کی مماثلت:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذَالِكَ۔ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً۔ قَالُوْا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! قَالَ: ما اَنَا عَلَيْهِ

[1] رواه ترمذي۔ ابواب التفسير: ن سورة التوبة۔ حديث حسن۔ انظر صحيح الترمذي رقم الحديث: ٢٤٧١

وَاَصۡحَابِیۡ] [1]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر وہی حالت آئے گی جو بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ بالکل ایسے جیسے جوتے کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنو اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو میری امت میں بھی ایسا (بد بخت) ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ بے شک بنواسرائیل بہتر (۷۲) جماعتوں میں تقسیم ہوگئے، جب کہ میری امت تہتر (۷۳) جماعتوں میں تقسیم ہوگی، سب کے سب آگ میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ (ایک) کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا عمل میرے اور میرے صحابہ جیسا ہوگا۔''

[عَنۡ اَبِیۡ عَامِرِ الۡھَوۡزِنِیِّ عَنۡ مُعَاوِیَةَ اَنَّهٗ قَامَ فِیۡنَا فَقَالَ: اَلَآ اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ قَامَ فِیۡنَا فَقَالَ: اَلَآ اِنَّ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتَابِ اِفۡتَرَقُوۡا عَلٰی ثِنۡتَیۡنِ وَسَبۡعِیۡنَ مِلَّةً وَاِنَّ ھٰذَا الۡمِلَّةَ سَتَفۡتَرِقُ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبۡعِیۡنَ۔ ثِنۡتَانِ وَسَبۡعُوۡنَ فِیۡ النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِیۡ الۡجَنَّةِ وَھِیَ الۡجَمَاعَةُ۔

زَادَ ابۡنِ یَحۡیٰی وَعَمۡرٌو فِیۡ حَدِیۡثِھِمَا وَاَنَّهٗ سَیَخۡرُجُ فِیۡ اُمَّتِیۡ اَقۡوَامٌ

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الایمان: باب ما جاء فی افتراق ھذہ الامۃ، حدیث مرعاۃ المفاتیح الشیخ عبید اللّٰہ المبارکفوری وقال: وقد ظھر بما ذکرنا من الکلام فی احادیث ھؤلاء الصحابة ان بعضھا صحیح، وبعضھا حسن، وبعضھا ضعیف، وتحصل منه ان حدیث افتراق الامة صحیح من غیر شك۔ انظر مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح= کتاب الایمان: باب الاعتصام بالکتاب والسنة/ الفصل الثانی للّٰه۔ ورواہ الطبرانی فی الاوسط (٥/ ٤٦٠، ٨/ ٤٠٩) بتحقیق الدکتور محمد الطحان، وفی الصغیر (١/ ٣٥٦) وفیه " مَا اَنَا عَلَیۡهِ الۡیَوۡمَ وَاَصۡحَابِیۡ "

تَجَارٰی بِهِمُ تِلْكَ الْاَهْوَآءُ كَمَا يَتَجَارٰی الْكَلَبُ لِصَاحِبِه " وَقَالَ عَمْرٌو: اَلْكَلَبُ بِصَاحِبِه لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرُقٌ وَلَا مَفْصَلٌ اِلَا دَخَلَهٗ] ●

''ایک تابعی ابو عامر الھوزنی سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خبردار! بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: خبردار! بلاشبہ تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور بلا شبہ یہ ملت (امت محمدیہ) تہتّر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ بہتر (۷۲) تو جہنم کی آگ میں چلے جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ گروہ ''جماعت'' ہوگا...... ابن یحیٰی اور عمرو یہ الفاظ زیادہ روایت کرتے ہیں: میری امت میں ایسی قومیں نمودار ہونگی کہ جن میں خواہشات اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح ہڑک کی بیماری والے میں ہڑک سرایت کر جاتی ہے (ہڑک ایک خطرناک بیماری ہوتی ہے جس میں مریض پاگل سا ہوجاتا ہے، پانی پینا چھوڑ دیتا ہے اور بالآخر پیاسا مر جاتا ہے۔ یہ بیماری اس مریض کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے)۔ عمرو نے کہا: ہڑک کی بیماری والے کی کوئی رگ اور جوڑ نہیں بچتا مگر یہ بیماری ہر رگ اور جوڑ میں داخل ہوجاتی ہے۔''

سلام کے بعد بائیں طرف سے بھی گھوم سکتا ہے:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

● سنن ابو داؤد، کتاب السنة: باب شرح السنة: حدیث حسن۔ انظر سلسلة الاحادیث الصحیحة رقم الحدیث: ۲۰۴ وصحیح ابی داؤد رقم الحدیث: وصحیح الجامع الصغیر: رقم الحدیث: ۲۶۴۱ ورواہ احمد فی المسند ایضاً

«لَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمُ لِلشَّيُطَانِ شَيْئًا مِنُ صَلَاتِهِ......»

’’تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں خواہ مخواہ شیطان کا حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس پر ضروری ہے کہ (نماز کے بعد) صرف اپنی داہنی طرف سے گھومے گا کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو اکثر اپنی بائیں طرف سے گھومتے دیکھا تھا۔ ❶

ایک جنتی صحابی:

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ اگر میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّ تُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَ تُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَ تَصُومُ رَمَضَانَ»

’’تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور فرض نماز پڑھا کر اور فرض زکوٰۃ دیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر۔ اعرابی نے کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس سے زیادہ (عبادت) نہیں کروں گا پھر جب وہ چل دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا»

’’جس شخص کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ وہ اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔‘‘ ❷

صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ٹھیک نہیں ہے:

ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن ان کے

❶ صحیح البخاری، کتاب الاذان باب الانفتال والانصراف عن الیمن والشمال: ۸۵۲

❷ صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ: ۱۳۹۷

ہاں تشریف لے گئے اور وہ روزہ سے تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا تم کل روزہ رکھنا چاہتی ہو؟ تو انہوں نے پھر عرض کی کہ نہیں: تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[فَاَفْطِرِیْ] (اگر نہیں) تو تم آج کا روزہ بھی نہ رکھو۔ ❶

باب نمبر 12

ترک تقلید

تقلید کا لغوی معنی:

لغت کی ایک مشہور کتاب " المعجم الوسیط" میں لکھا ہوا ہے:

[و……(قلّد)……فلانًا: اتَّبَعَهُ فِيمَا يَقُوْلُ أَوْ يَفْعَلُ، مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ وَّ لَا دَلِيْلٍ] ❶

''اور فلاں کی تقلید کی۔ بغیر حجت اور دلیل کے اس کے قول یا فعل کی اتباع کی۔''

دیوبندیوں کی لغت کی مستند کتاب ''القاموس الوحید'' میں لکھا ہوا ہے:[قَلَّدَ، …… فُلَانًا] تقلید کرنا، بلا دلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا۔''

''التقلید'' بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی (۲) نقل (۳) سپردگی۔'' ❷

'' مصباح اللغات'' میں لکھا ہوا ہے:[وَ قَلَّدَهُ فِيْ كَذَا] اس نے اس کی فلاں بات میں بغیر غور وفکر کے پیروی کی۔'' (ص:۷۰۱)

عیسائیوں کی ''المنجد'' میں ہے:[قَلَّدَهُ فِيْ كَذَا] ❸

''کسی معاملے میں بلا غور وفکر کسی کی پیروی کرنا۔''

''حسن اللغات (جامع) فارسی اردو'' میں لکھا ہوا ہے:''……(۴) بے دلیل کسی کی پیروی کرنا۔'' ❹

---

❶ معجم الوسیط، ص:٧٥٤،مطبوعه، دار الدعوة،مؤسسة ثقافية استنبول،ترکی

❷ القاموس الوحید، ص:١٣٤٦، مطبوع، ادارہ اسلامیات لاہور ، کراچی)

❸ المنجد،عربی،اردو،ص:٨٣١، مطبوعه، دار الاشاعت کراچی)(الحدیث،زبیر علی زئی ﷾)

❹ حسن اللغات، ص:٢١٦

جامع اللغات اردو میں ہے۔ ”تقلید: پیروی کرنا، قدم بقدم چلنا، بغیر تحقیق کے کسی کی پیروی کرنا۔“ ❶

تقلید کی اصطلاحی تعریف:

علماء نے تقلید کی اصطلاحی کئی تعریفیں کیں ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے: محمد عبید اللہ الاسعدی فرماتے ہیں: ”تقلید کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کسی کی بات کو بے دلیل مان لینا۔

تقلید کی اصل حقیقت یہی ہے لیکن فقہاء کے نزدیک اس کا مفہوم ہے، کسی مجتہد کے تمام یا اکثر اصول و قواعد یا تمام یا اکثر جزئیات کا اپنے آپ کو پابند بنا لینا۔ (اصول الفقہ، ص: ۲٦۷، اس کتاب پر محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے تقریظ لکھی ہے)

مسلم الثبوت میں لکھا ہے:

[التَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ]

یہی وجہ ہے کہ مقلد ہی کے نزدیک اس کے امام کی بات حرف آخر ہوتی ہے۔

قاضی زاہد الحسینی دیوبندی لکھتے ہیں: ” حالاں کہ ہر مقلد کے لیے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے:

[أَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُهُ قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ]

اب اگر ایک شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہونے کا مدعی ہو اور ساتھ ہی وہ امام ابوحنیفہ کے قول کے ساتھ یا علیحدہ قرآن و سنت کا بطورِ دلیل مطالبہ کرتا ہے تو وہ بالفاظِ دیگر اپنے امام اور راہنما کے استدلال پر یقین نہیں رکھتا۔ ❷

حافظ عبد المنان صاحب نور پوری حفظہ اللہ نے تقلید کے تمام مباحث کو سامنے رکھ کر خلاصہ یہ نکالا ہے کہ تقلید کا مطلب: [قُبُوْلُ قَوْلٍ يُّنَافِيْ الْكِتَابَ اَوِ السُّنَّةَ]

”کتاب و سنت کے منافی کسی قول کو قبول کرنا۔“

---

❶ جامع اللغات ص: ١٦٦، مطبوعہ: دار لاشاعت، کراچی، (بحوالہ زبیر علی زئی حفظہ اللہ)

❷ مقدمہ، کتاب: دفاع امام ابوحنیفہ از عبد القیوم حقانی، ص: ۲٦

کیونکہ..................!!

① جو بات کتاب وسنت کے مطابق ہوگی وہ تو اللہ و رسول کی اطاعت ہوگی تقلید تو نہیں ہوگی۔

② جو بات کتاب وسنت کے مطابق ہوگی وہ با دلیل ہوگی کتاب وسنت اس کی تائید کرے گی جب کہ تقلید بے دلیل بات کو ماننے کا نام ہے۔

③ کتاب وسنت کی بات اگر کوئی عیسائی بھی بتائے (مثلاً وہ کہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھو) اسے قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ بات اللہ اور اللہ کے رسول کی بتا رہا ہے، یہ کوئی اس کی تقلید نہیں جب کہ تقلید میں ایک ہی شخص کی بات ماننا ضروری ہوتا ہے دوسرا خواہ کتاب وسنت کی بات بتائے نہیں مانا جاتا۔

نتیجہ! تقلید ہوتی ہی وہاں ہے جہاں کتاب وسنت کے خلاف بات ہو جو موافق ہوگی وہ کتاب وسنت کی اتباع ہوگی تقلید نہیں ہوگی۔

کامیاب و کامران زمانہ بغیر تقلید کے

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب:۷۱)

''جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی وہ بڑی عظیم کامیابی پا گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی و ہدایت کے لیے انبیاء و رسل اور صحف و کتب کا سلسلہ جاری فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں مختلف قوموں بلکہ ہر قوم کے درمیان اپنے رسل مبعوث فرمائے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ نبی آخر الزمان، امام الانبیاء، امام الاتقیا، خاتم الرسل، محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جو نمونہ کامل، مطاع اور امام بنایا وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی ایک بھی ایسا انسان نہیں کہ جس کی اتباع، اطاعت، اقتداء، فرمانبرداری و پیروی کو اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے فرض و لازم اور واجب کیا ہو، جی ہاں کوئی ایک بھی ایسا انسان نہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف دعوت دیتے رہے، جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور صحابی رضی اللہ عنہ ہونے کا شرف حاصل کیا ان کا بھی یہی عقیدہ و ایمان رہا ہے کہ محمد ﷺ کی اطاعت رہتی دنیا تک کے انسانوں پر فرض ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نہیں جس کی ... پیروی

فرض یا واجب ہو، پھر جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ ﷺ کے دور میں اسلام قبول کیا، پھر جنھوں نے ان تابعین کی دعوت پر اسلام قبول کیا، ان کا بھی یہی عقیدہ و ایمان رہا، وہ بھی نمونہ کامل، مطاع اور امام محمد ﷺ ہی کو سمجھتے تھے اور اس طریق حق پر قائم رہے، اور چار سو سال تک یہ سلسلہ مبارکہ یوں ہی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ دور بھی آیا جو دیگر امتوں میں آتا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

[مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَ أَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَ يَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ] [1]

”مجھ سے پہلے جو بھی نبی اللہ تعالیٰ نے کسی امت میں بھیجا اس امت میں ان کے مددگار اور ساتھی ہوتے جو ان کی سنت پر عمل کرتے اور ان کے حکم کی پیروی کرتے۔ پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کرتے جن پر وہ عمل نہیں کرتے۔ (مثلاً رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ، سنت پر عمل کا دعویٰ، لیکن عمل کسی اور کے طریقہ کے مطابق) اور ایسے اعمال کرتے جن کا انھیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (یعنی اپنی طرف سے نئے نئے عقائد نئے نئے اعمال و طریقے ایجاد کرتے، بدعات گھڑتے جس کی قطعاً اجازت نہیں۔“

صحابہ کرام، تابعین عظام و تبع تابعین تک یہ سلسلہ درست رہا، لوگوں کی اکثریت قرآن و سنت اور نبی کریم ﷺ کے احکام کی پیروی کرتی رہی، اتباع اور اطاعت کے لیے انھوں نے کسی اور امام کو مقرر نہیں کیا۔ ذخیرہ احادیث اور تاریخ میں اس بات کا بالکل کوئی ذکر نہیں ہے کہ انھوں نے اپنے لیے کوئی ایک امام و مطاع بنا رکھا تھا جس کی وہ تقلید کیا کرتے تھے، ہرگز نہیں۔ البتہ ان کے بعد دھیرے دھیرے ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کے بارے میں نبی ﷺ نے مطلع فرمایا تھا، ایسے لوگ جو ہر نبی ﷺ کی امت میں آتے رہے۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان، رقم: ٥٠

انھوں نے ایسے کام نہ کیے کہ جن کا انھیں حکم ملا تھا بلکہ ایسے کام کرنے لگے جن کا انھیں بالکل ہی حکم نہیں ملا تھا۔ ایسے لوگوں نے اپنی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنی درستگی احوال و اصلاح کے لیے، گمراہی و ضلالت سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام و مطاع یعنی نبی و رسول اللہ کی ذات گرامی اور آپ کی تعلیمات کو عملاً کافی نہ سمجھا بلکہ اپنی اپنی طرف سے اپنے لیے علیحدہ علیحدہ امام و مطاع ومقتدا چن لیے ان کی اطاعت و فرمانبرداری و پیروی کو اپنے آپ پر خود واجب کر لیا۔

تقلید کا ردّ قرآن سے:

1 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کر۔(سورہ بنی اسرائیل:۳٦)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے:

1. ابو حامد محمد بن محمد الغزلي(المستصفى من عُلم الاصول:۲/۳۸۹)
2. السیوطی (الرد على من اخلد إلى الارض،ص:۱۲۵، ۱۳۰)
3. ابن القيم (اعلام الموقعين:۲/۱۸۸)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں اور مقلد عالم نہیں ہوتا لہٰذا تقلید جب جہالت کا ہی دوسرا نام ہے تو اس آیت کی رو سے تقلید کرنا حرام ہوا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[أَجْمَعَ النَّاسُ أَنَّ الْمُقَلِّدُ لَيْسَ مَعْدُوْدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَ أَنَّ الْعِلْمَ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ بِدَلِيْلِه] (اعلام الموقعين)

2 ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”انھوں نے اپنے احبار(مولویوں) اور رہبان(پیروں) کو اللہ کے سوا رب

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے ردّ پر استدلال کیا ہے۔

1. ابن عبد البر(جامع البیان العلم و فضله:۲/۱۰۹)
2. ابن حزم(الاحکام فی اصول الاحکام:۲/۲۸۳)
3. ابن القیم(اعلام الموقعین:۲/۱۹۰)
4. السیوطی(باقراره، الرد علی من اخلد الی الارض:۱۲۰)
5. الخطیب البغدادی(الفقیه والمتفقه:۲/۶۶)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[وَ قَدِ احۡتَجَّ الۡعُلَمَاءُ بِهٰذِهِ الۡاٰیَاتِ فِیۡ إِبۡطَالِ التَّقۡلِیۡدِ وَ لَمۡ یَمۡنَعۡهُمۡ كُفۡرُ أُوْلٰئِكَ مِنَ الۡإِحۡتِجَاجِ بِهَا، لِأَنَّ التَّشۡبِیۡهَ لَمۡ یَقَعۡ مِنۡ جِهَةِ كُفۡرِ أَحَدِهِمَا وَ إِیۡمَانِ الۡآخَرِ ، وَ إِنَّمَا التَّشۡبِیۡهُ بَیۡنَ الۡمُقَلِّدِیۡنَ ، بِغَیۡرِ حُجَّةٍ لِلۡمُقَلِّدِ......] ❶

"علماء نے ان آیات کے ساتھ، ابطال تقلید پر استدلال کیا ہے۔ انھیں (ان آیات میں مذکورین کے) کفر نے استدلال کرنے سے نہیں روکا، کیونکہ تشبیہ کسی کے کفر یا ایمان کی وجہ سے نہیں ہے، تشبیہ تو مقلدین میں بغیر دلیل کے (اپنے) مقلد(امام، راہنما) کی بات ماننے میں ہے۔"

۳ ﴿ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ "کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔" (البقرة:۱۱۱، النحل:۶۴)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے:

1. ابن حزم (الاحکام:۶/۲۷۵)
2. الغزالی (المستصفی :۲/۳۸۹)

---

❶ اعلام الموقعین:۲/۱۹۱

③ السیوطی (الرد علی من اخلد الی الارض، ص: ۱۳۰)

نبی کریم ﷺ نے قیامت سے پہلے کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی ہے:

«فَيَبْقَى نَاسٌ جُهَّالٌ يَسْتَفْتُوْنَ فَيُفْتُوْنَ بِرَأْيِهِمْ فَيَضِلُّوْنَ وَ يُضِلُّوْنَ»

''پس جاہل لوگ رہ جائیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' ❶

④ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ ﴾ (البقرۃ:۲/۴۰)

''مومن وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان کے ساتھ ساتھ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ صحیح معنوں میں یہی لوگ ہدایت یافتہ اور اصل کامیابی سے ہمکنار ہیں۔''

مذکورہ آیت میں ﴿بِمَا اُنْزِلَ﴾ سے مراد قرآن و حدیث ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور فلاح کو کتاب و سنت کی اتباع پر موقوف کیا ہے ایسے ہی ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاۗءَ قَلِيْلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ۝ ﴾ (الاعراف:۸/۲)

''اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والے پیغامات اور احکامات کی پیروی

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یذکر من الرأی، رقم: ۷۳۰۷

کرو اور اللہ کو چھوڑ کر اولیاء کی پیروی نہ کرو تم بہت کم سمجھتے ہو۔"

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے: ﴿إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ﴾ (۱۶۱/۷) یعنی ﴿مَا أُنْزِلَ﴾ سے مراد کتاب وسنت ہے اور بس۔

[وَ دَلَّتِ الْاٰيَةُ عَلٰى تَرْكِ اِتِّبَاعِ الْاَرَاءِ مَعَ وَجُوْدِ النَّصِ]

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن وحدیث کے دلائل کی موجودگی میں علماء کی آراء کو چھوڑنا چاہیے۔"

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ بغیر دلیل کے کسی بات کو ماننا (دین کے معاملے میں) حرام ہے۔ (ابن کثیر: ۲۰۰/۲)

۵ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ (لقمان: ۲۱)

اسی طرح:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا﴾ (المائدہ: ۱۰۴/۶)

اسی طرح سورۃ البقرۃ: ۱۷۰، میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا﴾

مذکورہ بالا آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ منزل من اللہ (قرآن وحدیث) کی تابعداری کرو تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ نہیں ہم تو اس طریقہ کار پر عمل کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔

جس طرح کفر و شرک میں کتاب و سنت سے اعراض ہوتا ہے اسی طرح تقلید کا نتیجہ بھی قرآن و سنت سے اعراض ہی ہوتا ہے جس میں بڑوں کی باتوں کو چاہے وہ جیسی بھی ہوں بغیر دلیل کے لیا جاتا ہے۔ ❶

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[مَسْأَلَةٌ قَالَ عُلَمَاءُنَا قُوَّةُ اَلْفَاظِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ تُعْطِي اِبْطَالَ التَّقْلِيْدِ]

''یعنی علماء فرماتے ہیں، اس آیت کے الفاظ کی قوت تقلید کو باطل ثابت کرتی ہے۔'' ❷

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ» ❸

''تم ضرور میرے بعد یہود و نصاریٰ کے طریقہ کار کو اختیار کرو گے۔''

اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے اپنے علماء اور پیروں کو شارع کی حیثیت دی اسی طرح اس امت کے مقلدین نے بھی اپنے اماموں کو وہی حیثیت دی ہے۔

٦ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

''اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے تمام باہمی تنازعات کو قرآن و حدیث کے مطابق حل کرو ایسا کرنا اچھا بھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہترین بھی۔'' (سورة النساء: ٥٩/٤)

---

❶ دیکھیے: اعلام الموقعین: ١٨٨/٢

❷ تفسیر قرطبی: ٢١١/٢

❸ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ٣٤٥٦

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[فَمَنَعَنَا سُبْحَانَهٗ مِنَ الرَّدِّ اِلٰی غَیْرِهٖ وَ غَیْرِ رَسُوْلِهٖ وَ هٰذَا یُبْطِلُ التَّقْلِیْدَ] ❶

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے کہ ہم اپنے جھگڑے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور کے پاس لے جائیں اور یہ بات تقلید کو ختم کرتی ہے۔

7 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ○ وَ قَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَاءَ نَا فَأَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ○﴾ (سورة الاحزاب: ٣٣/٦٧،٦٦)

"جس دن جہنم میں ان کے چہروں کو الٹ پلٹ کر جلایا جائے گا تو یہ بڑے افسوس سے کہیں گے اے کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ اور اس بات کا اقرار کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے بڑوں اور لیڈروں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں گمراہی کے راستے پر ڈال دیا۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[وَ هٰذَا نَصٌّ فِیْ بُطْلَانِ التَّقْلِیْدِ] ❷

"یہ آیت تقلید کے باطل ہونے پر واضح دلیل ہے۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں اگر کوئی کہے کہ اس آیت میں تو اس تقلید کا ردّ ہے جو آدمی کو گمراہ کرتی ہے جب کہ ہم تو ایسی تقلید کرتے ہیں جو ہمیں ہدایت دکھاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت صرف اور صرف قرآن و حدیث کی تابعداری میں مضمر ہے۔ کسی تیسرے

❶ اعلام الموقعین: ٢/١٨٩
❷ اعلام الموقعین: ٢/١٨٩

کی تابعداری کا نتیجہ صرف اور صرف گمراہی ہے اگر یہ مقلد کتاب و سنت کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے تو یہ ہدایت یافتہ ہے لیکن ایسی صورت میں وہ مقلد نہیں بلکہ متبع قرآن و حدیث کھلائے گا، اور اگر قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتا تو یہ جاہل ہے اور کسی صورت میں بھی یہ نہیں جانتا کہ مقلد بن کر ہدایت پا رہا ہوں۔ یہ ان تمام اعتراضات کا جواب ہے جن میں مقلدین اپنے آپ کو ہدایت یافتہ امام کے تابع بنا کر خود کو اس امام کے بل بوتے پر ہدایت یافتہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے حصول ہدایت کے اس نرالے انداز پر جو ہر مومن کے لیے لمحہ فکریہ بن چکا ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ ''روح المعانی'' میں فرماتے ہیں:

[اسادۃ الوُلَاۃُ وَالْکُبَرَاءِ الْعُلَمَاءُ الَّذِیْن لَقَّنُوْھُمُ الْکُفْرَ وَ زَیَّنُو لَھُمْ]

''سرداروں سے مراد حکام ہے اور بڑوں سے مراد علماء ہے جو انھیں کفر کی باتیں مزین کر کے بتاتے تھے۔'' (روح المعانی)

8 فرمان باریٔ تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِھِمُ الْاَسْبَابُ ﴾ (البقرۃ:۲/۱۶۶)

''وہ وقت یاد کرو جب متبوعین (جن کی تابعداری کی گئی) متبعین (جنھوں نے تابعداری کی) سے بیزاری کا اعلان کردیں گے ادھر عذاب دیکھیں گے اور ادھر تمام اسباب ختم ہو جائیں گے۔''

اپنی بربادی کے اس جانکاہ منظر کو دیکھتے ہوئے افسوس بھرے لہجے میں دنیا میں واپس کی مشروط خواہش کریں گے کہ اس بار صرف اور صرف تیری تابعداری ہی کریں گے لیکن دارالعمل سے نکل کر دارالجزاء میں آہ و بکا کچھ کام نہیں آئے گا۔

9 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (النساء: ٤/ ٦١)

''اور جب انھیں کہا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ (یعنی قرآن و سنت) کی اتباع کرو۔ تو آپ منافقین کو دیکھ لیں گے کہ وہ آپ کی پیروی سے روگردانی کرتے ہیں۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[فَكُلُّ مَنْ اَعْرَضَ عَنِ الدَّاعِي لَهٗ اِلٰى مَا اُنْزِلَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اِلٰى غَيْرِهٖ فَلَهٗ نَصِيْبٌ مِنْ هٰذَا الذَّمِّ فَمُسْتَقِلٌّ وَ مُسْتَكْثِرٌ] ❶

'' جو شخص دعوت '' اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ'' اور ''اِلَى الرَّسُوْلِ'' سے اعراض کرے اور کسی تیسرے کی طرف متوجہ ہو جائے تو وہ اس اعراض اور توجہ کی وجہ سے قرآن کی مذمت (منافقت) کا مصداق ہے۔''

تقلید کی کہانی مقلدین کی زبانی:

① دیوبندی مسلک کے ''حکیم الامت و مجدد الملت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے قدرے تفصیل سے اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانِ فیض اقتران میں طرزِ عمل لوگوں کا یہ تھا کہ آپ کے قول و فعل کا سنتے دیکھتے اتباع کرتے، جو ضرورت ہوتی دریافت کر لیتے، اصول اسباب و علل و احکام کے نہ کسی نے دریافت کیے نہ پورے طور سے بیان کیے گئے۔ ❷

② ''بعد وفات شریف آپ ﷺ کے وقائع قدیمہ میں چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ

---

❶ اعلام الموقعین: ٢/ ٢٢٩

❷ امداد الفتاویٰ: ٥/ ٢٩٤

پہنچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنی میں غلطی ہوئی۔"●

پھر آگے لکھتے ہیں:

❸ "اور عوام جس سے چاہتے بلا تقیید وتعین کسی امام یا مفتی کے فتویٰ پوچھ کر عمل کرتے اور جس فتویٰ میں تعارض ہوتا اس میں اعدل و اوثق و احوط اقوال کو اختیار کرتے۔ مأۃ رابعہ تک یہی حال رہا، بعد مأۃ رابعہ کے قضائے الٰہی سے بہت سے امور پر آشوب پیدا ہوئے۔ تقاصر ہمم یعنی ہمتیں ہر علم میں پست ہونا شروع ہوئیں۔"❷

❹ [تعمق فی الفقه والحدیث] یعنی دونوں علموں میں افراط ہونے لگا۔ یعنی بعض فقہاء اپنے اصول ممہدہ سے حدیث صحیح کو رد کرنے لگے، اور بعض اہل حدیث ادنیٰ علت ارسال یا ادنیٰ ضعف راوی سے مجتہد کی دلیل کو باطل ٹھہرانے لگے جور قضاۃ یعنی قاضی اپنی رائے سے جس پر چاہتے تعدی کرتے۔ تعصب یعنی اپنی جماعت کو امور محتملہ میں یقیناً حق پر سمجھنا۔ دوسرے کو قطعاً باطل جاننا، جب یہ آفتیں پیدا ہوئیں جو لوگ اُس زمانے میں معتدبہ تھے انہوں نے اتفاق کیا......"●

❺ "چونکہ ائمہ اربعہ سابقین سے مذہب مشہور نہ تھا لہٰذا اُن کی تقلید پر اجماع کیا گیا اور ترک التزام مذہب واحد میں ظن غالب تلاعب فی الدین وابتغاء رخص واتباع ہونے کا تھا۔ لہٰذا التزام مذہب معین کا لابد کیا اور بدون کس غرض محمود شرعی کے اس سے انتقال وارتحال کو منع کیا گیا۔ اس وقت سے لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھے، کچھ توجہ نہ کی، قیاس منقطع ہوگیا، بہت لوگ اہل حدیث میں اس مشورت پر مصلحت کے مخالف رہے گا مگر کسی پر لعن طعن نہیں کرتے تھے۔"❹

● امداد الفتاوی: ٥/٢٩٤، ٢٩٥

● امداد الفتاوی: ٥/٢٩٦، ٢٩٧

● امداد الفتاوی: ٥/٢٩٧

● امداد الفتاوی: ٥/٢٩٧

۶ اس کے بعد آگے چل کر تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''پس کسی کو امام اعظم صاحب کی مجمل کیفیت سے ان پر ظن اصابت ورشد کا ہوا...... کسی کو امام شافعی پر ظن ہوا کسی کو امام مالک پر اور کسی کو امام احمد پر پس ہر ایک نے ایک کا اتباع اختیار کیا۔''[1]

تبصرہ: تھانوی صاحب کی طویل ترین عبارت سے چیدہ چیدہ مقامات یہاں درج کیے ہیں، بس اس طرح نبی ﷺ کے فرامین اور امر و احکام اور ان کی سنتوں پر ہی ثابت قدمی کے بجائے اس امت کی اصلاح کے لئے وہ قدم اٹھایا گیا، جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ اس طرح کہ ان لوگوں نے پچھلی امتوں کی طرح اپنے اپنے امام مقرر کر لئے اور محض اپنی مرضی سے ان کی تقلید سے نکلنے کو ناجائز و حرام تک کہا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کا حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ حکم الٰہی کے مطابق اس فتنہ و اختلاف کا حل چاہتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾(النسآء: ٥٩)

''اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو جب تمہارا کسی معاملے میں بھی اختلاف ہو جائے اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔

افسوس کہ لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے اپنے ظن کے مطابق اپنے لئے علیحدہ علیحدہ امام مقرر کر لئے۔ اشرف علی تھانوی صاحب نے واضح الفاظ میں اس کا اقرار کیا ہے کہ کسی نے امام ابو حنیفہ کو مقرر کر لیا، کسی نے امام شافعی کو اور کسی نے احمد بن حنبل اور کسی نے امام مالک کو مقرر کر لیا۔ معلوم ہوا کہ ائمہ رحمہم اللہ لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے واجب الاطاعت

[1] امداد الفتاوی کتاب البدعات ج نمبر ۵ص ۲۹۷، سوال نمبر ۲۶۸ کا جواب، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴)

امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام نہیں ہیں۔ حتی کہ خود ان ائمہ نے بھی اپنے اطاعت یا تقلید لوگوں پر واجب نہیں کی بلکہ ان میں سے کسی امام کی وفات کے سینکڑوں سال بعد اور کسی کی وفات کے پچاس سال بعد لوگوں نے خود اپنی طرف سے اپنی مرضی سے اپنے آپ پر ان کی تقلید اور پیروی کو واجب قرار دے دیا۔

ردّ تقلید پر ائمہ کے اقوال

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال:

امام ابو حنیفہ کے کئی اقوال ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

① امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پہلا قول: وہ فرماتے ہیں:

[اِذَ اصَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیُ]

''جب حدیث صحیح آجائے تو میرا مذہب وہی ہے''

یہ بات ''البحر الرائق'' کے حاشیے میں ابن عابدین نے لکھی ہے۔ابن عابدین کی کتاب ہے''رسم المفتی '' اس میں بھی انہوں نے یہ بات درج فرمائی ہے [ایقاظ همم اولی الابصار] علامہ فلانی کی کتاب ہے اس میں بھی انہوں نے یہ بات درج فرمائی ہے۔

② امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا دوسرا قول: امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

[لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّاخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ أَخَذْنَاهُ]

''کسی کے لئے یہ حلال ہی نہیں کہ وہ ہماری بات کو اخذ کرے۔ جب تک اس کو علم نہ ہو جائے کہ ہم نے وہ بات کس مقام سے اخذ کی ہے''

دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ ہماری دلیل کا اس کو پتہ چل جائے۔ تو پھر وہ بات کو اخذ کرے۔اگر اس کو ہماری دلیل کا پتہ نہیں چل رہا تو وہ ہماری بات کو نہ قبول کرے۔اور نہ اخذ کرے۔ یہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔

ایک روایت میں یہ لفظ بھی آئے ہیں۔امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

[حَرَامٌ عَلَى مَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِیُ أَنْ يُفْتِیَ بِكَلَامِیُ]

”اس شخص پر حرام ہے جو دلیل کو جانتا پہچانتا نہیں وہ میرے قول پر فتوی دے“
میرے قول پر فتوی دینا حرام ہے جتنی دیر تک میری دلیل کی پہچان حاصل نہ کرے۔

غور فرماؤ: ابو حنیفہ نے کتاب وسنت کی تاکید اور اہمیت کو کس انداز سے بیان کیا ہے؟ فرماتے ہیں: میری بات پر فتوی دینا حرام ہے۔ پہلے میری دلیل معلوم کرے پھر فتوی دے۔ کیا امام ابو حنیفہ کے اقوال پر فتوی دینے والے ان کے دلائل کو پہچان کر فتوی دیتے ہیں یا ویسے ہی دے رہے ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے غور کرو: ایک روایت میں اسی قول میں یہ اضافہ بھی ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

[فَاِنَّا بَشَرٌ نَقُوْلُ الْقَوْلَ الْيَوْمَ وَنرْجِعُ عَنْهُ غَدًا]

”ہم انسان ہیں آج ایک بات کہتے ہیں اور کل اس سے رجوع کر لیتے ہیں“

اس واسطے جس نے ہمارے قول پر فتوی دینا ہے وہ پہلے دلیل پہچانے محض وہ ہمارے قول پر فتوی نہ دیتا جائے۔ اس قول کے اندر ہی امام ابو حنیفہ کی ایک اور روایت بھی ہے۔

[وَيْحَكَ يَا يَعْقُوْبُ لَا تَكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّىْ]

”اے یعقوب (یہ امام قاضی ابو یوسف کا نام ہے) جو تو ہر بات مجھ سے سنتا ہے وہ نہ لکھا کر“

[فَاِنِّى قَدْ أَرَى الرَّأْىَ الْيَوْمَ وَأَتْرُكُهُ غَدًا]

”بسا اوقات آج میری رائے ہوتی ہے اور کل میں وہ رائے ترک کر دیتا ہوں“

تو آپ اس کو لکھ کر کیا کریں گے؟ جبکہ میں نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ اور فرمایا:

[وَأَرَى الرَّأْىَ غَدًا وَأَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ]

”اور کل میری ایک رائے قائم ہوئی ہے کل کے بعد میں اس کو ترک کر دیتا ہوں“

مقصد یہ تھا کہ رجوع کا امکان ہوتا ہے۔ [1]

اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ یہ ہے:

[1] تاریخ ابن معین ۲/۶۰۷، تاریخ بغداد: ۱۳/۴۲۴

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھتے تھے فرماتے ہیں:
[فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ] قریش نے مجھے منع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات نہ لکھا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی کوئی حالت ہوتی ہے اور کبھی کوئی فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں میں اس کو لکھ لیتا ہوں۔تو لوگوں نے مجھے اس کام سے منع کر دیا ہے کہ ہر بات نہ لکھا کر۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بات لکھ لیا کر۔میری اس زبان سے حق ہی نکلتا ہے حالت کوئی بھی ہو۔آپ حالت رضا میں ہوں یا حالت غضب میں۔زبان سے حق ہی نکلتا ہے۔

نوٹ: (رجوع والا مسئلہ اور ہے نسخ والا مسئلہ اور ہے رجوع کو نسخ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے) تو امام صاحب فرماتے ہیں: میری ہر بات نوٹ نہ کیا کر۔کیونکہ آج میری کوئی رائے ہے اور کل کوئی۔

سوچو اور غور کرو: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کتنے حکیمانہ طریقے سے کتاب وسنت کی تائید اور تاکید فرما رہے ہیں۔کہ دلیل کو جاننا اور پہچاننا ہے۔

③ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تیسرا قول: اس میں تو امام صاحب نے کمال ہی کر دی ہے۔ایسی بات کہی شاید کوئی سوچنے والا ہو وہ سوچے اور مراد پائے۔فرماتے ہیں:

[إِذَا قُلْتُ قَوْلًا يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالَى وَخَبَرَ الرَّسُولِ فَاتْرُكُوا قَوْلِي]

''میں کوئی بات کہوں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر اور حدیث کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دینا''

میرا قول ترک کر دو۔کیونکہ پہلے فرما چکے ہیں صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔اب جو قول صحیح حدیث کے خلاف ہو وہ تو پھر ان کا اپنا مذہب ہی نہیں اور امت کو بھی اس کی تلقین کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم کرنا ہے۔میری بات کو چھوڑ دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾

"رب تعالیٰ کی طرف سے جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت نازل کی گئی ہے۔امام صاحب بھی یہی فرما رہے ہیں کہ میرے قول کو ترک کر دو۔اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث کو لے لو۔

امام صاحب اب بری الذمہ ہیں۔ان پر کوئی اعتراض نہیں۔امام صاحب کے ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کئی مرتبہ ایک بات کہہ کر اس سے رجوع بھی کر لیتے ہیں یعنی امام صاحب سے بھی خطا ہو جاتی تھی، اسی لئے تو رجوع کر لیتے تھے۔اگر کتاب وسنت کے مطابق ہوتی پھر تو رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس میں کوئی عیب والی بات بھی نہیں۔اور نہ امام صاحب کی گستاخی ہے بلکہ امام صاحب کا ادب اور احترام ہی ہے۔کہ وہ امت کو کتاب وسنت کے مقام کی پہچان کروا رہے ہیں۔مجتہد سے خطا ہو جاتی ہے۔اس سے وہ معذور ہے۔اخلاص سے مسئلہ معلوم کرنے کی کوشش کریں تو اجر ان کو ضرور مل جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ »

"فیصلہ کرنے والا جب اجتہاد کرتا ہے"

« فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ »

"اور اس کا اجتہاد درست نکل آتا ہے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں"

ایک اجتہاد کرنے کا اور دوسرا فیصلہ درست ہونے کا۔موافقت کا بھی اجر ملے گا۔

« وَاِنْ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ»

"اور اگر خطا کر جائے تو اس کو ایک اجر ملے گا"

پتہ چلا مجتہد معصوم نہیں ہوتا۔ اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے چونکہ اخلاص سے

وہ اجتہاد کرتا ہے اس وجہ سے وہ معذور بھی ہے اور ماجور بھی ہے۔ایک اجر اس کومل ہی جاتا ہےلیکن اب اگرکوئی ان کی خطاِ کوتسلیم نہ کرے۔نہ کتاب وسنت کی سنتا ہے اور نہ امام صاحب کی سنتا ہےتو اس کا وبال اس پر ہی پڑ نا ہے۔جب اس کو پتہ بھی چل گیا ہے کہ یہ خطا ہے اور امام صاحب فرما کر بھی گئے ہیں۔کہ میری بات چھوڑ دو۔لیکن یہ پھر بھی نہیں چھوڑتا تو وبال اسی کے سر پر پڑنا ہے

امام مالک رحمہ اللہ کے اقوال:

① امام مالک کا پہلا قول: فرماتے ہیں:

[اِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِیءُ وَأُصِیْبُ]

''میں انسان ہوں خطا بھی کر جاتا ہوں اور درست بھی کہتا ہوں''

[فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِیْ]

''میری رائے میں غور وفکر کیا کرو''

یعنی بلا سوچے سمجھے اس کوتسلیم نہ کرو بلکہ غور کیا کرو

[فَکُلُّ مَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ]

''اور میری ہر وہ بات اور رائے جو کتاب وسنت کے موافق ہے اس کوقبول کرو''

[وَکُلُّ مَا لَمْ یُوَافِقِ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُکُوْهُ]

''اور میری ہر وہ بات جو کتاب وسنت کے موافق نہیں اس کو ترک کر دو''

کیسا دو ٹوک فیصلہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔اگر کوئی اس فیصلے کو ہی حرز جان بنائے اور اس کی حفاظت کرے تو یہ سارے بغض حسد اور کینے ،اختلافات جھگڑے ختم ہو جائیں۔امام مالک کا یہ قول ابن عبد البر کی کتاب ''جامع بیان العلم'' میں ہے۔حافظ ابن حزم کی کتاب ''الاحکام فی اصول الاحکام''میں بھی ہے،علامہ فلانی کی کتاب '' ایقاظ هِمَم أولی الابصار''میں بھی موجود ہے۔

② امام مالک کا دوسرا قول:

[لَيْسَ أَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ اَلَّا النَّبِيَّ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ]

فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے علاوہ جتنے بھی ہیں سب کی کوئی بات قبول کی جاتی ہے اور کوئی بات ترک کر دی جاتی ہے۔ایسا کوئی انسان نہیں جس کی ہر بات قبول کر لی جائے۔اور ہر بات ترک کر دی جائے سوائے نبی رحمہ اللہ کے۔ یہ شان نبی رحمہ اللہ کو حاصل ہے کہ ان کی ہر بات ماخوذ ہے۔کوئی بات بھی آپ کی متروک نہیں ہے۔بعض روایتوں میں امام مالک کے یہ لفظ بھی وارد ہوئے ہیں: [اِلَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ ﷺ]

نبی ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''مگر اس قبر والے کی بات کے''

ان کی ہر بات ماخوذ ہے۔کوئی ایک بات بھی متروک نہیں۔کیونکہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں وحی کے بغیر بولتے نہیں ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى ﴾

③ امام مالک کا تیسرا قول: ابن وہب امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں:

کہ امام مالک سے وضو میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے متعلق سوال کیا گیا [فَقَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ]امام مالک نے جواب دیا ''یہ لوگوں کے ذمے نہیں ہے'' ابن وہب فرماتے ہیں۔میں نے یہ بات سن لی بولا نہ حتی کہ لوگ ایک ایک کر کے چلے گئے (یہ بھی استاد کا ادب اور احترام ہے)[فَقُلْتُ لَهُ عِنْدَ نَا فِيْ ذٰلِكَ سُنَّةٌ] تو میں نے امام مالک سے کہا ہمارے پاس اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت موجود ہے۔امام مالک فرمانے لگے وہ حدیث اور سنت کیا ہے؟ مجھے بھی سناؤ۔(پتہ چلا کہ ان کے علم میں حدیث نہیں تھی پتہ ہوتا تو ایسا جواب کیوں دیتے) ابن وہب کہتے ہیں: پھر میں نے وہ حدیث سنائی۔

[حَدَّثَنَا لَيْثُ ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيْعَةَ وَعَمْرُوبْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ مِسْتَوْرَدِ

بينَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ]

"فرماتے ہیں ہمیں حدیث سنائی لیث ابن سعد اور ابن لہیعہ اور عمرو بن حارث نے یزید بن عمرو المعافری سے اور وہ ابوعبد الرحمٰن حبلی سے بیان کرتے ہیں اور یہ مستورد بن شداد صحابی رسول ﷺ سے بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ اپنے پاؤں کی انگلیوں کا چھنگلی انگلی سے خلال کرتے تھے۔

امام مالک یہ حدیث سن کر فرماتے ہیں [اِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَسَنٌ] یہ حدیث حسن ہے۔ اپنے پہلے فتوی سے رجوع کر لیا۔ اور فرمایا:

[وَمَا سَمِعْتُ بِهِ اِلَّا السَّاعَةَ]

"اور میں نے اس سے پہلے یہ حدیث کبھی نہ سنی تھی"

ابن وہب کا بیان ہے:

[ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدَ ذَالِكَ يُسْأَلُ فَيَأْمُرُ بِتَخْلِيْلِ الْأَصَابِعِ]

"پھر اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ سے وضو میں انگلیوں کے خلال کا مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو میں نے سنا کہ وہ اس کے کرنے کا حکم دے رہے ہیں"

دیکھو کس طرح امام مالک رحمہ اللہ اپنی بات کو چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ اس میں آدمی کی بے عزتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی عزت ہی ہوتی ہے کہ اپنی بات چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کو تسلیم کر رہا ہے۔ آئمہ اسی چیز کا امت کو درس دے کر گئے ہیں۔ علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، جامع ترمذی: ۴۰

امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال:

امام شافعی رحمہ اللہ سے کتاب وسنت کی اہمیت اور اس کی اقتداء اور اتباع کے بارے میں بکثرت اور انتہائی عمدہ اقوال منقول ہیں۔ اور ان اقوال پر ان کے متبعین کو دوسروں سے

زیادہ عمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

① امام شافعی رحمہ اللہ کا پہلا قول: فرماتے ہیں:

[مَا مِنْ أَحَدٍ اِلَّا وَتَذْهَبُ عَلَيْهِ سُنَّةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَتَعْزُبُ عَنْهُ]

''کوئی شخص ایسا نہیں جو بعض حدیثیں بھول نہ گیا ہو یا بعض حدیثیں اس پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہی ہوں''

[فَمَهْمَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَصَّلْتُ مِنْ أَصْلٍ]

''تو اگر میں نے کوئی بات کہی ہو یا کوئی اصولی قاعدہ بیان کیا ہو''

[فِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِلَافُ مَا قُلْتُ]

''اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے میری بات کے خلاف منقول ہو''

[فَالْقَوْلُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ قَوْلِيْ]

''تو بات وہی مانی جائے گی جو رسول اللہ ﷺ نے کہی ہے اور وہی میرا قول ہوگا''

② امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَّدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ]

''تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث مل جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ حدیث کو چھوڑ کر کسی اور کے قول پر عمل کرے''

③ امام شافعی رحمہ اللہ کا تیسرا قول: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[اِذَا وَجَدْتُمْ فِيْ كِتَابِيْ خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَدَعُوْا مَا قُلْتُ]

''جب تمہیں میری کتاب میں سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی بات ملے تو

تم حدیث کو لو اور میری بات کو ترک کر دو“

اور ایک دوسری روایت میں اسی قول میں ہے:

[فَاتَّبِعُوْهَا وَلَا تَلْتَفِتُوْا اِلَى قَوْلِ أَحَدٍ]

”تم حدیث کی اتباع کرو۔اور کسی دوسرے کے قول کی طرف التفات بھی نہ کرو“

④ امام شافعی رحمہ اللہ کا چوتھا قول:

[اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِىْ]

”جب صحیح حدیث ملے تو وہی میرا مذہب ہے“

⑤ امام شافعی کا پانچواں قول: امام شافعی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

['أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ وَالرِّجَالِ مِنِّىْ فَاِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ فَاَعْلِمُوْنِىْ بِهِ أَىُّ شَىْءٍ يَكُوْنُ كُوْفِيًا أَوْ بَصرِيًا أَوْ شَامِيًّا حَتّٰى أَذْهَبَ اِلَيْهِ اِذَا كَانَ صَحِيْحًا]

”تمہیں حدیث اور رواۃ کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔پس جب بھی کوئی صحیح حدیث ملے تو مجھے وہ بتاؤ۔وہ حدیث کوفی ،بصری یا شامی چاہے جو بھی ہو۔ تا کہ جب وہ صحیح ہو تو میں اسے اپنا مذہب قرار دوں“

⑥ امام شافعی رحمہ اللہ کا چھٹا قول:

[كُلُّ مَسْأَلَةٍ صَحَّ فِيْهَا الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ بِخِلَافِ مَا قُلْتُ فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْهَا فِىْ حَيَاتِىْ وَبَعْدَ مَوْتِىْ]

”جس مسئلہ میں محدثین کے نزدیک نبی ﷺ کی کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف ہو تو میں اپنے اس قول سے اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی رجوع کرتا ہوں“

⑦ امام شافعی رحمہ اللہ کا ساتواں قول:

[اِذَا رَأَيْتُمُوْنِى أَقُوْلُ قَوْلًا وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافُهُ فَاعْلَمُوْا أَنَّ عَقْلِي قَدْ ذَهَبَ]

''جب مجھے کوئی ایسی بات کہتے دیکھو جو صحیح حدیث کے خلاف ہو تو جان لو کہ میری عقل کھوگئی ہے۔''

⑧ امام شافعی رحمہ اللہ کا آٹھواں قول:

[كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلَى فَلَا تُقَلِّدُوْنِى]

''میرا قول جو بھی ہو لیکن اگر نبی ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہو تو اس صورت میں حدیث واجب الاتباع ہوگی اور میری تقلید کرنا ناروا ہوگا''

⑨ امام شافعی رحمہ اللہ کا نواں قول:

[كُلُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَهُوَ قَوْلِي وَإِنْ لَمْ تَسْمَعُوْهُ مِنِّى]

''نبی ﷺ کی ہر حدیث میرا قول ہے۔ چاہے تم نے اسے مجھ سے نہ بھی سنا ہو''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال :

① امام احمد رحمہ اللہ کا پہلا قول:

[لَا تُقَلِّدْ نِيْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذْ بِهِ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوْا]

''میری تقلید نہ کرو (پہلے نمبر پر اپنی تقلید سے منع کیا) مالک اور شافعی کی بھی تقلید نہ کرو، اوزاعی اور ثوری کی بھی تقلید نہ کرو''

(سوال پیدا ہوتا تھا کہ آپ نے چند کے نام لئے ہیں باقی کی تقلید کرلیں) فرمایا:

[وَخُذْ بِهِ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوْا]

''بلکہ تم بھی وہیں سے لو جہاں سے انہوں نے احکام لئے ہیں وہاں سے

آپ بھی لیں۔

انہوں نے احکام اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے لئے ہیں یا پھر اجتہاد سے اخذ کیے ہیں۔آپ بھی کتاب وسنت سے احکام پکڑیں یا پھر اجتہاد کریں تقلید نہیں کرنی۔تقلید سے امام احمد بن حنبل نے منع کر دیا ہے۔ایک روایت میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول بھی ہے:

[لَا تُقَلِّدُ دِيْنَكَ أَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ]

''دین کو ان آئمہ اور بزرگ علما کا مقلد نہ بناؤاور خود ان کے مقلد نہ بنو۔دین میں ان کی تقلید نہیں کرنی''

[وَمَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ فَخُذْ بِهِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ بَعْدُ الرَّجُلُ فِيْهِمْ الْمُخَيَّرُ]

''رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے جو ثابت ہو اس کو لے لو اور آگے پھر تابعین میں اختیار ہے''

ان کی باتوں کو دیکھو جو کتاب وسنت کے موافق ہیں ان کو لے لو اور جو کتاب وسنت کے موافق نہیں ان کو ترک کردو۔

ایک دفعہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

[أَلاتِّبَاعُ أَنْ يَتَّبِعَ الرَّجُلُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَنْ أَصْحَابِهِ]

''اتباع یہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے آیا ہے اس کو تسلیم کرے یہ اتباع ہے''

[ثُمَّ هُوَمِنْ بَعْدِ التَّابِعِيْنَ مُخَيَّرَ]

''پھر تابعین میں مخیّر ہے''

جو کتاب وسنت کے موافق ہے اس کو قبول کر لے گا۔اور جو مخالف ہے اس کو ترک کر

دے گا۔ صحابہ کرام میں کتاب وسنت کی ہی پابندی چلتی تھی۔

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا دوسرا قول:

[رَأْيُ الْأَوْزَاعِيِّ وَرَأْيُ مَالِكٍ وَرَأْيُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ كُلُّهُ رَأْيٌ]

"امام اوزاعی امام مالک امام ابوحنیفہ ﷭ کی رائیں یہ سب رائیں ہیں"

[فَهُوَ عِنْدِيْ سَوَاءٌ]

"میرے نزدیک یہ سب رائیں برابر ہیں"

[فَإِنَّمَا الْحُجَّةُ فِيْ الْآثَارِ]

"حجت اور دلیل آثار میں ہے"

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت میں ہے [فالرأی لیل] رائے کی حیثیت رات والی ہے اور سنت کی حیثیت دن والی ہے۔ یہ روشنی ہے۔ رائے میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔

③ امام احمد بن حنبل ﷫ کا تیسرا قول:

[مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَةٍ]

"جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت کو رد کرتا ہے وہ ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہے۔ بس وہ گرنے والا ہی ہے تباہ و برباد ہونے والا ہے"

یہ آئمہ کرام کے اقوال تھے جن میں انہوں نے امت مسلمہ کو کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی ہے۔ اور کتاب وسنت پر دوسرے اقوال کو ترک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

لہٰذا اب تقلید کا مسئلہ خود بخود واضح ہو گیا ہے کہ اس کی حیثیت کتاب وسنت میں کیا ہے۔ اور آئمہ اربعہ کے نزدیک اس کی حیثیت کیا ہے؟ یعنی تقلید بالکل ہے ہی نہیں۔ سب آئمہ تقلید سے منع کر رہے ہیں۔

ائمہ اربعہ کا صحیح پیروکار، ابن قیم ﷫ کا تبصرہ:

جو شخص علماء کے اقوال کو نصوص پر پیش کرتا ہے ان سے موازنہ کرتا ہے اور ان

میں سے جو نص کے مخالف ہو اس کی مخالفت کرے تو ان کے اقوال بے وقعت کرنے یا ان کی شان میں گستاخی کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ ان کی اقتداء کرنے والا بنتا ہے اس لئے کہ ان سب نے اسی کا حکم دیا ہے۔ تو ان کا حقیقی پیرو وہ ہوگا جو ان کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہو، نہ وہ جو اس کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو۔"

ائمہ مذاہب اربعہ کی فقہ سے اشتغال رکھنے والے بعض علماء سے بھی منقول ہے کہ وہ ائمہ کے اقوال کے دلائل صحیحہ سے ٹکراؤ کی صورت میں دلائل پر اعتماد کرتے۔

امام مالک کے اقوال کی بجائے احادیث پر عمل:

① اصبغ بن الفرج کہتے ہیں: "حالت حضر میں موزوں پر مسح نبی ﷺ اور اکابر صحابہ سے ہمارے نزدیک قوی تر ہے اور اس قدر ثابت ہے کہ ہم اس کے مقابلے میں امام مالک کے قول کی اتباع نہیں کر سکتے۔"❶

② اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (۱/۲۷٦) میں فرماتے ہیں:

"کتے کے برتن میں منہ ڈالنے کی صورت میں مالکی فقہاء اسے مٹی سے مانجھنا ضروری خیال نہیں کرتے۔ قرافی (مالکی) کہتے ہیں: اس بارے میں احادیث درجہ صحت کو پہنچتی ہیں تو ان (مالکی فقہاء) پر تعجب ہے کہ انھوں نے ان کے مطابق قول اختیار کیوں نہیں کیا۔"

③ ابن عربی مالکی کہتے ہیں:

"مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ سیدنا محمد ﷺ کے لیے خاص تھی ہم کہتے ہیں کہ جس بات پر محمد ﷺ نے عمل کیا ان کی امت کو بھی ویسا ہی عمل کرنا چاہیے کیونکہ اصل عدم خصوصیت ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لیے زمین سکیڑ دی گئی اور جنازہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہم کہتے ہیں کہ ہمارا

❶ فتح الباری: ۱/۳۰٦

رب اس پر قادر ہے اور یہ ہمارے نبی ﷺ کے شایانِ شان بھی تھا لیکن وہی بات کہو جو روایت کے ذریعے تم تک پہنچی ہے، اپنی طرف سے بات نہ بناؤ۔ اور صرف ثابت شدہ احادیث سے بات بیان کرو ضعیف روایات کو چھوڑ دو کیونکہ اس کا نتیجہ ناقابلِ تلافی نقصان کی صورت میں نکلے گا۔'' ❶

امام شافعی کے اقوال کی بجائے احادیث پر عمل:

① ابن کثیر رحمہ اللہ [والصلوۃ الوسطیٰ] کے تعین کے بارے میں بحث کا خاتمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حدیث پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ اس سے مراد عصر کی نماز ہے تو اس کو تسلیم کیے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔''

پھر امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

''میرا جو قول بھی ایسا ہو کہ جو نبی ﷺ سے بسند صحیح اس کے خلاف مروی ہو تو نبی ﷺ کی حدیث اولیت رکھتی ہے اس صورت میں میری تقلید نہ کرو۔'' نیز فرمایا: ''جب حدیث پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے اور میری رائے اس کے خلاف ہو (تو یوں سمجھو) میں اپنی اس رائے سے رجوع کر چکا ہوں اور میرا قول وہی ہے جو حدیث نبوی سے ثابت ہے۔''

یہ نقل کرنے کے بعد ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ چیز ان کی کمال امانت پر دلالت کرتی ہے۔ بعینہٖ یہی بات ان کے تمام بھائیوں یعنی ائمہ کرام نے کہی۔ اللہ کی ان پر رحمت و رضوان ہو۔ آمین۔ اسی بنیاد پر قاضی ماوردی نے دوٹوک الفاظ میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ صلاۃ وسطیٰ نماز عصر ہے حالانکہ انھوں نے جدید قول میں صراحت کی ہے کہ

---

❶ فتح الباری: [illegible]

اس سے مراد فجر کی نماز ہے اور شافعی مذہب رکھنے والے محدثین کی ایک جماعت نے بھی اس طریقہ پر ان کی موافقت کی ہے۔ و للّٰہ الحمد والمنة" ❶

④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (۲/۲۲۲) میں فرماتے ہیں:

"ابن خزیمہ نے دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اگرچہ شافعی نے اس کا ذکر نہیں کیا پس (اس کی) سند صحیح ہے اور شافعی کہہ چکے ہیں کہ سنت کے مطابق موقف اختیار کرو اور میرا قول چھوڑ دو۔"

فتح الباری (۳/۹۵) میں یہ بھی ہے کہ: "ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ عالم کے لیے حرام ہے کہ سنت معلوم ہو جانے کے بعد اس کی مخالفت کرے۔"

⑤ فتح الباری (۲/۴۷۰) میں ہے کہ بیہقی نے (معرفة السنن والآثار: ۳/٥٤، ح: ۱۹۳٤، و سنده صحيح) میں ربیع شافعی کے تلمیذ خاص) کے واسطے سے ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا: عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق ایک حدیث مروی ہے اگر ثابت ہو تو وہی میرا قول ہے۔ ان کا اشارہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف تھا۔ اس لیے شوافع پر لازم ہے کہ اس کے قائل ہوں۔

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی بجائے حدیث پر عمل:

ابن حجر رحمہ اللہ، فتح الباری (۳/۵۴۴) میں فرماتے ہیں: ھدی کو نشان لگانا سلف و خلف میں سے جمہور کا قول ہے۔ طحاوی نے "اختلاف العلماء" میں امام ابوحنیفہ سے اس کی کراہت نقل کی ہے جب کہ اس کے سوا ائمہ کا خیال ہے کہ سنت کی اتباع میں یہ مستحب ہے یہاں تک کہ ان کے شاگردان خاص محمد اور ابو یوسف بھی اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا منہج:

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم (۴/۴۹) میں اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے

❶ تفسير ابن كثير: ۱/۵۸۷، بتحقيق عبد الرزاق المهدي

کے بارے میں علماء کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ''احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ اس بارے میں دو احادیث ہیں ایک سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی اور دوسری سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی (وضوء کرنا پڑتا ہے) یہ مؤقف قوی تر ہے کہ اگرچہ جمہور اس کے خلاف ہیں۔''

ابوحنیفہ کے اقوال چھوڑ کر بھی حنفی:

متأخرین احناف نے کتنے ہی مسائل میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا، ملاحظہ فرمائیں:

① دیوبندی مکتبہ فکر کے ''شیخ الاسلام'' مفتی تقی عثانی صاحب لکھتے ہیں:

''نیز جہاں مسلمانوں کی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہو وہاں اس خاص مسئلے میں کسی دوسرے مجتہد کے قول پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے جس کی شرائط اصول فقہ و فتویٰ کی کتابوں میں موجود ہیں، چنانچہ ''علماء احناف'' نے انہی وجوہ سے بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول چھوڑ دیا ہے، مثلاً [استیجار علی تعلیم القرآن] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز تھا، لیکن زمانے کے تغیر کی وجہ سے بعد کے فقہائے حنفیہ نے اسے جائز قرار دیا، اسی طرح ''مفقود الخبر'' عنین اور متعنت وغیرہ کی بیوی کے لیے اصل حنفی مذہب میں گلوخلاصی کی کوئی صورت نہ تھی، چنانچہ متاخرین علماء حنفیہ نے ان تمام مسائل میں مالکی مذہب کو اختیار کر کے اس پر فتویٰ دیا۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت:۱۴۱) آج بھی جن مسائل میں یہ محسوس ہو کہ مسلمانوں کی کوئی واقعی اجتماعی ضرورت داعی ہے، وہاں متبحر علماء ائمہ اربعہ میں سے کسی دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔'' (ایضاً،ص:۱۴۱)

② اسی طرح ایک اور مقام پر دیوبندی ''شیخ الاسلام'' تقی عثانی صاحب لکھتے ہیں:

''چنانچہ بہت سے فقہاء حنفیہ نے اسی بناء پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ترک کر کے دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے مثلاً انگور کی شراب کے علاوہ

دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو، امام ابوحنیفہ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لیے جائز ہے، لیکن فقہاء حنفیہ نے اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ ﷺ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے۔

③ اسی طرح مزارعت امام ابوحنیفہ ﷺ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہاء حنفیہ نے امام صاحب کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصہ پیدا وار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں'' تمام متاخرین فقہاء حنفیہ امام صاحب) کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے۔''❶

تبصرہ: مفتی تقی عثمانی صاحب کی یہ تمام باتیں قابل غور ہیں خود ہی بار بار اپنے مقرر کردہ امام صاحب کی نافرمانی یا ان کے اقوال کو جانتے بوجھتے نظر انداز و ترک کرنے کا اعلان کرتے ہیں، مثلاً امام صاحب انگور کی شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کو اتنی مقدار میں پینا کہ نشہ نہ ہو، جائز قرار دیتے ہیں لیکن احناف اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مزارعت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک'' ناجائز'' حنفیوں کے ہاں جائز، لاپتہ و گمشدہ شخص کی بیوی کے لیے'' اصل حنفی مذہب'' کے عین خلاف جان چھڑا سکتی ہے۔ کتنی ایسی باتیں ہیں جو کل تک'' اصل حنفی مذہب'' میں'' ناجائز و حرام'' تھیں آج'' جائز و حلال'' ہیں یا اس کے برعکس تو پھر حنفی مذہب اصلی کہاں رہا۔؟

④ تقی صاحب لکھتے ہیں:

'' بہت سے مسائل میں مشائخ حنفیہ نے امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔''❷

یہ ایک واضح فرق ہے، اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کی اطاعت اور لوگوں کے مقرر کردہ امام کی تقلید میں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کی بات ترک نہیں کر سکتے اور بندوں

❶ تقلید کی شرعی حیثیت، ص: ۱۰۷ تا ۱۰۸

❷ تقلید کی شرعی حیثیت، ص: ۵۸

کے مقرر کردہ امام کی کئی باتوں کو خود ان کی تقلید کو واجب کہنے والوں نے بھی ترک کر دیا۔ باوجود اس کے وہ ان کی تقلید شخصی کو واجب سمجھتے ہیں۔ یاللعجب

ائمہ کی تقلید کرنے والا ان کا گستاخ ہے:

① شاہ ولی اللہ الدھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءَ كُلَّهُمْ قَدْ نَهُوْا عَنْ تَقْلِيْدِهِمْ وَ تَقْلِيْدِ غَيْرِهِمْ فَقَدْ خَالَفَهُمْ مَنْ قَلَّدَهُمْ] ❶

"یقیناً ان تمام فقہاء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے، پس جس کسی نے ان کی تقلید و پیروی کی انھوں نے ان فقہاء کی مخالفت کی۔"

② امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان:

[لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَأْخُذُ بِقَوْلِيْ مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ قُلْتُه وَنَهٰى إِلَى التَّقْلِيْدِ وَ نَدَبَ إِلَى مَعْرِفَةِ الدَّلِيْلِ] ❷

"کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ میرے قول کو لے، اس پر عمل کرے جب تک کہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ میں نے کس دلیل سے یہ بات کہی ہے۔ تقلید سے منع فرمایا اور دلیل کی معرفت حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔"

③ یہ بات مولوی احمد رضا خان بریلوی نے بھی اپنے فتاویٰ میں تحریر کی ہے۔ ❸

④ امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان:

[مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَ هُوَ مَأْخُوْذٌ مِنْ كَلَامِه وَ مَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم] ❹

---

❶ حجة الله البالغة: ١/١٥٥

❷ مقدمة عمدة الرعاية: ١/٩

❸ فتاوىٰ رضويه: ١/٧٩

❹ حجة الله البالغة ... ٧ [illegible]

"کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی بات لی بھی جا سکتی ہو اور اس پر رد بھی کیا جا سکتا ہو سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔"

⑤ امام شافعی کا فرمان:

[وَ قَالَ یَوْمًا لِلْمُزَنِی : یَا إِبْرَاھِیْمُ لَا تُقَلِّدْنِی فِی کُلِّ مَا أَقُوْلُ وَ انْظُرْ فِیْ ذٰلِكَ لِنَفْسِكَ فَإِنَّهٗ دِیْنٌ] ❶

"ایک دن اپنے شاگرد ابراہیم المزنی سے فرمایا: اے ابراہیم! میری بات کی تقلید مت کرو بلکہ خود اپنے لیے (قرآن و سنت سے) دلائل دیکھو اس لیے کہ یہ دین ہے۔"

[قَالَ صَاحِبُهُ الْمُزَنِی فِی أَوَّلِ مُخْتَصِرِہٖ...... مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الشَّافِعِیِّ نَھَی الشَّافِعِیُّ عَنْ تَقْلِیْدِہٖ وَ تَقْلِیْدِ غَیْرِہٖ] ❷

"امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد ابراہیم المزنی نے اپنی اول مختصر میں فرمایا:" جو کوئی شافعی کے علم کو چاہتا ہے (تو وہ جان لے) امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور اپنے علاوہ کسی اور کی بھی تقلید سے منع فرمایا ہے۔"

⑥ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان:

[لَا تُقَلِّدْنِی وَ لَا تُقَلِّدَنْ مَالِکًا وَلَا الْاَوْزَاعِیَّ ، وَ لَا النَّخْعِیَّ وَ لَا غَیْرَھُمْ ، وَ خُذِ الْأَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ أَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ]

"میری تقلید ہرگز نہ کرنا اور نہ ہی مالک رحمہ اللہ کی اور نہ ہی اوزاعی و نخعی کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کی تقلید کرنا اور دینی احکام وہیں سے لینا جہاں سے انھوں نے لیے یعنی قرآن و سنت سے۔" ❸

---

❶ حجة الله البالغة: ١/١٥٧

❷ حجة الله البالغة: ١/٤٤٦

❸ حجة الله البالغة: ١/١٥٧

ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف:

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

⑦ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے:

[وَ إِنْ خَالَفَ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَه اللّٰهُ صَاحِبَاهُ فِيْ ذٰلِكَ فَإِنْ كَانَ اخْتِلَافُهُمْ اخْتِلَافَ عَصْرٍ وَ زَمَانٍ كَالْقَضَاءِ بِظَاهِرِ الْعَدَالَةِ يَأْخُذُ بِقَوْلِ صَاحِبَيْهِ لِتَغَيُّرِ أَحْوَالِ النَّاسِ ، وَ فِي الْمُزَارِعَةِ وَالْمُعَامَلَةِ وَ نَحْوِهِمَا يَخْتَارُ قَوْلَهُمَا لِاجْتِمَاعِ الْمُتَأَخِّرِينَ عَلٰى ذٰلِكَ][1]

"اگر ابوحنیفہ کے صاحبین نے ابوحنیفہ کی مخالفت کی اور مخالفت کی وجہ زمانہ ہو جیسے گواہ کی ظاہری عدالت پر فیصلہ کرنا تو صاحبین کے قول پر فیصلہ ہوگا اسی طرح مزارعت اور معاملات اور ان کی طرح دیگر امور میں بھی صاحبین کا قول اختیار کریں گے متاخرین کے اس پر اجماع کی وجہ سے۔"

⑧ علامہ ابن عابدین الشامی (فتاویٰ) السراجیہ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

[وَ قِيلَ إِذَا كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ فِي جَانِبٍ وَ صَاحِبَاهُ فِي جَانِبٍ فَالْمُفْتِي بِالْخِيَارِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمُفْتِيُ مُجْتَهِدًا]

"اگر (امام) ابوحنیفہ کسی مسئلے میں ایک جانب اور ان کے صاحبین (یعنی دونوں شاگرد) دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے کہ جس کا چاہے قول لے لے۔"[2]

⑨ اسی طرح لکھتے ہیں:

[وَ قَدْ صَرَّحُوا بِأَنَّ الْفَتْوٰى عَلٰى قَوْلِ مُحَمَّدٍ فِيْ جَمِيعِ مَسَائِلِ

---

[1] فتاویٰ قاضی خان ۱/۲

ذَوِی الْأَرْحَامِ وَ فِیْ قَضَاءِ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ الْفَتْوٰی عَلٰی قَوْلِ أَبِیْ یُوْسف فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِالْقَضَاءِ کَمَا فِیْ القنیة وَالْبَزَازِیَّة أَیْ لِحُصُوْلِ زِیَادَةِ الْعِلْمِ لَهٗ بِهٖ بِالتَّجْرُبَةِ] ❶

''اور علماء نے صراحت کی ہے کہ ذوی الارحام یعنی رشتہ داری سے متعلق تمام مسائل میں امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے اور ''الاشباہ والنظائر'' کے قضاء میں ہے کہ ''قضاء'' (فیصلوں) سے متعلق تمام مسائل میں قاضی ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔ شرح البیری میں ہے کہ گواہی سے متعلق مسائل میں بھی انہی کے قول پر فتویٰ ہو گا اور سترہ (۱۷) مسائل میں زفر کے قول پر فتویٰ ہے جنھیں میں نے ایک رسالے میں تحریر کیا ہے۔''

مقلدین بھی تقلید سے بھاگ گئے:

❶ دیوبندی ''شیخ الاسلام'' مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''تمام اصول فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ تقلید عقائد اور ضروریات دین میں نہیں ہوتی۔'' ❷

❷ دیوبندی مکتبہ فکر کے موجودہ دور کے ''امام اہل سنت'' سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''بفضلہٖ تعالیٰ یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ عقائد اور اصول دین میں تقلید جائز اور درست نہیں ہے اور نہ ہی نصوص قرآن کریم اور صریح و صحیح احادیث اور اجماع امت کے خلاف مسائل میں تقلید جائز ہے۔'' ❸

❸ ان کے ''وکیل احناف'' اور ''مناظر اسلام'' امین اوکاڑوی نے لکھا:

---

❶ رد المختار: ۱/۷۱، والنسخة الاخری: ۱/۵۳) و فی شرح البیری أن الفتوی علی قول أبی یوسف أیضا فی الشهادات و علی قول زفر فی سبع عشرة مسئلة مررتها فی رسالة]

❷ تقلید کی شرعی حیثیت: ۱۱۶

❸ الکلام المفید، ص: ۲۳۵

''صرف مسائل اجتہاد یہ میں تقلید کی جاتی ہے۔'' ❶

❹ اسی طرح بریلویوں کے ''حکیم الامت'' احمد یار خان نعیمی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''تفسیر روح البیان آخر سورۃ ھود آیت: ﴿نصيبهم غير منقوص﴾ میں ہے:

[وَ فِیْ الْآیَةِ ذَمُّ التَّقْلِیْد وَ هُوَ قُبُوْلٌ قَوْلُ الْغَیْرِ بِلاَ دَلِیْلٍ وَ هُوَ جَائِزٌ فِی الْفُرُوْعِ وَالعَمْلِیَاتِ وَ لَا یَجُوْزُ فِی أُصُوْلِ الدِّیْنِ وَالإِعْتِقَادِیَات بَل لَا بُدَّ مِنَ النَّظْرِ وَالإِسْتِدْلَالِ……] ❷

''حکیم الامت'' صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا جو کچھ اس طرح ہے:

''اس آیت میں تقلید کی مذمت ہے اور تقلید کہتے ہیں کسی غیر کے قول کو بلا حجت تسلیم کرنا اور تقلید جائز ہے فروعات وعملیات میں اور جائز نہیں اصول دین اور عقائد میں بلکہ دلیل پر نظر اور استدلال لازمی ہے۔''

❺ اسی طرح نعیمی صاحب نے لکھا ہے:

''نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت ﴿فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰهِ﴾ میں ہے [هٰذه الآية تدل على أن التقليد غير كاف فى الدين و انه لابد من النظر والاستدلال] ❸

موصوف نعیمی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ لکھنے میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لی، ترجمہ کچھ اس طرح ہے: ''یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک دین میں تقلید کافی نہیں ہے اور یہ کہ تحقیق واستدلال لازمی ہے۔''

جہاں تقلید ناجائز ہے، مقلدین کا اعتراف:

الغرض مذکورہ عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل امور میں مقلدین بھی اپنے

❶ مجموعہ رسائل جدید ایڈیشن: ۱/ ۱۹

❷ جاء الحق: ۲۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

❸ جاء الحق، ص: ۲۵، پرانا نسخہ، ص: ۱۸، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص: ۲۵

بنائے ہوئے ''امام'' کی تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

① عقائد میں ② اصول عقائد میں

③ صریح احکام میں [1] ④ اصول دین میں

⑤ ضروریات دین میں۔

قصہ مختصر بقول ''وکیل دیوبندیت'' امین اوکاڑوی صرف ''مسائل اجتہادیہ'' میں تقلید کی جاتی ہے۔ بقیہ تمام امور میں اپنے بنائے ہوئے ''امام'' کی تقلید کو غیر ضروری ہی نہیں بلکہ ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں۔ واجب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یعنی مقلدین ایک طرف تو تقلید کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، دوسری طرف خود ہی تقلید کی دھجیاں اکھیڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر معاملے میں اتباع و فرمانبرداری لازمی ہے۔ خواہ وہ عقائد کے مسائل ہوں، اصول دین ہوں یا ضروریات دین، صریح احکام ہوں، ظاہری عدالت، مزارعت، قضاء شہادت، تجارت، معیشت، سیاست بلکہ تمام معاملات میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اتباع و پیروی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہے، لازم ہے کوئی صاحب ایمان یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ فلاں فلاں امور میں آپ ﷺ کے بجائے کسی اور کے قول و فعل پر فتویٰ ہوگا (نعوذ باللہ) اور نہ کوئی صاحب ایمان یہ جرأت کر سکتا ہے کہ وہ کہے کہ چونکہ فلاں فلاں دینی امور میں آپ ﷺ کے بجائے فلاں شخص کا علم و تجربہ زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ) پس اسی لیے ان امور میں فلاں شخص کے قول پر فتویٰ ہوگا جیسا کہ اپنی طرف سے مقرر کردہ ''امام'' کی تقلید کرنے والوں نے اپنے امام کے متعلق کہا اور ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اللہ کے مقرر کردہ امام محمد ﷺ کے متعلق یہ کہنا ایمان و ہدایت و اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] جاء الحق، ص: ٢٦، پرانا نسخہ، ص: ١٧، ملخصاً مکتبہ اسلامیہ

’’مثلاً انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیا کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قوت حاصل کرنے کے لیے جائز ہے لیکن فقہاء حنفیہ نے اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے۔‘‘ ❶

اب غور کیجیے! قرآن وسنت میں یقیناً ایسی کوئی دلیل نہیں کہ انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیا یا دیگر اشیاء سے تیار کردہ شراب اتنی کم مقدار میں پینا کہ نشہ نہ ہو، محض قوت حاصل کرنے کے لیے جائز ہے بلکہ دلائل قرآن وسنت کے خلاف ہیں، اس لیے تو بعد کے حنفیوں نے بھی امام صاحب کے اس قول کو چھوڑ دیا اور دیگر اشیاء سے تیار کردہ شرابیں بھی حرام قرار دے دیں۔

المقصود جب قرآن وسنت میں اس کی دلیل نہیں تو یقیناً امام صاحب (ابوحنیفہ) نے یہ فتویٰ محض اپنی رائے و قیاس سے دیا، اس کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو ہم یہ قطعاً نہیں کہتے کہ معاذ اللہ امام ابو حنیفہ نے جان بوجھ کر ہی ایسے کیا، ممکن ہے اس سلسلے میں انھیں قرآن و سنت کے دلائل سے آگاہی نہ ہو اگر وہ جانتے تو جانتے بوجھتے قطعاً یہ فتویٰ نہ دیتے۔ الغرض یہ فتویٰ ان کی اپنی رائے و قیاس سے تھا۔

---

❶ تقلید کی شرعی حیثیت ۷۸

تقلید جامد

قرآن و حدیث چھوٹ جائے تقلید نہ چھوٹے:

افسوس کہ لوگوں نے عجیب عجیب اصول بنا لیے۔ ملاحظہ کیجیے:

① دیوبندیوں کے ''شیخ الاسلام'' تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''اور اگر اسے کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف نظر آئے تب بھی اسے اپنے امام کا مسلک نہیں چھوڑنا چاہیے۔''❶

② اسی طرح بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

''یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگر چہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔''❷

③ اسی طرح دیوبندی مقلدین کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی صاحب نے یہ اعتراف کیا:

''اسی بنا پر بعد کے فقہاء نے یہ فرمایا کہ اب تقلید شخصی کی پابندی ضروری ہے، اور کسی ایک مجتہد کو معین کر کے ہر مسئلے میں اس کی پیروی کی جائے۔''❸

④ اسی طرح لکھتے ہیں:

''علماء امت نے صرف تقلید شخصی کو عمل کے لیے اختیار کر لیا۔''❹

---

❶ تقلید کی شرعی حیثیت: ص ۹۲، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر: ۱٤

❷ جاء الحق، حصہ اول: ۳۳، مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ: ٤٠ اردو بازار لاہور، والنسخة القديمة: ۱/ ۲۲

❸ تقلید کی شرعی حیثیت: ٦٨

❹ تقلید کی شرعی حیثیت: ۷۸

ان کے علاوہ بھی تقی عثمانی صاحب نے اسی کتاب کے ص: ۶۰، ۶۱، ۶۵ پر بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان ائمہ کی تقلید کو علماء یا فقہاء نے واجب کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ائمہ کو مقرر بھی اپنی مرضی سے کیا گیا اور ان کی تقلید و پیروی کو بھی خود لازم کیا گیا۔ نہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیروی کا حکم دیا۔

تبصرہ: غور کیجیے ! اللہ تو فرما رہا ہے، جب تم رسول اللہ ﷺ کی بات سن لو تو پھر منہ نہ پھیرنا، نافرمانی نہ کرنا، مگر ہمارے یہ ''علماء'' کیا فرماتے ہیں کہ امام کے مسلک کو نہ چھوڑنا۔ مطلب صاف اور واضح ہے کہ قرآن و حدیث چھوٹ جائے تو چھوٹے، لیکن امام کا مسلک نہ چھوڑنا۔ اکثر عوام سوال کرتے ہیں کیا یہ بڑے بڑے علماء قرآن و حدیث نہیں سمجھتے اور پڑھتے نہیں؟ عرض ہے کہ ایسے لوگ غور کر لیں، جب ان بڑے بڑے علماء نے یہ اصول بنا رکھے ہیں تو وہ خود کس طرح مانیں گے۔ اگر چہ لاکھ حدیثیں پڑھتے رہیں۔

﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۷۵)

''کیا پس تم طمع رکھتے ہو یہ کہ وہ ایمان لے آئیں گے تمہارے لیے، حالانکہ بلاشبہ تھا ایک فریق ان میں سے وہ سنتے تھے اللہ کا کلام پھر تحریف کر دیتے تھے اس میں، بعد اس (کلام) کو سمجھ لینے کے اور وہ جانتے تھے۔''

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا تبصرہ:

ایسے لوگوں کے متعلق شاہ ولی اللہ الدھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[فَاِنْ يَلَغَهٗ حَدِيْثٌ وَاسْتَيْقَنَ بِصِحَّتِهٖ وَ لَمْ يَقْبَلْهُ لِكَوْنِ ذِمَّتِهٖ مَشْغُوْلَةً بِالتَّقْلِيْدِ فَهٰذَا اعْتِقَادٌ فَاسِدٌ وَ قَوْلٌ كَاسِدٌ لَيْسَ فِيْهِ

شَاهِدٌ مِنَ النَّقْلِ وَالْعَقْلِ وَ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ الْقُرُوْنِ السَّابِقَة يَفْعَلُ ذٰلِكَ] ❶

"اگر کسی مقلد کو کوئی حدیث پہنچی اور اس نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا یقین بھی کر لیا اور پھر بھی اس نے حدیث کو اس لیے قبول نہ کیا کہ اس کی ذمہ داری تقلید کے ساتھ مشغول ہے تو یہ فاسد اعتقاد اور گھٹیا بات ہے، اس میں نقل وعقل کا کوئی شاہد نہیں اور گزشتہ صدیوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسی تقلید نہیں کرتا تھا۔"

یہود کا طرزِ عمل:

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

[فإن شئت أن ترى أنموذج اليهود فانظر إلى علماء السوء من الذين يطلبون الدنيا و قد اعتادو تقليد السلف و أعرضوا عن نصوص الكتاب والسنة، و تمسكوا بتعمق عالم و تشدده، و استحسانه ، فاعرضوا عن كلام الشارع المعصوم، و تمسكوا بأحاديث موضوعة و تاويلات فاسدة......] ❷

"اگر تم چاہتے ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو ان علماء سوء کی طرف دیکھو جو دنیا کے طلبگار ہیں اور گزرے ہوئے لوگوں کی تقلید کے عادی ہیں اور کتاب و سنت کی نصوص سے روگردانی کرتے ہیں اور کسی عالم کی روش، اس کے تشدد اور اس کے استحسان کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور شارع معصوم کے کلام سے اعراض کرتے ہیں اور جعلی موضوع احادیث اور فضول تاویلات سے استدلال کرتے ہیں اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب ہے۔"

❶ عقد الجید، ص: ٨٥، دوسرا نسخہ، ص: ٤٧، ٤٨

❷ الفوز الکبیر، ص: ٩، دوسرا نسخہ، ص: ١٨

ابوحنیفہ کے لیے مقام نبوت و رسالت:

علاء الدین الحصکفی نے اپنی کتاب درمختار میں لکھا:

''امام ابوحنیفہ رات کے وقت کعبہ میں داخل ہوئے، دوستونوں کے درمیان نماز کے لیے کھڑے ہوئے، اس طرح کہ پہلے اپنی دائیں ٹانگ پر کھڑے ہوئے اور بائیں ٹانگ کو دائیں کے اوپر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ آدھا قرآن مجید ختم کرلیا، پھر رکوع و سجود کے بعد اپنی بائیں ٹانگ پر کھڑے ہوئے اور دائیں ٹانگ کو بائیں پر رکھا، یہاں تک کہ پورا قرآن مجید ختم کیا، پھر جب سلام پھیرا۔ اپنے رب سے مناجات کی اور کہا: الٰہی اس بندے نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا، لیکن تیری معرفت کا حق ادا کردیا۔ اس کی خدمت کے نقصان کو اس کی کمال معرفت کی وجہ سے بخش دے۔ کعبہ کی ایک طرف سے ندا دینے والے نے ندا دی (غیب سے آواز آئی):

[يَا أَبَا حَنِيفَةَ قَدْ عَرَفْتَنَا حَقَّ الْمَعْرِفَةِ وَ خَدِمْتَنَا فَاحْسَنْتَ الْخِدْمَةَ قَدْ غَفَرْنَا لَكَ وَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِمَّنْ كَانَ عَلَى مَذْهَبِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] [1]

''اے ابوحنیفہ! تو نے ہماری معرفت کا حق ادا کردیا اور تو نے خوب ہماری خدمت کی پس ہم نے تیری مغفرت کردی اور ہر اس شخص کی بھی مغفرت کردی جو تیری اتباع کرے اور تیرے مذہب پر ہو قیامت تک کے لیے یہی حکم ہے۔''

اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی قصور نہیں نہ ہی آپ نے کبھی ایسا دعویٰ کیا لیکن لوگ ہیں کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑ دیتے ہیں۔ غور کیجیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور پیروی کی فضیلت بیان کی، لوگوں نے اپنی کتابوں میں اپنے خود ساختہ امام کے لیے یہی فضیلت گھڑ دی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے مقرر کردہ

[1] در مختار ... مطبوعہ ... ایم سعید کراچی

امام کے لیے قرآن مجید میں بذریعہ وحی یہ فضیلت بیان کی ہے تو ہمارے امام کو بھی اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو تیری اتباع کرے گا ہم اس کی مغفرت کریں گے۔ گویا وحی کا سلسلہ اب تک منقطع نہیں ہوا، اب تک جاری ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ سے کس طرح بات کی اور یہ فضیلت بیان کی۔ (معاذ اللہ)

قرآن و حدیث کے مسائل کو حق سمجھنے کے باوجود ٹھکرا دیا:

عین ممکن ہے کہ بعض دیوبندی و بریلوی حضرات اس ''تقلید شخصی'' کا انکار کر دیں لہٰذا آپ کی خدمت میں چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں، جن کی موجودگی میں ان کا انکار کرنا ناممکن ہے اب ان کے پاس دو ہی رستے ہیں یا تقلید چھوڑ دیں یا حدیث چھوڑ دیں گے۔

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِيْ بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُوْنُ الْبَيْعُ خِيَارًا]

دکاندار اور گاہک کو اپنے سودے میں (واپسی کا) اختیار ہوتا ہے جب تک دونوں (بلحاظِ جسم) جدا نہ ہو جائیں یا (ایک دوسرے کو) اختیار (دینے) والا سودا ہو۔ (نافع کہتے ہیں کہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی پسندیدہ چیز خریدنا چاہتے تو اپنے (بیچنے والے) ساتھی سے (بلحاظ جسم) جدا ہو جاتے تھے۔ ❶

حنفی حضرات یہ مسئلہ نہیں مانتے جب کہ امام شافعی و محدثین کرام ان صحیح احادیث کی وجہ سے اسی مسئلے کے قائل و فاعل ہیں۔

محمود الحسن دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

[يَتَرَجَّحُ مَذْهَبه وَ قَالَ: الْحَقُّ وَالإِنْصَافُ أَنَّ التَّرْجِيْحَ لِلشَّافِعِي فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَ نَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيْدُ إِمَامِنَا أَبِي حَنِيْفَةَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ] ❷

---

❶ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کم یجوز الخیار، ح:۲۱۰۷، و صحیح مسلم:۱۵۳۱

❷ تقریر، ترمذی، ص:۳۶، نسخہ اخری:۳۹

"یعنی اس (امام شافعی) کا مذہب راجح ہے۔اور (محمود الحسن نے) کہا: حق و انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے، واللہ اعلم۔"

غور کریں کس طرح حق و انصاف کو چھوڑ کر اپنے مزعوم امام کی تقید کو سینے سے لگا لیا گیا ہے۔ یہی محمود الحسن صاحب صاف صاف اعلان کرتے ہیں: "لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔" ❶

② نبی ﷺ کے دورِ میں ایک عورت آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو اس کے شوہر نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[اَلَا أَشْهِدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ] ❷

"سن لو! گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔"

اس حدیث سے اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ یہی مسلک امام شافعی اور محدثین کرام کا ہے، جبکہ حنفیوں کے نزدیک شاتم الرسول کا ذمہ باقی رہتا ہے، واجب القتل نہیں۔ ❸

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[وَ أَمَّا أَبُوحَنِيفَةَ وَ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا: لَا يَنْتَقِضُ الْعَهْدَ بِالسَّبِّ وَ لَا يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ بِذٰلِكَ لٰكِنْ يُعَزَّرُ عَلٰى إِظْهَارِ ذٰلِكَ ...... الخ] ❹

"ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب (شاگردوں و متبعین) نے کہا: (آپ ﷺ کو)

---

❶ ایضاح الادلہ، ص: ۲۷٦، سطر: ۱۹، مطبوعہ: مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند: ۱۳۳۰ھ

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب رسول اللہ ﷺ، ح: ٤٣٦١، و سندہ صحیح

❸ دیکھیے: الهدایه: ۱/ ٥٩٨)

❹ الصارم المسلول بحوالہ رد المحتار علی الدر المختار: ۱۰/ ٥ ...

گالی دینے سے معاہدہ (ذمہ) نہیں ٹوٹتا اور ذمی کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ یہ حرکت علانیہ کرے تو اسے تعزیر لگے گی۔" (الخ)

اس نازک مسئلے پر ابن نجیم حنفی نے لکھا:

[نَعَمْ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ تَمِيْلُ إِلٰی قَوْلِ الْمُخَالِفِ فِيْ مَسْئَلَةِ السَّبِّ لٰكِنْ اتِّبَاعُنَا لِلْمَذْهَبِ وَاجِبٌ] ❶

جی ہاں! گالی کے مسئلہ میں مومن کا دل (ہمارے) مخالف کے قول کی طرف مائل ہے لیکن ہمارے لیے ہمارے مذہب کی اتباع (تقلید) کو واجب ہے۔"

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

③ حسین احمد مدنی ٹانڈوی لکھتے ہیں:

"ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی، شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے پاس گئے اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ (یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز کیوں پڑھتے ہو؟) اس نے جواب دیا کہ میں امام مالک کا مقلد ہوں، دلیل ان سے جا کر پوچھو اگر مجھے دلائل معلوم ہوتا تو تقلید کیوں کرتا؟ تو وہ لوگ ساکت ہو گئے۔ ❷

④ ایک روایت میں آیا ہے: نبی ﷺ ایک وتر پڑھتے تھے اور آپ (وتر کی) دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان باتیں کرتے تھے۔ ❸

ایسی ایک روایت المستدرک للحاکم سے نقل کر کے انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

[وَلَقَدْ تَفَكَّرْتُ فِيْهِ قَرِيْبًا مِنْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ سَنَةً ثُمَّ اسْتَخْرَجْتُ جَوَابَهٗ شَافِيًا وَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ قَوِيُّ السَّنَدِ ......الخ] ❹

---

❶ البحر الرائق، شرح کنز الدقائق: ۱۲۵/۵

❷ تقریر، ترمذی، اردو، ص: ۳۹۹، مطبوعہ: کتب خانہ مجیدیہ ملتان

❸ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱/۲، ح: ۶۸۰۳

❹ العرف الشذی: ۱۰۷/۱، واللفظ لہ، فیض الباری: ۳۷۵/۲، و معارف السنن للبنور: ۲۶۴/۴، و درس ترمذی: ۲۲۴/۲) تفکر: سوچ و بچار

''اور میں نے اس حدیث (کے جواب) کے بارے میں تقریباً چودہ سال تفکر کیا ہے پھر میں نے اس کا شافی (شفا دینے والا اور کافی) جواب نکال لیا۔ اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے۔'' (الخ)

⑤ احمد یار خان نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لیے پیش کرتے ہیں، احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔'' ❶

نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قولِ امام ہے۔'' الخ...... ❷

آپ غور کریں کتنی جرأت سے اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ آیات اور حدیث امام صاحب کی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ پہلے ایک رائے مقرر کرکے اس کے لیے دلائل تلاش کرنا یہ ایمانداری نہیں ہے۔

⑥ ایک آدمی نے مفتی محمد (دیوبندی) صاحب دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی، کو خط لکھا:

''ایک شخص تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، امام اگر سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرے تو تیسری رکعت میں شریک ہونے والا مسبوق بھی سلام پھیرے یا نہیں؟'' یہاں ایک صاحب بحث کر رہے ہیں کہ اگر سلام نہیں پھیرے گا تو امام کی اقتداء نہیں رہے گی۔ آپ دلیل سے مطمئن کریں۔'' (مجاہد علی خان۔ کراچی)

دیوبندی صاحب نے اس کا درج ذیل جواب دیا:

جواب: مسبوق یعنی جو پہلی رکعت کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا، وہ سجدہ سہو میں

❶ جاء الحق: ۹۱/۲، مطبع قدیم

❷ جاء الحق: ۹/۲

امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے، اگر عمداً سلام پھیر دیا تو نماز جاتی رہی، سہواً پھیرا تو سجدہ سہو لازم ہے، مسئلہ سے جہالت کی بناء پر پھیرا تو بھی نماز فاسد ہوگئی، عوام کے لیے دلائل طلب کرنا جائز نہیں، نہ آپس میں مسائل شرعیہ پر بحث کرنا جائز ہے، بلکہ کسی مستند مفتی سے مسئلہ معلوم کرکے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔'' ❶

مفتی محمد صاحب مزید لکھتے ہیں: ''مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔'' (حوالہ مذکور)

⑦ صحیح حدیث میں آیا ہے:

[مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ] ❷

''جس نے صبح کی ایک رکعت، سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پالی تو اس نے یقیناً صبح (کی نماز) پالی۔''

فقہ حنفی اس صحیح حدیث کی مخالف ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی اس مسئلے پر کچھ بحث کرکے لکھتے ہیں:

''غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے۔ مع ہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قولِ امام رحمہ اللہ کے مطابق ہی رہے گا اس لیے کہ ہم امام رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لیے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔'' ❸

لدھیانوی صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''توسیع مجال کی خاطر اہل بدعت فقہ

---

❶ هفت روزه ضرب مومن کراچی، جلد:٣، شماره:١٥، ٢١ تا٢٧ ذوالحجه:١٤١٨ھ ٩تا١٥ اپریل:١٩٩٩ء ص:٦

❷ صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب من ادرك ركعة من الفجر، رقم:٥٧٩، و مسلم:٦٠٨

❸ ارشاد القاري إلى صحيح البخاري، ص:٤١٢

حنفی کو چھوڑ کر قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور ارخاء عنان کے لیے ہم بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں ورنہ مقلد کے لیے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔ ❶

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں: ''یہ بحث تبرعاً لکھ دی ہے ورنہ رجوع الی الحدیث وظیفہ مقلد نہیں۔'' ❷

⑧ قاضی زاہد الحسینی دیوبندی لکھتے ہیں: ''حالاں کہ ہر مقلد کے لیے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے: [أما المقلد فمستنده قول المجتهد] اب اگر ایک شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہونے کا مدعی ہو اور ساتھ ہی وہ امام ابوحنیفہ کے قول کے ساتھ یا علیحدہ قرآن وسنت کا بطورِ دلیل مطالبہ کرتا ہے تو وہ بالفاظِ دیگر اپنے امام اور راہنما کے استدلال پر یقین نہیں رکھتا۔ ❸

⑨ عامر عثمانی کو کسی نے خط لکھا:

''حدیث رسول سے جواب دیں۔'' عامر عثمانی صاحب نے اس کا جواب دیا: ''اب چند الفاظ اس فقرے کے بارے میں بھی کہہ دیں جو آپ نے سوال کے اختتام پر سپرد قلم کیا ہے یعنی: ''حدیث رسولؐ سے جواب دیں۔''

اس نوع کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لیے حدیث وقرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ وفقہاء کے فیصلوں اور فتووں کی ضرورت ہے۔'' ❹

⑩ شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:

---

❶ ارشاد القاری، ص: ۲۸۸

❷ احسن الفتاوی: ۳/ ۵۰

❸ مقدمہ، کتاب: دفاع امام ابوحنیفہ از عبد القیوم حقانی، ص: ۲٦

❹ ماهنامه تجلی دیوبند: ج: ۱۹، شماره: ۱۱، ۱۲، جنوری فروری: ۱۹٦۸، ص: ٤۷، اصلی

''مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے۔ ❶

سرہندی صاحب نے تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں کہا:

''جب روایات معتبرہ میں اشارہ کرنے کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہو اور اشارہ وعقد سے منع کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتویٰ کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں۔'' ❷

سرہندی مذکور نے خواجہ محمد پارسا کی فصول ستہ سے نقل کیا ہے: ''حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ ❸

⑪ ابوالحسن الکرخی الحنفی نے کہا:

[الْأَصْلُ إِنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَوْلٰى أَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّاوِيْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيْقِ] ❹

''اصل یہ ہے کہ ہر آیت جو ہمارے ساتھیوں (فقہاء) کے خلاف ہے اسے منسوخیت پر محمول یا مرجوح سمجھا جائے گا، بہتر یہ ہے کہ تطبیق کرتے ہوئے اس کی تاویل کر لی جائے۔''

❶ مکتوبات امام ربانی، مستند اردو ترجمہ: ۱/ ۶۰۱) مکتوب: ۲۸۶

❷ مکتوبات: ۱/ ۷۱۸، مکتوب: ۳۱۲

❸ مکتوبات اردو: ۱/ ۵۸۵، مکتوبات: ۲۸۲

❹ اصول الکرخی: ۲۸، مجموعہ قواعد الفقہ، ص: ۱۸

شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

"(تنبیہ) دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔ واللہ اعلم۔ ❶

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والے حضرات نہ قرآن مانتے ہیں اور نہ حدیث اور نہ اجماع کو اپنے لیے حجت سمجھتے ہیں، ان کی دلیل صرف قولِ امام ہوتا ہے۔ ❷

---

❶ تفسیر عثمانی، ص: ۵۴۸، سورہ لقمان، آیت: ۱۴، حاشیہ: ۱۰

❷ ماهنامه الحدیث، زبیر علی زئی ﷾

ائمہ ستہ کا مسلک

دین اسلام کا ماخذ مرجع و مصدر اور اساس صرف اور صرف وحی الٰہی ہے۔ جو قرآن مجید اور حدیث رسول کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔

پہلے دن ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو یہ بات کہہ دی تھی کہ تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جو اس کی اتباع کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور سیدھے رستے پر رہے گا۔ نہ بھٹکے گا نہ گمراہ ہوگا۔

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥﴾

''ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب پھر یقیناً تم کو پہنچے گی میری طرف سے ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے۔'' (البقرۃ:۲/۳۸،۳۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہی بات بیان کی ہے۔ ہدایت میری طرف سے آئے گی اور اس کی اتباع کرنے والا ہی کامیاب ہوگا۔ انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بات اور حکم مانے گا تو کامیاب رہے گا اور اگر خود قانون اور باتیں بنا کر ہدایت حاصل کرنا چاہے گا تو کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھی یہی حکم دیا جو وحی ہم نے نازل کی ہے اسی کی اتباع کرو۔

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

"جو چیز آپ کی طرف وحی کی گئی اسے مضبوطی سے تھام لیں بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔" (الزخرف:۴۳)

یعنی خود بھی وحی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بناؤ اور اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَاتَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾

"ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا جو کہ اس سے پہلی کتب کی تصدیق کرنے والی اور ان پر شاہد و حاکم ہے تو آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اسی چیز سے کیجیے جو کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے اور جو آپ کے پاس حق آیا اسے چھوڑ کر ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی مت کیجیے، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے شریعت وطریقہ مقرر کر دیا ہے۔"

اور نبی ﷺ کی ذمہ داری بھی یہی بیان کی:

﴿وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ﴾ (آل عمران:١٧٤)

ساری امت کو مخاطب کرکے بھی اسی کا حکم دیا ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:٣)

"جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اسی کی پیروی کرو اس کے سوا اولیاء کی پیروی نہ کرو۔"

قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ مخلوق سے یہی سوال کریں گے تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ یہ نہیں پوچھیں گے تم نے اماموں کو بزرگوں کو کیا جواب دیا۔

﴿مَا ذَا اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (سورة قصص: ٦٠)

''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔''

کوئی بھی سمجھدار، سلیم الفطرت، صحیح العقل آدمی اللہ اور اس کے رسول کی بات کو چھوڑ کر کسی دوسرے انسان کی بات کے پیچھے نہیں چل سکتا۔

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور انھوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا جو کہ محمد ﷺ کی طرف نازل کی گئی اور وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔'' (سورۃ محمد:۲)

ائمہ عظام کا مسلک:

دین بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی ہی اتباع کرتے تھے اور اسے ہی کامیابی و کامرانی کا رستہ سمجھتے تھے۔ کسی انسان کے مقلد نہیں تھے۔ البتہ کئی مقلدین حضرات نے علم و عرفان کے ان تابندہ و درخشندہ ستارو (ائمہ ستہ) کو مسلکی فریفتگی میں آ کر اپنے کھاتے میں ڈالنے جسارت کی ہے۔ حالانکہ یہ ائمہ کرام محدثین عظام کسی کے بھی مقلد نہیں تھے بلکہ قرآن و حدیث کے پیروکار تھے۔ قرآن و حدیث کے خلاف کسی کی بھی بات کو ماننے کے لیے قطعاً تیار نہ تھے۔ بلکہ کتاب و سنت کے دلائل سے ہر اس شخص کی بات کو رد کرنا ان کا منہج تھا جس کی بھی بات قرآن و حدیث ٹکراتی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک:

امام بخاری کا مسلک بھی خالصتاً کتاب و سنت کی اتباع کرنے ہی تھا۔ دلائل کی بنیاد پر امام بخاری نے ائمہ اربعہ کا رد کیا ہے۔ شیخ ابراہیم بن عبداللطیف حنفی سندھی نے فرمایا:

[البخاری امام مجتهد برأسه كأبی حنیفة والشافعی و مالك

واحمد......الخ] ❶

''امام بخاری رحمہ اللہ ائمہ اربعہ، ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد کی طرح خود چوٹی کے مجتہد ہیں۔''

دیوبندی حضرات کے امام العصر انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بخاری مجتہد ہیں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ وہ شافعی ہیں تو وہ مسائل مشہورہ میں امام شافعی سے موافقت کی وجہ سے ہے، اگر یہ بات کہی جائے کہ امام بخاری حمیدی کے شاگرد ہیں جو کہ شافعی ہیں تو یہ بات بھی اس کے لیے دلیل و فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ آپ اسحاق بن راہویہ کے بھی شاگرد ہیں جو کہ حنفی ہیں، رہی بات امام شافعی سے موافقت والی تو آپ نے بہت سارے مسائل میں امام ابوحنیفہ سے بھی موافقت کی ہے۔ ❷

ملا علی قاری حنفی نے بھی کہا کہ: ''آپ ایسی قوتِ استنباط و اجتہاد رکھتے ہیں جس کی مثال و نظر آپ کے زمانے میں نہیں مل سکتی۔'' ❸

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ امام بخاری اہل اجتہاد میں سے ہیں۔ ❹

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[امام البخاری و ابوداود فإما مان فی الفقه من أهل الإجتهاد] ❺

''امام بخاری اور امام ابوداود فقہ کے امام اور اہل اجتہاد میں سے ہیں۔''

امام بخاری نے دلائل کی بنیاد پر ائمہ اربعہ کا ردّ کیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

---

❶ مقدمه لامع الدراری:۱/ ۶۸، ما تمس الیه الحاجة، ص:۲۶

❷ فیض الباری:۱/ ۵۸

❸ مرقاة:۱/ ۲۸۱

❹ فتح الملهم:۱/ ۲۸۱

امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا ردّ:

امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ ماءِ مستعمل نجس ہوتا ہے یعنی جو پانی وضو کے لیے استعمال ہو جائے وہ نجس ہو جاتا ہے امام بخاری نے ان لوگوں کا ردّ کیا ہے اور یہ باب قائم کیا ہے:

[باب استعمال فضل وضوء الناس حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا الحكم قال سمعت ابا جحيفة يقول خرج علينا رسول الله بالهاجرة فاتى بوضوء فتوضأ فجعل الناس يأخذون من فضل وضوء ه فيتمسحون به فصلى النبیﷺ الظهر ركعتين والعصر ركعتين و بين يديه عنزة](رقم الحديث:١٨٧)

و قال ابو موسىٰ دعا النبیﷺ بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه و مج فيه ثم قال لهما اشربا منه و افرغا على وجوهكما و نحوركما (رقم الحديث:١٨٨)

حدثنا علی بن عبد الله قال حدثنا يعقوب بن ابراهيم بن سعد قال حدثنا ابي عن صالح عن بن شهاب قال حدثنا محمود بن الربيع قال و هو الذی مج رسول اللهﷺ فی وجهه و هو غلام من بئرهم (رقم الحديث:١٨٩)

و قال عروة عن المسور وغيره يصدق كل واحد منهما صاحبه و اذا توضأ كانوا يقتتلون على وضوئه]

سفیان ثوری اور حنفیوں کوفیوں کا ردّ:

سفیان ثوری اور حنفیوں کا مسلک ہے کہ عورتیں نماز کسوف کے لیے نہیں آ سکتیں۔

امام بخاری نے ان کا رد کیا ہے اور یہ باب منعقد کیا ہے:

[باب صلاۃ النساء مع الرجال فی الکسوف]

امام مجاہد کا ردّ:

مشہور تابعی امام مجاہد کا قول ہے حج کرنے والا شخص پہلے احرام باندھے پھر قربانی کے جانور کو اشعار کرے گا اور قلادہ پہنائے گا امام بخاری نے ان کا ردّ کیا ہے اور یہ باب منعقد کیا ہے:

[باب من اشعر و قلد بذی الحلیفة ثم احرم۔

حدثنا احمد بن محمد اخبرنا عبد اللّٰه اخبرنا معمر عن الزهری عن عروة بن الزبیر عن المسور بن مخرمة و مروان قالا خرج النبی ﷺ من المدینة فی بضع عشرة مائة من اصحابه حتی اذا کانوا بذی الحلیفة قلد النبی ﷺ الهدی وشعری و احرم بالعمرة۔ (رقم الحدیث:۱٦۹۵)

حدثنا ابو نعیم حدثنا افلح عن القاسم عن عائشة قالت قتلت قلائد بدن النبی بیدی ثم قلدها و اشعرها واهداها و ما حرم علیه شیء کان احل له۔(رقم الحدیث:۱٦۹٦)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے اس باب کو منعقد کر کے امام بخاری نے مجاہد کا قول ردّ کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ردّ:

امام احمد رحمہ اللہ خطبہ جمعہ کو قبل الزوال جائز قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے:

[باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس]

ابن بطال نے لکھا ہے امام بخاری نے امام احمد اور مجاہد کا ردّ کیا ہے اور پھر یہ حدیث بیان کی ہے:

[حدثنا سریج بن النعمان قال حدثنا فلیح بن سلیمان عن عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان التیمی عن انس بن مالك ان النبی ﷺ کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس] (رقم الحدیث:٩٠٤)

امام شافعی کا ردّ:

امام شافعی کا موقف ہے انسانی بال جسم سے الگ ہونے کے بعد نجس ہو جاتے ہیں۔ ان کا ردّ امام بخاری نے باب منعقد کر کے کر دیا ہے:

[باب الماء الذی یغسل به شعر الانسان۔

حدثنا مالك بن اسماعیل قال حدثنا اسرائیل عن عاصم عن ابن سعد بن قال: قلت لعبیدة عندنا من شعر النبی ﷺ اصبناه من قبل انس او من قبل اهل انس فقال لأن تکون عندی شعرة منه احب اليّ من دنیا و ما فیها] (رقم الحدیث:١٧٠)

حدثنا محمد عبد الرحیم قال حدثنا سعید بن سلیمان قال حدثنا حبار عن ابن عونٍ عن ابن سیرین عن انس انَّ النّبي ﷺ لما حلق راسه کان ابو طلحة اوّل من اَخذَ من شعر](رقم الحدیث:١٧١)

امام ترمذی کا مسلک:

امام ترمذی کا مسلک بھی کتاب وسنت کی اتباع والا ہی ہے۔ اس کے خلاف کسی کی بات کو بھی تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھے۔ بعض مقلدین نے آپ کو شافعی مقلد لکھا

ہے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔

امام شافعی کا ردّ:

امام ترمذی نے اپنی جامع میں [باب ما جاء فی تاخیر الظهر فی شدة الحر] میں امام شافعی کا نام لے کر ان کی مخالفت کی ہے

[باب ما جاء فی تاخیر الظهر فی شدة الحر......

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاة فان شدة الحر من فيح جهنم۔

قال ابو عیسیٰ حديث ابی هريرة حديث حسن صحيح و قد اختار قوم من اهل العلم تاخير صلوٰة الظهر فی شدة الحرو هو قول ابن المبارك و احمد و اسحاق قال الشافعی انما الابراد بصلوٰة الظهر اذا كان المسجد بعيداً ينتاب اهلُه من البعد اما المصی وحده والذی يصلی فی مسجد قومه فالذی احب له ان لا يوخر الصلاة فی شدة الحر قال ابو عیسیٰ من ذهب الی تاخير الظهر فی شدة الحر هو اولی و اشبه بالاتباع واماما ذهب اليه الشافعی ان الرخصة لمن ببنتاب من البعد وللمشقة علی الناس فان فی حديث ابی ذر ما يدل علی خلاف ما قال الشافعی۔ قال ابو ذر كنا مع النبی ﷺ فی سفر فأذّن بلال بصلوٰة الظهر فقال النبی ﷺ يا بلال ابرد ثم ابرد فلو كان الامر علی ما ذهب اليه الشافعی لم يكن للابراد فی ذلك

الوقت معنى لاجتماعهم فی السفر وكانوا لا يحتاجون ان

ینتابوا من البعد]

اہل علم فرماتے ہیں کہ گرمی کی شدت میں ظہر تاخیر سے پڑھنی چاہیے یہ قول ابن مبارک احمد واسحاق کا ہے، امام شافعی نے کہا کہ ابراد (ٹھنڈا کرنا) اس وقت ہے جب مسجد دور ہو دور دور سے نمازی آتے ہوں لیکن جب اکیلے نماز پڑھنی ہو یا اپنے قریب ہی محلے کی مسجد میں نماز پڑھنی ہو تو مجھے یہ پسند ہے کہ پھر ظہر نماز میں تاخیر نہ کی جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ شدید گرمی میں ظہر تاخیر سے پڑھنا اتباع (حدیث) کے زیادہ لائق ہے باقی امام شافعی نے تاخیر سے پڑھنے کی رخصت کو دور اور مشقت پر محمول کیا ہے تو اس کے خلاف ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا چاہی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال ٹھنڈا کرو پھر دوسر بار بھی فرمایا بلال ٹھنڈا کرو، امام شافعی نے جو موقف اختیار کیا ہے اگر وہ صحیح ہوتا تو پھر یہاں سفر میں سب ایک ساتھ ہی تھے دور سے آنے کی ضرورت نہ تھی لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا۔

امام ابوحنیفہ کا ردّ:

امام ترمذی نے [باب ما جاء في صلاة الاستسقاء] میں احادیث بیان کیں ہیں کہ صلاۃ الاستسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے گی۔

[عن عبد الله بن زيد ان رسول الله ﷺ خرج بالناس بستسقى فصلى بهم ركعتين جهر بالقراءة فيهما وحول رداء و رفع يديه و استسقى و استقبل القبلة]

حنفیوں کا موقف یہ ہے کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ باب کے آخر میں فرماتے ہیں:

[و قال النعمان ابو حنيفة لا تصلى صلاة الاستسقاء و لا آمرهم

بتحویل الرداء و لکن یدعون و یرجعون بجملتهم] ❶

یعنی ابوحنیفہ نعمان نے کہا کہ استسقاء میں نماز نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی میں چادر پلٹنے کا حکم دیتا ہوں لیکن لوگ دعائیں کریں گے اور پھر سب واپس آ جائیں گے۔ یہ بات ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: ''خالف السنة'' یعنی امام ابوحنیفہ نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی سنت کی مخالفت پر کسی بڑے سے بھی کسی قسم کی رعایت نہیں برتتے تھے۔

تنبیہ : مذکورہ عبارت حنفیوں بریلویوں و دیوبندیوں کے شائع کردہ اکثر نسخوں میں موجود نہیں ہے۔ یہ عبارت جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی (۱۶۵/۲) شائع کردہ حنفی دیوبندی قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، جامع ترمذی طبع دارالسلام الریاض جسے مشہور عرب عالم الشیخ الصالح بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم آل شیخ کی مراجعت کے بعد شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۱۴۶ پر یہ عبارت موجود ہے اسی طرح الشیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ کی شرح جامع ترمذی (۴۴۶/۲) پر بھی یہ عبارت موجود ہے۔ شیخ احمد شاکر نے مقدمہ (۱۳/۱، ۱۴) پر اس نسخے کی بھی وضاحت کی ہے کہ جامع ترمذی کا یہ نسخہ جس میں یہ عبارت ہے وہ شیخ محمد عباد سندھی الحنفی کا تصحیح کردہ نسخہ ہے اور وہ جامع ترمذی کا اصل ترین نسخہ ہے۔

عمل حدیث رسول ﷺ پر ہوگا:

امام ترمذی کا مسلک حدیث رسول ﷺ پر عمل کرنے کا تھا۔ اسی لیے انھوں نے کتاب الحج میں [باب ما جاء متیٰ تقطع التلبیة] میں حدیث بیان کی ہے۔ پھر مختلف موقف بیان کرنے کے بعد فرمایا: [والعمل علی حدیث النبی ﷺ]

حدیث یہ ہے:

❶ جامع ترمذی طبع دارالسلام ریاض ...

[عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال یرفع الحدیث انه کان یمسك عن التلبیة فی العمرة اذا ستلم الحجر]

اسی طرح [باب ما جاء فی تقدیم الضعفة من جمع بلیل] میں بھی مختلف مرویات بیان کرنے کے بعد فرمایا: [والعمل علی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

حدیث یہ ہے:

[عن ابن عباس قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثقل من جمع بلیلٍ]

باب نمبر 14

اختلافات کا حل

اللہ تعالیٰ نے اختلافات کے حل کے لیے ہمیں صرف ایک ہی اصول بتایا ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالَی الرَّسُوْلِ﴾

''اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔''

کئی لوگ کہتے ہیں اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

''اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔''

تو اس آیت میں اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس آیت سے مراد فقہاء ہوں، علماء ہوں، حکماء ہو، یا حکمران ہوں سب کی اطاعت مشروط ہے ان کی اطاعت اس وقت تک کرنی ہے جب تک اللہ اور رسول کی نافرمانی نہ ہو۔ اگر ان کی اطاعت میں اللہ اور رسول کی نافرمانی ہو تو پھر ان کی اطاعت قطعاً نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ایک قاعدہ بتایا ہے:

[لَا طَاعَةَ بِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ] [1]

''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلْاِمَامِ مَا لَمْ تَكُنْ مَعْصِیَةٌ]

''امام کی اطاعت، اس وقت تک ہے جب تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔''

اولی الامر سے مراد جو مرضی آپ لے لیں ان کی اطاعت اللہ ور رسول ﷺ کی اطاعت

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ، رقم: ۱۸٤

میں ہو گی جب اللہ اور رسول کی اطاعت سے منحرف ہوں گے تو پھر کوئی اطاعت نہیں۔

اولو الامر کی اطاعت اس لیے کرنی ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے احکام و فرمودات ہم سے بیان کریں اور اس کے دین کی طرف ہماری رہنمائی کریں اور اگر وہ دین کی طرف ہماری رہنمائی نہ کریں تو پھر ہم کبھی بھی ان کی اطاعت نہیں کریں گے۔

آپ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اس لیے ہے کیونکہ وہ اللہ کی اطاعت ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: ۸۰)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

آپ مندرجہ ذیل واقعہ پر غور فرمائیں ان شاء اللہ ساری بات سمجھ آ جائے گی۔

رسول اللہ کا مقرر کردہ امیر:

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا ور اس کا امیر ایک اَنصاری کو بنایا اور سب کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا (راستے میں) اسے غصہ آیا تو کہنے لگا کیا نبی ﷺ نے تمہیں میری فرمانبرداری کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں ضرور دیا تھا۔ انصاری نے کہا کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انہوں نے لکڑیاں جمع کر دیں، پھر کہا کہ آگ جلاؤ، انہوں نے آگ جلائی، پھر اس نے کہا کہ تم سب اس میں کود جاؤ، بعض نے آگ میں گھسنے کا ارادہ کیا اور بعض ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم آگ (دوزخ) سے تو بھاگ کر نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں (اب اس میں کیوں داخل ہو جائیں؟) یونہی سب جھگڑتے رہے حتیٰ کہ آگ بجھ گئی اور اس (انصاری) کا غصہ بھی جاتا رہا۔ جب آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا:

[لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ]

'' اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس آگ میں سے نہ نکلتے

کیونکہ اطاعت کرنا اچھے کاموں میں لازم ہے۔" (گناہ کے کام میں امیر کی فرمانبرداری جائز نہیں) [1]

فائدہ= آپ غور فرمائیں اس لشکر کا امیر خود رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا تھا اور اس کی اطاعت کا حکم بھی دیا تھا جب رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے امیر کی اطاعت شریعت کی نافرمانی میں نہیں ہوسکتی تو پھر اپنے بنائے ہوئے امام، امیر، حکمران کی اطاعت کیسے ہوسکتی ہے؟

اطاعت اصل میں شریعت کی کرنی ہے اس کا حکم کوئی بھی دے اگر وہ شریعت نہیں پھر کبھی بھی تسلیم نہیں کرنی، خواہ کوئی بھی ہو۔ اور یاد رکھو تقلید نام ہی شریعت کے منافی امور کو تسلیم کرنے کا ہے کیونکہ شریعت کی بات اگر کوئی غیر مسلم بھی کرے گا تو ہم وہ قبول کریں گے کیونکہ وہ بات شریعت کی ہے۔

اختلافات کے حل پر عقلی دلائل:

اختلافات کا حل صرف قرآن مجید اور احادیث مصطفیٰ سے ہی ہوسکتا ہے ان کے علاوہ کسی بھی چیز سے اختلافات کا حل نہیں ہوسکتا کیونکہ۔

۱۔ صرف قرآن و حدیث کا انکار ہی کفر ہے اور کسی چیز کا انکار کفر نہیں۔ جب آپ اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کسی اور چیز کو پیش کریں گے تو فریق ثانی بہت جلد اس کا انکار کردے گا اور وہ کافر بھی نہیں ہوگا۔ لیکن جب آپ اس کے سامنے قرآن یا حدیث پیش کریں گے تو کوئی بھی ایمان والا اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

۲۔ اختلافات کو حل کرنے کے لیے اگر اپنا امام پیش کریں گے اور اس کی فضیلت ثابت کریں گے تو فریق ثانی اپنا امام پیش کرے گا اور اس کے فضائل ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اس طرح اختلافات بڑھ جائیں گے ختم نہیں ہوسکتے۔ یعنی اگر آپ

[1] بخاری المغازی باب سریۃ عبداللہ بن حذافۃ: ۴۳۴۰

اختلافات کو حل کرنے کے لیے کوئی امام پیش کریں گے تو پھر جتنے امام اتنے اختلافات ہوں گے۔ اتفاق نہیں ہوسکتا۔

۳۔ اختلافات کو ختم کرنے کے لیے آپ اپنی عقل کو استعمال کریں گے تو فریق ثانی اپنی عقل استعمال کریں گے پھر جتنی عقلیں اتنے مذہب بنیں گے۔ اختلافات بڑھ جائیں گے۔

۴۔ اگر آپ اختلافات کے حل کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیں گے تو فریق ثانی کسی اور کتاب کا حوالہ پیش کرے گا اختلافات بڑھ جائیں گے ختم نہیں ہوسکتے۔

لہٰذا اختلافات کے خاتمہ کے لیے صرف ایک ہی حل ہوسکتا ہے اور وہ ہے کتاب اللہ اور سنت رسول۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

[تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُولِهِ] [1]

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور دوسری سنت رسول ﷺ۔"

اپنی خواہشات، جذبات، تمنائیں، آرزوئیں، ختم کر کے اور فرقہ پرستی امام کی پوجا، کسی خاص فقہ کی پیروی، تعصب، ضد، ہٹ دھرمی، بغض، عناد ترک کر کے خالصتاً اللہ کی رضا کے حصول کے لیے آپ حق بات تلاش کریں گے تو ان شاء اللہ آپ صراط مستقیم کو بڑی جلدی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اپنی دنیا آخرت بہتر بنا سکتے ہیں ورنہ دنیا آخرت کی تباہی و بربادی ہی ہمارا مقدر ہوگی اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

گزشتہ صفحات میں آپ نے "حدیث رسول کے لیے خواہشات کی قربانی" کے ضمن

[1] مؤطا امام مالك، رقم: ۱٦٦١

میں بیسیوں واقعات پڑھے ہیں جن میں صحابہ کرام نے اپنی خواہشات، جذبات کو فرمانِ رسول ﷺ پر قربان کر دیا ہے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح حق بات کو تسلیم کرتے تھے اور اختلافات کس طرح مٹتے تھے ان واقعات کی روشنی میں ہم بھی اپنے اختلافات ختم کریں اور خالص کتاب و سنت کے نفاذ کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ بہت جلد قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا اختلاف:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلا اختلاف یہ واقع ہوا کہ کیا نبی کریم ﷺ فوت بھی ہوئے ہیں یا نہیں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہہ رہے تھے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنح جگہ سے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے رُخِ انور کی زیارت کرنے اور آپ ﷺ کو بوسہ دینے کے بعد مسجد میں تشریف لائے اور عمر رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کا حکم دیا مگر عمر رضی اللہ عنہ اس اختلاف کے بعد اتنے غصے میں تھے کہ بیٹھنے سے ہی انکار کر دیا چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

[مَنْ كَانَ مِنكُم يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ مِنكُم يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ......إِلَى ...... شَاكِرِيْنَ﴾ [1]

''اے لوگو! تم میں سے جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اس کا معبود اللہ تعالیٰ

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت، رقم ۱۲۴۲

زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بطور دلیل قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّ سَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾

''اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول۔ بے شک آپ سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں پس اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے (یعنی کیا تم دین چھوڑ دو گے) اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پھر گیا (یعنی دین چھوڑ کر مرتد ہو گیا) تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا (بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا) اور اللہ تعالیٰ عنقریب جزا دے گا شکر کرنے والوں کو۔'' (آل عمران: ١٤٤)

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قران مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کوئی ایسی ذات نہیں کہ جنھیں موت نہ آسکے بلکہ آپ کو تو موت آ چکی ہے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والی تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ابوبکر صدیق کے اس بیان کو سن کر جس طرح مسلمانوں نے اختلاف کو چھوڑ کر اتفاق و اتحاد کو اپنایا اسی طرح اگر ہم بھی اپنے اختلافات کو حل کر لیں تو آج ہی قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جائے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ابھی چند لمحے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کو مان کر بیٹھنے کے لیے بھی تیار نہ تھے، قرآن مجید سن لینے کے بعد فرماتے ہیں:

[وَاللّٰهُ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰی مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَ حَتّٰی اَهْوَيْتُ إِلَی الْأَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا أَنَّ

النَّبِیَّ ﷺ قَدْ مَاتَ]

"جب میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی یہ آیت سنی کہ رسول اللہ ﷺ تو فوت ہو چکے ہیں تو میرے پاؤں نے میرا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور میں زمین پر بیٹھ گیا۔"

لوگوں کی کیفیت یہ ہوگی:

[وَاللّٰهِ مکاِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهُ أَنْزَلَهَا حَتّٰى تَلَاهَا أَبُو بَكْر فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يَسْمَعُ لِبَشَرٍ اِلَّا يَتْلُوهَا]

اتنا بڑا اختلاف اسی وقت ختم ہوگیا جب قرآن مجید کی صرف ایک آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنائی کیا آج ہمارے اختلافات قرآن و حدیث سے ختم نہیں ہو سکتے؟ یقیناً آج بھی اگر قرآن و حدیث پر عمل شروع کر دیا جائے تو تمام اختلافات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

تدفین رسول ﷺ:

حضور اکرم ﷺ کی وفات پر یہ مسئلہ سامنے آیا کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بعض مسجد کا نام لیتے تھے بعض مکان کا۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمانے لگے:

[سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يُقْبَضُ اِلَّا دُفِنَ تَحْتَ مَضْجَعِه] [1]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نبی کا وہیں انتقال ہوتا ہے جہاں دفن کرنا منظور ہو۔"

ممتاز تاریخ دان علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے غسل اور کفن سے فراغت کے بعد [وَاخْتَلَفُوا أَ يُدْفَنُ فِيْ مَسْجِدِه أَوْ بَيْتِه] صحابہ کرام میں یہ اختلاف

[1] جامع الاحادیث للسیوطی ۲۱۲۲۵، و کنز العمال ۱۲/۱۸۸۴

پڑ گیا کہ آپ کو مسجد میں دفن کیا جائے یا آپ کے گھر ہی میں دفن کر دیا جائے۔"

[فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَمِعْتُهٗ ﷺ یَقُوْلُ مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا یُدْفَنُ حَیْثُ قُبِضَ فَرُفِعَ فِرَاشُهُ الَّذِیْ قُبِضَ عَلَیْهِ وَ حُفِرَ لَهٗ تَحْتَهٗ] ❶

" تو اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی جہاں فوت کیا جاتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔"

(اس حدیث کے سن لینے کے بعد) پھر آپ ﷺ کے بستر کو اٹھایا گیا اور اسی جگہ قبر کھودی گئی جس جگہ پر آپ فوت ہوئے تھے اور طبقات ابن سعد میں صاف الفاظ میں موجود ہیں کہ جس جگہ پر نبی کی روح قبض کی جاتی ہے اسے وہاں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔

یہ حدیث پاک ﷺ سنتے ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی آراء واپس لے لیں اور سر تسلیم خم کر دیا۔ ❷

سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا اختلاف:

وصالِ نبوی ﷺ کے موقعہ پر انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیعت کرنے کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو تجہیز و تکفین کے لیے علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر خود عمر رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ وہاں نزاع و اختلافات کا بازار گرم تھا۔ انصار کہہ رہے تھے [مِنَّا اَمِیْرٌ وَ مِنْکُمْ اَمِیْرٌ] کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہونا چاہیے ایک مہاجرین میں سے، انصار کہتے تھے کہ ہم اپنے میں سے سعد بن عبادہ کو امیر بنائیں گے کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو

---

❶ ابن خلدون، ص: ۶۳/۲، طبری، ص: ۴۵۲/۲، مختصر سیرت الرسول، ص: ۴۷۱، البدایہ والنہایہ، ص: ۴۶۳/۵، ابن سعد، ص: ۳۳۱/۲

❷ مؤطا، امام مالک، ماجاء فی دفن المیت قبل حدیث: ۵۴۴

جگہ دی آپ ﷺ کا ہر موقع پر ساتھ دیا اس لیے خلافت ہمارا (انصار) کا حق ہے جب کہ مہاجرین کے اپنے دلائل تھے، اس طرح کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی قربت کو دلیل بنا کر خلافت پر اپنا حق جتایا یہ اتنا شدید اختلاف تھا کہ اگر معاذ اللہ اس وقت خلافت کی وجہ سے صحابہ کرام جیسی نفوس قدسیہ میں اختلاف مستقل طور پر برقرار رہتا تو شاید آج ہم تک اسلام نہ ہی پہنچتا مگر اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انصار کی تعریف اور فضیلت میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے اور پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

[یَا سَعْدَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَ اَنْتَ قَاعِدٌ : قُرَيْشٌ وَلَاةُ هٰذَا الْأَمْرِ بِرَّ النَّاسِ لِبِرِّهِمْ وَ فَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ قَالَ فَقَالَ سَعْدٌ صَدَقْتَ فَنَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَ أَنْتُمُ الْأُمَرَاءُ] [1]

"اے سعد رضی اللہ عنہ بے شک تم خود جانتے ہو کہ تمہاری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ امارت (خلافت) کے حقدار قریش ہیں نیک لوگوں میں سے نیکوں کی اتباع کریں گے اور بد، بد لوگوں کی اتباع کریں گے تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے لہٰذا اب ہونا یہ چاہیے کہ امیر تم ہو اور وزیر ہم ہوں۔"

پھر بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے خود حضور ﷺ کا ارشاد [اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَيْشِ] (خلیفہ قریش میں سے ہو) سنایا۔ حدیث پاک سنتے ہی تمام مجمع خاموش ہو گیا اور بہت بڑے جھگڑے کا فیصلہ ایک منٹ میں ہو گیا کیونکہ حدیث کے مقابلے میں سب کے دلائل ختم ہو گئے۔

فتح الباری میں لکھا ہے:

[فَلَمَّا سَمِعُوْا حَدِیْثَ الْاَئِمَّةِ مِنْ قُرَيْشٍ رَجَعُوْا مِنْ ذَالِكَ وَ

[1] البدایہ، النہایہ ص ۳۱/۳ ... [illegible]

أَذْعَفُوا][1]

یہ حدیث سن لینے کے بعد انصار کے نامزد امیر (خلیفہ) نے گویا خود ہی دستبردار ہونے کا اعلان کردیا پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا مگر عمر رضی اللہ عنہ نے خود سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں خلیفہ تسلیم کرلیا اس کے بعد پھر لوگوں نے بھی بیعت کی۔

حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آ جانے کے بعد پھر صحابہ کرام اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے حدیث پر ہی عمل کرتے تھے۔

مانعین زکوۃ سے قتال:

[عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ أَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَ نَفْسَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ وَ حِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ][2]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوۃ سے انکار

---

❶ فتح الباری، تحت حدیث ٣٦٦٧

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکوة، باب وجوب الزکوة، حدیث [illegible]

کر دیا اور ابوبکر نے ان سے لڑنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ کے اس فرمان کی موجودگی میں کیسے جنگ کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے حکم ہے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ سوا اس کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔

اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ کے لیے انکار کر دے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے زکوٰۃ میں (بکری کے) بچے دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور بعد میں میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابوبکر ہی حق پر تھے۔"

عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے کو ترک کر کے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں اور قسم اٹھا کر کہتے ہیں ان کی بات حق ہے۔ اور پھر اس کو فوراً قبول بھی کرتے ہیں۔

[فَلَمْ يَلْتَفِتْ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى مَشُوْرَةِ عُمَرَ اِذْ كَانَ عِنْدَهٗ حُكْمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] [1]

"ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کی طرف بالکل توجہ نہیں کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود تھا۔"

[1] بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب وامرهم شوری بینهم

لشکر اسامہ کی روانگی:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر جنگ کے لیے روانہ کیا مگر وہ لشکر آپ ﷺ کی بیماری کی وجہ سے نہ جا سکا جب رسول اللہ ﷺ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو دوبارہ بھیجنے کا پروگرام بنایا تو کچھ لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ مشورہ دیا کہ حالات خراب ہیں کچھ لوگ تو ویسے ہی مرتد ہو گئے ہیں اور بھی بہت سے فتنے سر اٹھا رہے ہیں اس لیے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں روک کر رکھنا چاہیے یا پھر کم از کم اسامہ کی جگہ کوئی بڑا تجربہ کار آدمی امیر لشکر مقرر کیا جائے، جب عمر رضی اللہ عنہ یہ پیغام لے کر خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور فرمایا:

[لَا أَتْرُكُ أَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أُخْرِجَ أَوْ أُنْفِذَهُ] [1]

"میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو چھوڑ (تبدیل کر) نہیں سکتا میں ضرور لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کروں گا۔"

بلکہ طبری میں تو یہ الفاظ بھی ہیں اگر میں یہ گمان بھی کروں کہ درندے مجھے چیر پھاڑ ڈالیں گے میں تب بھی اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کروں گا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب لوگوں نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کو ملتوی کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے یہ تبدیل نہیں ہو سکتا تو اس وقت تمام مختلف خیالات ایک ہو گئے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت و امارت میں وہ لشکر گیا اور پھر کامیاب واپس لوٹا اور پھر چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر عمل کرنے سے جو فوائد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا کیے وہ دوسری صورت میں ممکن ہی نہیں تھے۔

---

[1] ابن خلدون، ص: ٢/٨٥٦، طبری، ص: ٢/٤٦١، البدایہ والنہایہ، ص: ٦/١١٤١

رسول اللہ کی وراثت:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بن جانے کے بعد ایک اور اختلاف یہ ہوا کہ سیدہ فاطمہ الزہرا (رضی اللہ عنہا) نے اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کر دیا کہ ہمیں ہمارے والد صاحب کی وراثت جو کہ باغ فدک اور خیبر کی زمین کی صورت میں ہے اس سے ہمیں حصہ دیا جائے اب یہ ایسا موقع تھا کہ اگر کوئی قابل قبول حل اس کا نہ ہوتا تو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں اور اہل حکومت کے تعلقات میں کوئی دراڑ پڑ جاتی مگر جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کی وراثت میں سے حصے کا مطالبہ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ هٰذَا الْمَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاللّٰهُ لَا اَدَعُ اَمْرًا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيْهِ اِلَّا صَنَعْتُهُ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى مَاتَتْ] [1]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم (یعنی انبیاء) وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جس طرح میں نے اس مال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے میں بھی اس طرح کروں گا (اس حدیث کے سن لینے کے بعد) پھر فاطمہ نے ساری زندگی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملے میں بات نہیں کی۔"

فاطمہ رضی اللہ عنہا، جنھوں نے پہلے اظہار افسوس کیا تھا بعد میں وہ بھی راضی ہو گئیں۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقة، رقم: ٦٧٢٥

[2] بیهقی: ٦/٣٠١

فائدہ= فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کا تقاضا یہی تھا کہ وہ باپ کی حدیث سن کر خوش ہو تیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر خوش ہونا ایمان ہے اور ناراض ہونا ایمان نہیں ۔ہمارا عقیدہ اور یقین کامل ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باپ کی حدیث سن کر خوش ہوئیں اور وراثت کا مطالبہ نہیں کیا، وہ حضرات غور کریں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنی محبت کا دعویٰ تو بہت کرتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے انکاری بھی ان کو ٹھہراتے ہیں۔نعوذ باللہ من ذالک بلکہ الٹا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنانے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رجوع:

[عَنْ قُبَيْصَةَ ابْنِ ذُؤَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ تِ الْجَدَّةُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ مَا لَكِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ شَىْءٌ وَ مَا عَلِمْتُ لَكِ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَارْجِعِىْ حَتّٰى اَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطَاهَا السُّدُسَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْاَنْصَارِىُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَنْفَذَهُ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ][1]

’’قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک میت کی نانی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس میراث مانگنے آئی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:’’ اللہ کی کتاب میں تمہارا کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے، لہٰذا واپس چلی جاؤ، میں اس کے بارے لوگوں سے

[1] ابوداود کتاب الفرائض، باب فی الجدة، حدیث:٢٨٩٤

دریافت کروں گا۔" چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا ہے۔" ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کوئی اور بھی اس کا گواہ ہے؟" محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مغیرہ بن شعبہ کی مثل حدیث بیان کی چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نانی کو چھٹا حصہ دلایا۔"

فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ترجیح دی:

ولید بن عقبہ نے کوفے میں نبیذ پی تو نشہ آ گیا، قے کی پکڑے گئے خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ نے مقدمہ کی تحقیقات کے بعد علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ولید پر حد شرعی لگائیں۔ عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارنے شروع کیے اور علی رضی اللہ عنہ نے شمار کرنا شروع کیا۔ جب چالیس کوڑے لگ چکے تو علی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ سے فرمایا کہ بس

[اَمسِكْ جَلَدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَبُو بَكرٍ اَربَعِينَ وَ عُمَرُ ثَمَانِينَ وَ كُلٌّ سُنَّةٌ وَ هٰذَا اَحَبُّ] [1]

"اب رک جاؤ عہد نبوی اور خلافت صدیق تک حد چالیس درّے رہی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) مقرر کی مجھے عہد نبوی کی مروّج حد زیادہ پسند ہے۔"

فائدہ= دیکھیے علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کو سنت فرما کر سنت نبوی کو سنت فاروقی پر مقدم کیا۔ حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ہی اسی (۸۰) کوڑے مقرر فرمائے تھے۔ (موطا) نیز عثمان رضی اللہ عنہ، خلیفہ راشد نے بھی چالیس پر سکوت فرما کر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا۔

عمر رضی اللہ عنہ سے آخری وقت کہا جا رہا تھا کہ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہوتا، جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مقرر کر دیا تھا تو جواب دیتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر، رقم: ۱۷۰۷

[اِنْ لَا اَسْتَخْلِفُ فَاِنَّ النَّبِیُّ ﷺ لَمْ یَسْتَخْلِفُ وَ اِنْ اَسْتَخْلِفُ فَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ قَدْ اِسْتَخْلَفَ] ❶

''اگر میں خلیفہ مقرر نہ کروں تو میں سنت نبویہ کا عامل ہوں گا اور اگر خلیفہ مقرر کروں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل ہوگا چونکہ سنت نبوی پر عمل کرنا ہی افضل ہے اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص شخص کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔''

چنانچہ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ لِیَعْدِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَحَدًا وَ اَنَّهٗ غَیْرُ مُسْتَخْلِفٍ] ❷

''میں سمجھ گیا کہ عمر کسی کو رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور وہ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔

فائدہ=معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلفاء راشدین کی سنت کو سنت نبویہ کے خلاف سمجھتے تو اس خلیفہ کی سنت کو چھوڑ دیتے اور سنت نبویہ کو لازم پکڑتے تھے۔

عمر بن خطاب کا حق کی طرف رجوع:

عَنْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ الدِّیَةُ لِلْعَاقِلَةِ وَ لَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِیَةِ زَوْجِهَا شَیْئًا حَتّٰی قَالَ لَهُ الضَّحَّاكَ بْنِ سُفْیَانَ رضی اللہ عنہ کَتَبَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْیَمَ الضَّبَابِیَّ مِنْ دِیَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ] ❸

''سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:'' دیت صرف

❶ صحیح مسلم، کتاب الإمارة ،باب الاستخلاف و ترکه ،رقم:۱۸۲۳

❷ مسلم:۱۸۲۳

❸ ابوداود، کتاب الفرائض ، باب المراءة ترث من دیة زوجها ،حدیث:۲۹۲۷

خاوند کے رشتہ داروں کے لئے ہے، لہٰذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔'' ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیغام لکھوا بھیجوایا ہے کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔''

عمر فاروق کا رجوع:

[عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُوْ مُوْسَى عَلَى عُمَرَ فَكَأَنَّهُ وَجَدَهُ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائذَنُوْا لَهُ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا بِهٰذَا قَالَ فَأْتِنِيْ عَلَى هٰذَا بِبَيِّنَةٍ أَوْ لَأَفْعَلَنَّ بِكَ فَانْطَلَقَ إِلٰى مَجْلِسٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا لَا يَشْهَدُ إِلَّا أَصْغَرُنَا فَقَامَ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيّ فَقَالَ قَدْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِهٰذَا فَقَالَ عُمَرُ خَفِيَ عَلَيَّ هٰذَا مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَلْهَانِيْ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ] [1]

''عبید بن عمیر نے کہا کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے (ملنے کی) اجازت چاہی اور یہ دیکھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ مشغول ہیں، آپ جلدی سے واپس چلے گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ابھی عبد اللہ بن قیس (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) کی آواز نہیں سنی تھی؟ انھیں بلا لو۔ چنانچہ انھیں بلایا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ (کہ جلدی واپس ہو گئے) انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس حدیث پر کوئی دلیل لاؤ، ورنہ میں تمہارے ساتھ یہ کروں گا۔ چنانچہ ابوموسیٰ انصار کی ایک مجلس میں گئے۔ انھوں

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الحجۃ علی من کان قال ان احکام النبی کانت ظاہرۃ، حدیث: ۷۳۵۳

نے کہا کہ اس کی گواہی ہم میں سب سے چھوٹا دے سکتا ہے۔ چنانچہ ابوسعید خدری کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہمیں دربارِ نبوی سے اس کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم مجھے معلوم نہیں تھا، مجھے بازار کے کاموں خرید وفروخت نے اس حدیث سے غافل رکھا۔''

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رجوع:

[عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضي الله عنها اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ رضي الله عنها وَ هِيَ أُخْتُ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَاءَ تْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلٰى اَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ فَاِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ اَبَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوْهُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ فَاِنِّيْ لَمْ يَتْرُكْنِيْ فِيْ مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ وَ لَا نَفَقَةٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَعَمْ قَالَتْ فَخَرَجْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ اَوْ فِي الْمَسْجِدِ دَعَانِيْ اَوْ اَمَرَ بِيْ فَدُعِيْتُ لَهُ فَقَالَ كَيْفَ قُلْتِ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِيْ ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِيْ قَالَتْ فَقَالَ امْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رضي الله عنه اَرْسَلَ اِلَيَّ فَسَأَلَنِيْ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ وَ قَضٰى بِهِ][1]

''زینب بنت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور پوچھا: ''کیا وہ بنی خدرہ میں اپنے گھر جاسکتی ہیں؟ کیونکہ میرے خاوند کے چند

[1] ابوداود، کتاب الطلاق، باب المتوفی ،رقم:٢٣٥٥

غلام بھاگ گئے تھے وہ انہیں ڈھونڈنے نکلے جب طرف قدوم (ایک مقام ہے مدینہ سے سات میل پر) پہنچے تو وہاں غلاموں کو پایا اور غلاموں نے میرے خاوند کو مار ڈالا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کیا میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں کیونکہ میرا خاوند میرے لئے کوئی مکان یا خرچ وغیرہ چھوڑ کر نہیں مرا؟'' فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چلی جاؤ۔'' فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں وہاں سے نکلی ابھی مسجد یا حجرہ میں ہی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا یا کسی کو بلانے کا حکم دیا اور مجھے بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے کیا کہا تھا؟'' میں نے ساری بات دوبارہ بیان کی جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق کہی تھی۔ فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھر میں ٹھہری رہو حتی کہ عدت پوری ہو جائے۔'' چنانچہ میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن پورے کیے۔ فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پیغام بھیجا اور مسئلہ دریافت کیا تو میں نے انہی یہی بتایا اور انہوں نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔''

علی رضی اللہ عنہ کا رجوع:

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو آگ کے ساتھ جلا دیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ اس بات کی خبر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انھوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ان کو قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: [مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ] ''جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو۔'' میں نے انھیں جلانا نہیں تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: [لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ] ''اللہ والا عذاب کسی کو نہ دو۔'' اس بات کی خبر جب علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے کہا: [صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ] کہ ابن عباس نے سچ کہا۔ [1]

فائدہ= یہ روافض کا ایک گروہ تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں الوہیت کا دعویدار تھا۔

[1] صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین، رقم: ٦٩٢٢، ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء في المرتد: ١٤٥٨

علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ دیا:

[عَنْ مَرْوَانِ ابْنِ الْحَکَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَ عَلِیًّا وَّ عُثْمَانُ یَنْهٰی عَنِ الْمُتْعَةِ وَ اَنْ یَّجْمَعَ بَیْنَهُمَا فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ اَهَلَّ بِهِمَا لَبَّیْكَ بِعُمْرَةٍ وَّ حَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّةَ النَّبِیِّ ﷺ لِقَوْلِ اَحَدٍ] [1]

''مروان بن حکم سے مروی ہے انھوں نے کہا میں اس وقت موجود تھا جب عثمان (اپنی خلافت میں) تمتع اور قران سے منع کرتے تھے علی رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھ کر یوں احرام باندھا۔ [لَبَّیْكَ بِعُمْرَةٍ وَّ حَجَّةٍ] یعنی حج قران کیا) اور کہنے لگے میں نبی علیہ السلام کی حدیث پاک کو کسی کے قول یا فعل سے نہیں چھوڑ سکتا۔''

نسائی میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جب حج تمتع کرنے سے منع کیا تو علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کھڑی ہو گئی اور سامنے آ کر کہنے لگی امیر المومنین! ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا۔ آپ کیوں منع کر رہے ہیں؟ گواہ رہو ہم سب تمتع کرتے ہیں۔ بخاری کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے تمتع کے علاوہ قران سے بھی منع کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تردید کرنے کے لیے حج قران کیا اور کہنے لگے کہ میں حضور ﷺ کی حدیث کسی کے قول یا فعل سے نہیں چھوڑ سکتا۔ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حدیث رسول ﷺ بہت زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ وہ اس کو قرآن کی مانند واجب الاتباع سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: افسوس آج سنت کا سب سے بڑا عالم ہم سے جدا ہو گیا۔ [2]

رسول اللہ ﷺ والا فیصلہ۔ ایک سخت ترین آزمائش:

علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے انھوں نے کہا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب التمتع باب والإقران، رقم:١٥٦٣

[2] رحمۃ للعالمین جلد:٢

ہم میں سے ایک آدمی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کا حق مہر مقرر نہیں کیا اور نہ اس سے جماع کیا ہے اور وہ آدمی فوت ہو گیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

[مَا سُئِلْتُ مُنْذُ فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَشَدَّ عَلَیَّ مِنْ هٰذِهٖ فَأْتُوا غَيْرِیْ]

''جب سے میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوا ہوں مجھ سے اس سے زیادہ سخت مسئلہ نہیں پوچھا گیا تم میرے علاوہ کسی اور سے پوچھ لو۔''

انھوں نے ایک ماہ تک اس میں اختلاف کیا بالآخر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے ہم اگر آپ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ نہ پوچھیں تو کس سے مسئلہ پوچھیں آپ ﷺ نبی اکرم ﷺ کے عظیم صحابہ میں سے ہیں اور اس شہر میں ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو جانتے بھی نہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

[سَأَقُوْلُ فِيْهَا بِجَهْدِ رَأْيِیْ فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ وَ إِنْ خَطَأً فَمِنِّیْ وَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ بَرَآءَ]

''میں مکمل غوروفکر کر کے آپ کو بتاتا ہوں اگر وہ درست ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اگر خطاء ہوئی تو میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہے۔''

میرا خیال ہے اس عورت کو دوسری عورتوں کے برابر حق مہر دیا جائے نہ زیادہ نہ کم اور اسے خاوند کی میراث سے حصہ بھی دیا جائے اور خاوند کی وفات پر چار مہینے دس دن عدت بھی گزارے۔ اشجع قبیلے کے کچھ لوگ بھی وہاں موجود تھے انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے قبیلے کی عورت کے متعلق فیصلہ کیا تھا اسے بروع بنت واشق کہا جاتا ہے۔ علقمہ کہتے ہیں:

[فَمَا رُئِیَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرِحَ فَرْحَةً يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِاِسْلَامِهٖ]

”عبد اللہ بن مسعود اپنے اسلام لانے کے بعد اتنے خوش کبھی نہیں ہوئے جتنے اس وقت خوش ہوئے۔“ ❶

غسل میں اختلاف کا حل:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کا اختلاف ہو گیا انصار نے کہا کہ جب تک مادہ منویہ ٹپک کر نہیں نکلے گا تب تک غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن مہاجرین نے کہا کہ جب (میاں بیوی کا) میل جول ہو جائے گا اسی وقت غسل واجب ہو جائے گا۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا: یہ تمھارا اختلاف میں ختم کرتا ہوں پھر میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے اجازت مانگی اجازت ملی تو میں نے عرض کیا: اے امی جان اے ام المومنین! میں آپ سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں لیکن مجھے آپ سے پوچھنے میں شرم آتی ہے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

[لَا تَسْتَحْيِي اَنْ تَسْأَلَنِي عَمَّا كُنْتَ سَائِلًا عِنْدَ اُمِّكَ الَّتِيْ وَلَدَتْكَ فَإِنَّمَا أَنَا اُمُّكَ]

”اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو اپنی جننے والی ماں سے بھی پوچھنے میں شرم نہ کرنا میں بھی تیری ماں ہی ہوں۔“ (پوچھو کیا پوچھتے ہو؟)

میں نے عرض کیا غسل کب واجب ہو جاتا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے جاننے والی سے سوال کیا ہے پھر فرمانے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

[اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ وَ مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ] ❷

”جب مرد چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور شرمگاہیں مل جاتی ہیں تب

---

❶ نسائی، کتاب النکاح، باب اباحة التزویج بغیر نکاح، رقم: ٣٣٥٨، ترمذی، ٤٥ ١١

❷ مسلم کتاب الحیض باب طهارہ جلود المیتة بالدباغ"رقم: ٣٤٩

غسل واجب ہو جاتا ہے۔"

عہد کی وفا:

سلیم بن عامر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

"معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک ترکیب سوجھی اور انہوں نے معاہدہ ختم ہونے سے کچھ دن پہلے رومیوں کی طرف لشکر کشی فرمائی تاکہ جوں ہی مدتِ معاہدہ ختم ہو فوراً رومیوں پر یلغار کر دی جائے اور انہیں (بے خبری میں) اپنے دفاع کا موقع نہ دیا جائے۔ اسی دوران ایک گھڑ سوار تکبیریں بلند کرتا ہوا آیا اور کہنے لگا لوگو! وفائے عہد کا مظاہرہ کرو اور دھوکا دہی سے کام نہ لو۔ لوگوں نے توجہ کی تو وہ عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا عقْلَةَ وَلَا يَحِلُّهَا حَتّٰى يَنْقَضِيَ أَمَلُهَا أَوْيَنْبُذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ]

"جن لوگوں کا کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان ہو، وہ اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے اس کے خلاف ورزی نہ کرے یا پھر اعلانیہ طور پر وہ معاہدہ ختم کر دے۔"

یہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ راستہ ہی سے واپس لوٹ آئے۔" [1]

سواری پر نماز:

انس بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ملے (وہ حجاج بن یوسف کی شکایت لے کر عبد الملک بن مروان کے پاس جا رہے تھے اور انس بن سیرین بصرہ سے انھیں جا کر ملے تھے فرماتے ہیں کہ) ہم جب انس بن مالک کو ملے تو وہ عین التمر کے مقام پر گدھے پر سوار ہو کر قبلے کے علاوہ دوسری سمت کی طرف منہ کر کے نماز

[1] ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الامام یكون بینه وبین العدو عهد......رقم: ٢٧٥٦

پڑھ رہے تھے (جب وہ فارغ ہوئے) تو میں نے عرض کیا کہ آپ نے قبلے کے علاوہ دوسری سمت میں منہ کر کے کیوں نماز ادا کی ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

[لَوْ لَا اَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَفْعَلُہٗ لَمْ اَفْعَلْہُ] ❶

"اگر میں نے نبی ﷺ کو ایسا کرتا ہوا نہ دیکھا ہوتا تو میں قطعاً ایسا نہ کرتا۔"

مسجد میں نمازِ جنازہ:

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے پیغام بھیجا کہ ان کا جنازہ مسجد نبوی میں لایا جائے تا کہ ہم ان کا جنازہ ادا کریں چنانچہ ان کا جنازہ مسجد میں لایا گیا انھوں نے جنازہ پڑھ لیا ان کا جنازہ باب الجنائز سے باہر نکال کر لے جایا گیا۔

ازواج مطہرات کو یہ بات پہنچی کہ (کچھ) لوگوں نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسجد میں جنازہ نہیں لے جایا جا سکتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے کتنی جلدی اس چیز پر اعتراض کر دیا جس کا انھیں علم ہی نہیں ہے پھر فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے بیضاء کے بیٹے سہیل کا جنازہ مسجد میں ہی تو پڑھا تھا۔

ایک روایت میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

[وَاللّٰہِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی ابْنَیْ بَیْضَاءَ فِی الْمَسْجِدِ سُھَیْلٍ وَاَخِیْہِ] ❷

"اللہ کی قسم بیضاء کے دونوں بیٹوں سھل اور سہیل کا جنازہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں پڑھایا تھا۔"

---

❶ صحیح البخاری، تقصیر الصلاۃ، باب صلوۃ التطوع علی الحمار، رقم: ۱۱۰۰

❷ مسلم، کتاب الجنائز، رقم ۹۷۳

اللہ کے حکم پر اپنی بہن کا نکاح سابقہ خاوند سے کردیا:

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کردیا تھا، اس نے میری بہن کو طلاق دے دی، جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو اس نے دوبارہ نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے اسے جواب دیا کہ میں نے اس کا تجھ سے نکاح کردیا تھا اور اسے تیری بیوی بنادیا اور تیری تعظیم کی تھی لیکن تو نے اسے طلاق دے دی، اب تو پھر نکاح کا پیغام دیتا ہے؟ تو اللہ کی قسم! اب وہ لوٹ کر تیرے پاس نہیں آئے گی۔ وہ شخص کچھ برا نہ تھا (نیک بخت تھا) اور میری بہن بھی اس کی طرف رجوع کرنے پر راضی تھی، اور میں نے ان کے درمیان دخل اندازی کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

”تم عورتوں کو طلاق دے تو پھر وہ اپنی عدت پوری کرچکیں تو تم ان کو اپنے (پہلے) خاوند سے نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔“ (البقرہ: ۲۳۲)

میں نے کہا یارسول اللہ! اب (اللہ کا حکم اتر آیا تو) میں ضرور مانوں گا (اور ان سے نکاح کردوں گا) پھر انھوں نے اپنی بہن کا نکاح اس سے کردیا۔ [1]

سواری پر وتر پڑھنا:

سعید بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے سفر پر تھا (میں نوافل سواری پر پڑھتا رہا) جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر ادا کیا پھر میں ان سے جا ملا، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟ میں نے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی، رقم: [illegible]

کہا مجھے صبح ہو جانے کا خطرہ ہوا تو وتر پڑھنے کے لیے اتر گیا تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

[اَلَیْسَ لَكَ فِی رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ]

''کیا تمھارے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کے طریقے) میں بہترین نمونہ نہیں ہے؟''

میں نے عرض کیا کیوں نہیں ہے؟ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

[فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ]

''اللہ کے نبی ﷺ سواری پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے (اس لیے ضروری نہیں ہے کہ وتر زمین پر ہی پڑھے جائیں)۔'' ❶

قرآن و حدیث کے مقابلے میں عقل استعمال کرنے والے کی سزا:

ابوسعید الحسن بن احمد بن یزید الاصطخری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۸ھ) کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا: کیا ہڈی سے استنجا جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیوں؟ انھوں نے فرمایا: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: یہ تمہارے بھائیوں جنوں کی خوراک ہے اس نے پوچھا: انسان افضل ہیں یا جن؟ انھوں نے فرمایا انسان۔

اس نے کہا پانی کے ساتھ استنجا کیوں جائز ہے جب کہ وہ انسانوں کی خوراک ہے۔ راوی (ابوالحسن الطبسی) کہتے ہیں کہ ابوسعید الاصطخری نے حملہ کرکے اس آدمی کی گردن دبوچ لی اور اس کا گلہ گھونٹتے ہوئے فرمانے لگے: ''زندیق (بے دین، گمراہ) تو رسول اللہ ﷺ پر رد کرتا ہے۔''

اگر میں اس آدمی کو نہ چھڑاتا تو وہ اسے قتل کر دیتے۔ ❷

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الوتر، باب الوتر علی الدابة، رقم: ۹۹۹

❷ ذم الکلام واھلہ: ۱۲۵۸، بتحقیق عبداللّٰہ بن محمد عثمان الانصاری، و سندہ حسن

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رجوع:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل تھے کہ مکہ میں مقیم کسی عورت کو اس وقت حیض آ جائے جب وہ مکہ سے روانہ ہونے والی ہو وہ عورت طواف وداع کیے بغیر مکہ کو نہیں چھوڑ سکتی لیکن جب ان کو حدیث مل گئی تو فوراً اپنی رائے اورفتوی سے رجوع کر لیا۔ حدیث کے مطابق حائضہ طواف وداع چھوڑ سکتی ہے، بشرطیکہ وہ عورت طواف افاضہ یا طواف زیارت پہلے کر چکی ہو۔

صحیح بخاری میں یہ روایت طاؤس رحمہ اللہ سے منقول ہے: ''طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں، کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، عورت کو جب حیض آ جائے تو اس کو (طواف وداع کیے بغیر) لوٹ جانے کی اجازت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما شروع میں یہ کہتے تھے کہ وہ (بغیر طواف وداع کیے) نہ لوٹے۔ طاؤس رحمہ اللہ نے کہا پھر میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے لوٹ جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی رخصت دے دی ہے۔ [1]

بیوہ کی عدت:

بیوہ عورت کی عدت کے بارے میں اختلاف واقع ہو گیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ دو عدتوں (وضع حمل یا چار مہینے دس دن) میں سے جو آخری عدت ہے حاملہ عورت وہ عدت گزارے گی یعنی ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور وہ عورت حاملہ ہے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف تھا کہ اگر چار مہینے دس دن پورے ہونے سے پہلے ہی اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو پھر وہ عورت چار مہینے دس دن عدت پوری کرے گی اور اگر چار مہینے دس دن تو مکمل ہو گئے مگر ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا تو وہ عورت بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے گی۔ ادھر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ اگر حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ بچہ چار مہینے دس دن سے پہلے ہی پیدا ہو جائے یا بعد

[1] بخاری، کتاب الحیض، باب المرأة تحیض بعد الافاضة، رقم ۳۲۹

میں جب بھی بچہ پیدا ہو جائے گا اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ فقیہ امت محمدیہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ابو سلمہ رضی اللہ عنہما کے موقف کی تائید کی۔ اس علمی مذاکرہ میں (جیسا کہ ترمذی کے الفاظ سے واضح ہے کہ وہ ایک مذاکرہ کی شکل تھی) صحابہ کرام کوئی فیصلہ نہ کر سکے آخر کار قاصد بھیج کر ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی: سبیعہ رضی اللہ عنہا کا خاوند فوت ہو گیا تو اس کے چند دن بعد ہی سبیعہ کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے س کو نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ ❶
وہ قاصد جب یہ سن کر صحابہ کرام کے پاس واپس پہنچا تو حدیث سنتے ہی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلے موقف سے رجوع کر لیا اور حدیث رسول کو اپنا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم ہوتے ہی تمام اختلافات ختم ہو گئے۔ ❷

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کیا:

بیت اللہ کے چار کونے ہیں ان کونوں کو رکن کہتے ہیں شمال کی طرف والا کونہ رکن عراقی کہلاتا ہے دوسرا رکن شامی جو مغرب کی طرف ہے تیسرا رکن یمانی جنوب کی طرف اور چوتھا رکن حجر اسود مشرق کی طرف ہے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت حجر اسود کو چوما جاتا ہے جب کہ رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگانا ہوتا ہے۔ باقی دونوں رکنوں کو نہ چوما جاتا ہے اور نہ ہی ہاتھ لگانا ہوتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چاروں رکنوں کو چومتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے درست نہ تھی۔ بے شک سارا کعبہ متبرک ہے مگر ہر کام میں سنت کی اتباع ضروری ہے اور اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق عمل کرے تو آدمی کعبہ کی ساری دیواروں کے چپہ چپہ کو چومتا جائے اگر کوئی جگہ نہ چھوڑے اس پر دلیل امیر معاویہ کا یہ قول پیش کرے تو کیا اس کی

---

❶ ترمذی، ابواب الطلاق واللعان رقم: ١١٩٤

❷ صحیح البخاری، رقم: ٤٩١٠

بات صحیح ہوگی، اسی طرح تو طواف کرنا ہی مشکل ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں طواف کر رہے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے سب رکنوں کو چوما لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حجر اسود کو چوما ہے اور رکن یمانی کو ہاتھ سے مس کیا ہے۔ باقی رکنوں کو نہ چوما اور نہ ہاتھ لگایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہم سب پر لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک سن کر امیر معاویہ مان گئے اور فرمایا: [صَدَقْتَ] اے ابن عباس رضی اللہ عنہما تو نے سچ کہا۔ [1]

باپ کی بات کو جھٹلا دیا:

[أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَ هُوَ يَسْأَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ۔ فَقَالَ الشَّامِيُّ إِنَّ أَبَاكَ قَدْ نَهَى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِيْ نَهَى عَنْهَا وَ مَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ءَ أَمْرُ أَبِيْ يُتَّبَعِ أَمْ أَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ أَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم] [2]

"سالم بن عبد اللہ فرماتے ہیں، اہل شام کے ایک آدمی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، حج تمتع کرنا جائز ہے؟ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جائز ہے حلال ہے۔ شامی نے کہا آپ کے باپ نے تو منع کیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر میرے باپ نے منع کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اب تو بتا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اتباع کے زیادہ حقدار ہے یا میرے باپ کا حکم۔ تو شامی کہنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم۔"

---

[1] مسند احمد: ٤/٣١٣، رقم: ١٧٨١، ١٨٧٧، ١٩٠٥

[2] ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الجمع بین الحج والعمرۃ، رقم ٨٢٤

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا رجوع:

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنی قوم یعنی بنی امیہ کی طرح نماز تاخیر سے پڑھتے تھے چنانچہ ایک دن عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے عصر کی نماز میں تاخیر کی۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ان کے پاس تھے انھوں نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تردید کرنے کے لیے عائشہ صدیقہ کی حدیث بیان کی جس سے عصر کا وقت معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک وہ حدیث بیان کی جس میں جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق نبی علیہ السلام کی امامت کرائی۔ اس امامت والی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اوقات نماز اللہ کے نزدیک اس قدر عظمت رکھتے ہیں کہ ان کے تقرر کے لیے جبرائیل کو بھیجا تاکہ وہ اللہ کی جانب سے مقررہ اوقاتِ نماز اپنے قول و فعل کے ساتھ بیان کردیں۔ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے عروہ رحمہ اللہ نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ ایسے بڑے اہم کام میں جس کے واسطے اس قدر اہتمام ہو، سستی کرتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو جبرائیل کی امامت والی حدیث کی خبر نہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے تحقیق کی خاطر عروہ رحمہ اللہ سے کہا: [اِعْلَمْ مَا تُحدِثُ بِهِ يَا عُرْوَةُ!] ذرا سمجھ لو! تم جو حدیث بیان کرتے ہو کیا واقعی جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کے اوقات مقرر کیے، عروہ رحمہ اللہ نے جواب دیا میں نے یہ حدیث خود ابومسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے بشیر سے سنی ہے۔ وہ اسے اپنے باپ ابومسعود سے بیان کرتے ہیں۔ [1]

حدیث سننے کے بعد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے فعل سے رجوع فرمایا اور حدیث کے مطابق اول وقت نماز پڑھنے لگے۔ ابن اسحاق نے امام زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ پھر تادمِ مرگ ایک دن بھی نماز میں دیر نہیں کی۔

امام مالک رحمہ اللہ کا امتحان:

امام مالک رحمہ اللہ کے زمانے میں فقہائے عراق نے ایک ایسا فتویٰ دیا جو قرآن و

[1] مؤطا امام مالك، كتاب وقوف الصلاة، رقم: ١، صحيح البخاری، رقم: ٥٢١

حدیث کے بالکل خلاف اور امراء وسلاطین کی عیاشی وشہوت رانی کے لیے کارآمد تھا۔فتویٰ کے الفاظ یہ تھے اگر کسی شخص سے جبراً قہراً زبردستی ڈرا دھمکا کر قتل وغیرہ کا خوف دلا کر اس کی عورت منکوحہ پر طلاق حاصل کر لی جائے تو ایسی طلاق صحیح اور جائز ہے؟ اس فتویٰ کو مدینے کے گورنر جعفر بن سلیمان،(جو منصور عباس کا چچازاد بھائی تھا) کی پشت پناہی حاصل تھی۔ جب یہ فتویٰ امام مالک رحمہ اللہ کے پاس آیا تو آپ نے حدیث نبوی کے پیش نظر علی الاعلان اس کی تردید کرتے ہوئے صاف الفاظ میں فرمایا:

[طَلَاقُ الْمُکْرَہِ لَیسَ بِشَیْءٍ]

"یعنی جبر واکراہ سے حاصل کردہ طلاق بالکل لغو اور باطل ہے۔"

ایسی مطلقہ عورت سے نکاح کرنا قطعاً ناجائز وحرام ہے۔جعفر یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور آپ سے انتقام لینے کے لیے تیار ہو گیا چنانچہ انتہائی ذلت کے ساتھ عدالت میں مجرموں کے کٹہرے میں آپ کو پیش کیا گیا۔جعفر نے غصہ سے لال پیلا ہو کر سخت الفاظ میں کہا کہ اپنا فتویٰ واپس لو ورنہ سخت سزا دی جائے گی امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے خلاف میں کیسے بیان دے سکتا ہوں۔ میرا فتویٰ حدیث کے مطابق ہی ہے۔اگر تمہارے درباری ملا، مولویوں، اور مفتیوں کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کریں ورنہ میں اپنے فتوے سے رجوع کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ اس پر والئ مدینہ کے حکم سے جلاد نے کوڑے مارنے شروع کئے۔کوڑے کی ہر ضرب پر امام صاحب یہی اعلان کرتے:[طَلَاقُ الْمُکْرَہِ لَیسَ بِشَیْءٍ] "زبردستی کی طلاق لغو اور ناجائز ہے"

حتی کہ ستر کوڑے مارے گئے کوڑوں کی ضربات سے دونوں بازو لہولہان ہو گئے۔ تمام بدن لہولہان اور کپڑے خون میں لت پت ہو گئے مگر آپ کے استقلال میں کچھ فرق نہیں آیا۔ برابر یہی کہتے رہے[طَلَاقُ الْمُکْرَہِ لَیسَ بِشَیْءٍ] جبر کی طلاق لغو اور باطل ہے پھر فرماتے:

[اِئتُونِی بِشَیْءٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِه] یعنی اگر منوانا چاہتے ہو تو اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ سے کوئی ثبوت دکھاؤ میں اسی وقت مان جاؤں گا ورنہ نہیں مانوں گا، لیکن حکومت کا نشہ بڑا ہوتا ہے۔ حاکم وقت نے قرآن و سنت سے کوئی دلیل پیش کر کے قائل کرنے کی بجائے امام صاحب کو مزید رسوا کرنے کی غرض سے یہ حکم دیا کہ آپ کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے مدینہ کی گلیوں میں گشت لگاؤ اور یہ اعلان کرو کہ جو کوئی حکومت اور علمائے حکومت کی مخالفت کرے گا اس کی یہی سزا ہے پس جب امام صاحب کو گلی کوچوں میں پھرانا شروع کیا اور حکومت کی طرف سے سرکاری اعلان کرنے والا اعلان کر کے خاموش ہو جاتا تو امام صاحب یہ اعلان کرتے:

[مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَ مَنْ لَمْ یَعْرِفُنِیْ فَاَنَا مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ وَ اَقُوْلُ طَلَاقُ الْمُکْرَہِ لَیْسَ بِشَیْءٍ]

”جو شخص مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو مجھے اس حالت میں نہ پہچان سکے تو میں خود بتا دیتا ہوں کہ میں مالک بن انس ہوں اور میری اس سزا کا سبب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ جبر و اکراہ کی طلاق شرعاً صحیح و جائز نہیں۔“

جب آپ نے دو تین دفعہ اعلان کیا تو سامعین میں سے کسی نے والیٔ مدینہ کے پاس جا کر کہا کہ اس میں تو حکومت کی سراسر توہین و تحقیر ہے لوگ اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ یہ حکومت ظالم ہے اور حکومت خلاف شرع ظلماً و جبراً لوگوں کی عورتوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے یہ سن کر جعفر نے حکم دیا کہ امام مالک کو اسی حالت میں چھوڑ دو جب پولیس نے چھوڑا تو سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کے بدن سے خون جاری ہے کپڑے خون آلود ہیں کیا ایسی حالت میں نماز جائز ہے تو فرمایا سعید بن جبیر پر جب حجاج بن یوسف نے ظلم کیا تو انھوں نے خون آلودہ بدن و کپڑوں میں دوگانہ ادا کیا تھا۔ ممکن ہے اللہ کے نزدیک یہی نماز عمر بھر کی نمازوں سے زیادہ افضل و

مقبول ہو امام صاحب تکلیف کی وجہ سے ہاتھ نہ باندھ سکے اسی لیے آج مقلدین مالکیہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی مسئلہ نہیں امام صاحب نے تو تکلیف کی وجہ سے ہاتھ چھوڑے تھے۔ ❶

قارئین کرام غور فرمائیں ! کہ امام مالک ہمت و استقلال کے کتنے بلند پہاڑ تھے کہ جابر و قاہر حکمران کی سختیوں کو برداشت کرلیا مگر قرآن و سنت کے خلاف فتویٰ نہیں دیا۔ یہ دردناک واقعہ امام صاحب کی کتاب و سنت کے ساتھ حقیقی محبت کی عکاسی کرتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے؟

ارادے جن کے پختہ ہوں یقین جن کا اللہ پر ہو
تلاطم خیز موجوں میں گھبرایا نہیں کرتے

کیا میں عیسائیوں کے کنیسہ سے آیا ہوں جو حدیث کے مطابق فتویٰ نہ دوں

امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمدی (متوفی ۶۱۹ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''میں مصر میں تھا، جب (ایک دن) محمد بن ادریس الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ/مشہور امام) نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اُن سے کہا: اے ابوعبداللہ کیا آپ اس (حدیث) کے قائل (وفاعل) ہیں؟''

(امام) شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

[اَن رَأَیْتَنِی خَرَجْتُ مِنَ الْکَنِیْسَةِ أَوْ تَرٰی عَلَیَّ زَنَّارًا]

''کیا تو نے دیکھا ہے کہ میں (عیسائیوں کے) کنیسہ سے باہر آیا ہوں یا مجھ پر (ہندوؤں کا) زُنار (خاص نشان: دھاگہ) دیکھا ہے؟'' جب میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حدیث ثابت ہوجائے تو وہی ہمیشہ کے لئے میرا قول ہوتا ہے اور اگر حدیث ثابت نہ ہو تو وہ میرا قول نہیں ہوتا۔ کیا تو نے مجھ پر (ہندوؤں کا خاص نشان) زنار دیکھا

❶ تاریخ الاسلام للذہبی ۱/ ۳۲

ہے کہ میں حدیث کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟"[1]

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث حجت اور معیارِ حق ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہی اپنے عقائد، اقوال و اعمال اختیار کرے۔ تمام ائمہ مسلمین کا یہی مسلک و مذہب اور طریقہ کار تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا رجوع:

امام بخاری رحمہ اللہ نے علی بن مدینی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

[اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اَعْلٰی مِنَ النَّاسِ فَلَا بَاْسَ اَنْ یَّکُوْنَ الْاِمَامُ اَعْلٰی مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ][2]

"بے شک نبی ﷺ (نماز میں) لوگوں سے اونچا کھڑے ہوئے تھے۔" تو اس حدیث کی رو سے کوئی قباحت نہیں اگر امام لوگوں سے اونچا کھڑا ہو"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو کر نماز پڑھائے لیکن جب علی بن مدینی سے یہ حدیث سنی تو اپنا مذہب بھی یہی قرار دیا کہ امام اگر مقتدیوں سے بلند جگہ کھڑا ہو تو اس میں کوئی قباحت و کراہت نہیں۔

میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان پیش کرتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ابوحنیفہ یہ کہا ہے:

امام ترمذی نے ابو السائب سے روایت کی ہے کہ ہم امام وکیع کے پاس بیٹھے تھے۔ امام وکیع نے ایک شخص سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اِشعار کیا۔ اس شخص نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خیال میں اِشعار،[1] مُثلہ[2] ہے۔

---

[1] حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصبهانی ۹/۱۰۶ سنده صحیح

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلوة، باب الصلاة فی السطوح والمنبر والخشب، رقم: ۳۷۷

[3] اشعار = قربانی کے اونٹ کی کوہان پر زخم کر دینا تا کہ قربانی کا جانور معلوم ہو۔

[4] مثلہ کسی چیز کی شکل کو بگاڑنا مثلہ کہلاتا ہے۔ شریعت میں اس کی ممانعت ہے۔

امام وکیع رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نبی ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ کا قول پیش کر رہا ہے لہٰذا تو اس قابل ہے کہ قید کر دیا جائے اور جب تک توبہ نہ کرے اور اپنے قول سے باز نہ آئے رہا نہ کیا جائے۔

ازواج مطہرات نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے تو منع کیوں کرتا ہے؟

ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا مجھے عطاء نے خبر دی۔

[اِذَا مَنَعَ ابْنُ هِشَامِ النِّسَآءَ الطَّوَّافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَآءُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ بَعْدَ الْحِجَابِ اَوْ قَبْلُ قَالَ اِىْ لَعَمْرِىْ لَقَدْ اَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ]

"جب ابراہیم بن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطا رحمہ اللہ نے کہا تو ان کو کیسے منع کرتا ہے حالانکہ نبی علیہ السلام کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا۔"

ابن جریج رحمہ اللہ نے پوچھا پردہ کا حکم اترنے کے بعد یا پہلے انھوں نے کہا میری عمر دینے والے کی قسم میں نے یہ حجاب کا حکم اترنے کے بعد دیکھا ہے۔"

ابراہیم بن ہشام کو جب ہشام بن عبد الملک نے مکہ کا حاکم بنایا تھا تو اس نے مطلقاً منع کر دیا کہ جب مرد بیت اللہ کا طواف کریں تو اس وقت عورتیں طواف بالکل نہ کریں۔ عطا بن ابی رباح تابعی نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ جب حضور ﷺ کی بیویاں مردوں کے ہمراہ طوا کرتی تھیں تو تجھے کیا حق حاصل ہے کہ تو عورتوں کو مردوں کے ہمراہ طواف کرنے سے روکتا ہے عورتوں اور مردوں کے اکٹھا طواف کرنے کی وضاحت اسی حدیث کے باقی ماندہ حصے میں کی گئی ہے کہ عائشہ صدیقہ وغیرہ مستورات ایک طرف الگ رہ کر طواف کرتیں اور مرد بھی طواف کرتے رہتے اگر مردوں کی جماعت اور عورتوں کی جماعت آپس میں خلط ملط ہو جائیں تو اسی طرح عورتوں کو مردوں کے ہمراہ طواف کرنا منع ہے۔

فائدہ= عطاء رحمہ اللہ نے ابن ہشام کو سنت کے خلاف حکم دیتے ہوئے فوراً روکا۔اس ڈر سے سکوت اختیار نہیں کیا کہ یہ حاکم وقت ہے مجھے کچھ نقصان پہنچائے گا لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم وقت کی مجبوری کا بہانہ بنا کر ہر جائز و ناجائز بات کو مانتے جاتے ہیں عام آدمی کا تو ذکر ہی کیا ہمارے دیہاتوں کے اکثر مولوی صاحبان جو صرف خدا تعالیٰ سے ہی ڈرنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اکثر و بیشتر مسائل میں چودھری صاحبان کی رائے کو فوقیت دیتے ہیں خواہ ان کی رائے قرآن و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔معلوم نہیں ان پر سوار بھوت کب ختم ہوگا؟

غیر شرعی شرائط:

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا میرے پاس مکاتبت کے معاملہ میں مدد لینے آئیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ تو اپنے مالکوں کے پاس واپس جا اگر وہ یہ پسند کریں کہ تیرے معاملہ مکاتبت کی بقیہ رقم میں ادا کردوں اور تمھاری ولاء میرے حق میں ہو جائے تو میں ایسا کرسکتی ہوں۔

بریرہ رضی اللہ عنہا نے یہ صورت اپنے مالکوں کے سامنے رکھی لیکن انھوں نے انکار کردیا اور کہا کہ اگر وہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) تمھارے ساتھ ثواب کی نیت سے یہ نیک کام کرنا چاہتی ہیں تو ایسا کرلیں ورنہ تمھاری ولاء تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کر اسے آزاد کردے، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے۔ جو آزاد کرتا ہے۔

[مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَ إِنْ اشترط مائة مرةً]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی اصل کتاب اللہ میں نہیں۔ جو بھی کوئی ایسی شرط لگائے

جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ خواہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگا لے اللہ تعالیٰ کی ہی شرط سب زیادہ معقول اور مضبوط ہوتی ہے۔ ❶

رسول اللہ ﷺ کی وصیت:

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، حتی کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاَنَّ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَ سَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِىْ اِخْتِلَافًا شَدِيْدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَالْاُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ] ❷

"اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امیر کی سمع و اطاعت کرنا اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور تم عنقریب میرے بعد بہت سخت اختلاف دیکھو گے تو (ان اختلافات کے وقت) میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اسے اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوط پکڑنا اور اپنے آپ کو بدعات سے بچانا بے شک تمام بدعات گمراہی ہیں۔"

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب ذکر البیع، رقم: ٤٥٦

❷ جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، رقم:٢٦٧٦،

دین اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی پر ہے اس میں کسی انسان کے خیالات و افکار کا کوئی عمل دخل نہیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے:

﴿اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلا ما تذکرون﴾

"جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ کسی ولی کی پیروی نہ کرو بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔"

جس پیغمبر پر یہ وحی نازل ہوئی وہ پیغمبر ﷺ خود اس وحی کے پیروکار تھے۔

﴿ان اتبع الا ما یوحی الی﴾

ہمیں اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرامین کی روشنی میں اپنے عقائد و نظریات اور طرز عمل اپنانا چاہیئے:

- اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
- ما اتکم الرسول فخذوہ
- لاتتبعوا خطوات الشیطن
- فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ
- من یتبع غیر الاسلام دینا
- ان الدین عند اللہ الاسلام
- اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ہے نہ کہ شریعت سازی کا کہ ہر شخص حسب خواہش عقائد و نظریات اور اپنی زندگی کا طرز عمل ایجاد کرے لیکن افسوس! لوگوں نے خود قوانین بنا کر اسے شریعت کا نام دے دیا اور پھر اس پر کاربند ہونے کا درس دینا شروع کر دیا۔

ادارہ تحقیقات سلفیہ

آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ 0300-7453436